مقالاتِ مفکرِ ملت

سوم

افادات

مفکرِ ملت حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ
سابق رئیس دار العلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت، گجرات

ترتیب، تخریج و تعلیق

اسماعیل بن یوسف کوثر کوساڑی
خادم حدیث وافتاء دار العلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور، بھروچ، گجرات

ناشر
شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

مقالاتِ مفکرِ ملت

(جلد سوم)

افادات

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

سابق رئیس دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، گجرات

ترتیب، تعلیق وتخریج

اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی عفااللہ عنہ

خادم حدیث وتفسیر ومعتمد تعلیم دارالعلوم مرکز اسلامی انکلیشور

ناشر

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

کتاب سے متعلق ضروری معلومات

نام کتاب : مقالاتِ مفکرِ ملت (جلد سوم)

افادات : مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

ترتیب، تعلیق وتخریج : اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی کوساڑی عفااللہ عنہ

باہتمام : حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل مدظلہ

صفحات : ۴۰۸

ناشر : شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی

سنہ اشاعت : ۱۴۴۱ھ-۲۰۲۰ء

کمپوزنگ : محمد مہر علی قاسمی (دھنباد، جھارکھنڈ) جامعہ اکل کوا

قیمت :

کتاب ملنے کے پتے

حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل، مسجد عائشہ، کاپودرا، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات 393001

موبائل: 9727073092

شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی، جامعہ قاسمیہ عربیہ، کھروڈ، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات 394115

Hafez Ibrahim Patel

27 Tudor Rd., Eastham, London, E6 1DP (UK)

Tel. 00447973473392 / 07878266307

فہرست مضامین

حرفِ آغاز ۲۲

بابِ ششم: مدارس کا نصاب ونظام

مروجہ تعلیمی نظاموں پر ایک نظر ۲۴

مدارسِ دینیہ کے لیے چند اہم ہدایات ۳۳

وحدتِ نظام تعلیم اور اس کی اہمیت پر ایک نظر ۴۲

فضلائے مدارس کے لیے چند قیمتی ہدایات ۵۰

بابِ ہفتم: سفرنامے

ادیبِ مؤمن کا سفرنامہ ۵۴

مقصد سفر ۵۵

اذان اپنی تاثیر کھو چکی ہے ۵۷

اسلام کا پیغام ابدی پیغام ہے ۵۸

اسلام خاندانی میراث نہیں ہے ۶۰

تحریکوں کی زندگی کا انحصار ۶۱

دینی کام کرنے والوں کے لیے تزکیۂ نفس ضروری ہے ۶۲

دعوت الی اللہ طاقت ورایمان، حسن اخلاق اورقربانی کی طالب ہے	۶۳
مادّی دعوت ہی اسلامی دعوت کی حریف ہے	۶۴
مغربی تہذیب دم توڑرہی ہے،اب دنیا کی فلاح معمارانِ حرم سے وابستہ ہے	۶۵
معاشرہ میں دینی شعور ہی تیر بہدف علاج ہے	۶۷
ایک ہی سوسائٹی میں معیار زندگی میں بہت زیادہ فرق بڑا خطرہ ہے	۶۷
بوریہ نشینوں کی قوت کاراز	۶۸
دین کے خلاف بغاوت کا سبب دین داروں کی بدمعاملگی	۶۹
خالص دینی دعوت کو مذہبی اختلاف سے دوررہنا چاہیے	۷۰
دینی جوش اورقربانی کے جذبہ کو باقی رکھنے کا طریقہ	۷۱
اسلامی ملکوں میں زندگی کے دوستون	۷۲
دینی مدارس کے طلبہ کے لیے زرّیں نصیحت	۷۳
دینی جماعتوں کے لیے تین بنیادی اصول	۷۵
آنے والی نسلوں کی ذمے داری	۷۸
دنیادوراہے پرہے	۷۹
عام انسانی زندگی اورزندگی کا فرق	۸۰
مسلم قوم کا سب سے بڑاروگ عیش وتنعم ہے	۸۱
ہمارے نظام تعلیم کا نقص	۸۲
اس دور کے علما کا ایک عام مرض	۸۲

اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچو	۸۴
مدارسِ دینیہ کی جڑیں ان کے اندر نہیں باہر ہیں	۸۵
مسلمان لیڈرانِ قوم کو دینی روح کی تجدید کرنے کی ضرورت ہے	۸۷
اسلامی ممالک کو کرنے کا کام	۸۸
کسی ادارہ یا جماعت کی ترقی اس کے سربراہ کی چستی پر موقوف ہے	۸۹
دارالہلال کی سیر اور داعی کا تاثر	۸۹
افریقہ میں اسلامی دعوت کی ضرورت	۹۱
مسلمان اور غیر مسلم میں فرق	۹۲
حرمین کا چند روزہ سفر	۹۴
☆ چند روز علم وعرفاں کے مراکز میں	۱۰۸
مولانا ہاشم جوگواڑی صاحب	۱۱۱
مسجد کی بنیاد	۱۱۲
مدرسہ انوار العلوم	۱۱۳
مفتی اشفاق صاحب	۱۱۴
مسجد کی بنیاد	۱۱۴
اقرأ سوسائٹی	۱۱۵
دارالعلوم علی متقی	۱۱۶
جامعہ عربیہ ہتھورہ	۱۱۶

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ	۱۱۷
مؤقر علمائے کرام	۱۱۸
اَنیس احمد صاحب اَنیسؔ	۱۱۹
دائرۂ شیخ محبّ اللہ	۱۲۰
دائرۂ اجمل	۱۲۲
مدرسہ افضل المعارف	۱۲۲
ڈاکٹر صلاح الدین صاحب	۱۲۳
مولانا سعید احمد صاحب	۱۲۳
مولانا منظور احمد مظاہری	۱۲۴
دارالمعارف	۱۲۴
مولانا انس صاحب ندوی	۱۲۵
مرج البحرین	۱۲۵
مدرسہ حسینیہ جون پور	۱۲۷
مدنی خاندان کی ضیافت	۱۲۸
گورینی کا سفر	۱۲۸
حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ	۱۲۹
مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث	۱۳۰
قاری محمد اسماعیل صاحب	۱۳۱

مفکرملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب مدظلہ ۱۳۳
ندوہ کے بارے میں بندہ کے تاثرات ۱۳۴
معہد القرآن ۱۳۸
مولانا عتیق احمد بستوی ۱۳۸
ندوہ کا کتب خانہ ۱۳۹
جمعیۃ الاصلاح ۱۴۰
مولانا عبدالقادر پٹنی ۱۴۱
مولانا محمد رابع صاحب ۱۴۱
مولانا سید سلمان ندوی ۱۴۲
شیخ التفسیر مولانا برہان الدین صاحب ۱۴۳
☆سفرنامۂ امریکہ ۱۴۵
ٹورنٹو سے روانگی ۱۴۶
شہر نیویارک میں ۱۴۷
اقوام متحدہ کا دفتر ۱۴۸
عربوں کی مسجد ۱۴۸
ہالم کا علاقہ ۱۴۹
سینٹرل پارک ۱۴۹
اسٹریٹ ۹۵ ۱۴۹

امپائر بلڈنگ	۱۵۰
جناب ابراہیم لونت صاحب	۱۵۰
لاجواب ہوٹل	۱۵۱
نیویارک سے واپسی	۱۵۲
اسلامک سینٹر نیوجرسی	۱۵۲
ٹرینٹن شہر	۱۵۲
پرنسٹن یونی ورسٹی	۱۵۴
چند اہم کتابیں	۱۵۵
امریکہ میں چندروز	۱۶۷
مولوی حنیف سیدات افریقی صاحب	۱۶۹
حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت کا اثر	۱۷۰
سکرامنٹو کے اڈے پر	۱۷۰
غیروں کی عیاری	۱۷۲
لیک ٹاہو کی سیر	۱۸۰
اہم تبلیغی اجتماع	۱۸۲
حافظ اسلم پٹیل کی دعوت	۱۹۴
محترم قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہٗ سے ملاقات	۱۹۵
قاضی صاحب کا درسِ تفسیر	۱۹۶

سفر مونٹریال کے پانچ روز ۱۹۷
متحدہ عرب امارات میں چند دن ۲۱۳
انسانیت زندہ ہے ۲۱۳
بمبئی ہوائی اڈے پر ۲۱۴
دُبئی ایئرپورٹ پر ۲۱۴
شہر کی سیر ۲۱۵
ایک قلندر کی نصیحت ۲۱۵
مسجد الغُرَیر میں ۲۱۶
ایک اہم کتاب ۲۱۶
دُبئی کی مساجد ۲۱۷
العین کا سفر ۲۱۸
مولانا کی اہم تحقیقی خدمات ۲۱۹
شان دار عربی کھانا ۲۲۰
العین (Al-Ain) ۲۲۰
جبل حفیت ۲۲۱
بعض نئی کتابیں ۲۲۲
مولانا کے رفقا ۲۲۳
ڈاکٹر ولی الدین ندوی ۲۲۳

المکتبۃ الوطنیۃ ۲۲۵
تعلیمِ نسواں ۲۲۶
الکورنیش کی سیر ۲۲۶
شارجہ کا سفر ۲۲۸
قاری عبدالمجید ندوی ۲۲۹
شیخ طٰہٰ سے ملاقات ۲۳۱
حرم پاک کا خطبہ ۲۳۲
برج العرب کی دید ۲۳۲
مسجد راشد میں ۲۳۳
سوق نائف میں ۲۳۳
آتش فشاں کے ملک ''ری یونین'' میں ۲۳۶
بیرون کے اسفار ۲۴۴
قابل نفرت شرارت ۲۴۵
رشتے داروں سے ملاقات ۲۴۶
دعوتی تقریریں ۲۴۶
بعض شادیوں میں شرکت ۲۴۶
حضرت مولانا ابرار احمد صاحب ۲۴۷
''یونائیٹڈ فیملی'' کے اراکین کی طرف سے اعزازی جلسہ ۲۴۷

رمضان المبارک کے بعد ۲۴۷
چیپاٹا کا سفر ۲۴۸
مولانا سید عبدالمجید ندیم ۲۴۸
حافظ اسماعیل فلاحیؔ ۲۴۸
تبلیغی جوڑ ۲۴۹
المعہد الرشید الاسلامی ۲۴۹
پارک کی سیر ۲۵۰
زمبابوے کا سفر ۲۵۰
ہرارے ۲۵۱
جامع مسجد اور مدرسہ اسلامیہ کی ملاقات ۲۵۲
علمائے کرام ۲۵۲
جامع مسجد میں تقریر ۲۵۳
مولانا موسیٰ بھروچی صاحب ۲۵۳
ہرارے یونی ورسٹی میں ۲۵۴
تاریخی مقامات کی سیر ۲۵۴
زامبیا کی طرف ۲۵۵
دعوتوں کا سلسلہ ۲۵۵
زامبیا کے آبشار ۲۵۵

موشی کیمپ ۲۵۶

گیہوں کے فارم پر ۲۵۷

سیدصاحب کے فارم پر ۲۵۷

علمائے کرام کی اہم مجلس ۲۵۷

مسلم قومی ہال ۲۵۸

ری یونین کے سفر کی تیاری ۲۵۸

''لوساکا'' ایرپورٹ ۲۵۹

''موریشش'' ایرپورٹ پر ۲۵۹

موریشش ایرپورٹ پر نزول ۲۶۰

ری یونین کا دوسرا سفر ۲۶۰

مدرسے کا جلسہ ۲۶۱

مختلف مقامات کی سیر ۲۶۳

حافظ ابراہیم کی آمد ۲۶۳

حاجی محمد بنا صاحب ۲۶۴

مرکز اسلامی سینٹ پیر ۲۶۴

سینٹ پیر میں حاجی احمد ڈیسائی صاحب ۲۶۴

مسجد میں بیان ۲۶۵

علمائے کرام ۲۶۵

ٹانپو	۲۶۵
لاب لیند کاف کے پہاڑ پر	۲۶۵
گرم پانی کے چشمے	۲۶۶
مولانا ممون	۲۶۶
سینٹ پول	۲۶۷
جبل مومتائی پر	۲۶۷
قاضی صاحب کا انتقال	۲۶۷
مولانا یوسف بوڑھانوی	۲۶۸
مولانا غلام حبیب صاحب نقش بندی	۲۶۸
مولانا موسیٰ سیلوڑیؒ	۲۶۹
حاجی اسماعیل راوت صاحب کے مکان پر	۲۷۰
سورت سے کراچی تک	۲۷۱
تاثرات جناب اثر صدیقی صاحب درشانِ حضرت مفکرملت دام ظلہٗ	۲۸۸
سفرنامہ (بارباڈوس وٹرینیداڈ)	۲۸۹
مختصر روزنامچہ سفر برطانیہ از ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۶ء	۳۲۰
سفر برطانیہ کی مختصر روداد	۳۴۱

بابِ ہشتم: متفرقات

الاقتباسات الثمينة من الدرر الكامنة	۳۵۰

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۵۱
۱-احمد بن ابوبکر الحلبی ۳۵۲
۲-احمد بن یوسف بن یعقوب الطیبیؒ ۳۵۲
۳- الطنبغا الجاولي ۳۵۳
۴-بددعا کا اثر ۳۵۴
۵-عاشق النبیؐ: ۱۴ باپ دادا کا نام محمد تھا ۳۵۴
قینچی کے بارے میں ۳۵۵
روزتیں اسباق پڑھانے والے مدرس ۳۵۶
ایک لاکھ انسانوں کے کفن کا نظم کرنے والا امیر ۳۵۶
آٹھویں صدی کے قلیل الاستعداد مدرسین کا نقشہ ۳۵۶
۱-ایک رکعت میں پورے قرآن مجید کی تلاوت ۳۵۷
۲-کھمبات (گجرات) کے عالم دمشق میں ۳۵۸
۳-ایک محدث کی عجیب وصیت ۳۵۸
۴-جیل خانہ میں بحالتِ قید دلائل النبوۃ للبیہقی نقل کر ڈالی ۳۵۹
۵-حسن بن محمد القرطبی کے تذکرہ میں لکھا ہے ۳۶۰
۶-حسن بن مسلم کی کرامت (شیر پال رکھا تھا) ۳۶۰
۷-ایک جید الحفظ حافظ جو نابینا تھے ۳۶۰
۸-۳۰/جلدوں میں تاریخ لکھی ۳۶۱

۹-موت کی ترغیب میں چند اشعار ۳۶۱
۱۰-ایک جلیل القدر عالم- جو فقیہ اور محدث تھے- کی بے مثال تواضع ۳۶۲
۱۱-ایک دوسرے ہندوستانی عالم ۳۶۲
۱۲-کتابیں جمع کرنے کا عجیب شوق ۳۶۲
۱۳-یاد رکھنے کے قابل عربی شعر ۳۶۳
۱۴-ام آنوک کی سخاوت ۳۶۳
۱۵-بیس سال کھانا نہیں کھایا ۳۶۴
۱۶-ماہر حساب طبیب ۳۶۴
۱۷-حافظِ ہدایہ حنفی عالم ۳۶۵
۱۸-ایک دل چسپ شعر ۳۶۵
۱۹-ابن زید کا پُر حقیقت شعر ۳۶۵
۲۰-چار لاکھ کتابیں جمع کرنے والا عالم ۳۶۶
۲۱-ایک یہودی طبیب کے اسلام لانے پر بڑی دعوت ۳۶۶
۲۲-صحیحین، کشاف، جامع المسانید کا حافظ عالم ۳۶۷
۲۳-بڑھاپے کی صدا- کوئی سنے یا نہ سنے ۳۶۷
۲۴-ایک عجیب قصہ ۳۶۸
۲۷- شیخ صفی الدین الہندی ۳۶۸
۲۶- نصیحت آمیز اشعار ۳۶۹

۲۷- بھیانک قحط سالی ۳۶۹

۲۸- تیس مرتبہ بخاری شریف پڑھی ۳۷۰

۲۹- امانت داری کی نادر مثال ۳۷۰

۳۰- فی البدیہہ شعر کہنے والا شاعر ۳۷۰

۳۱- ایک عالم کا استغنا ۳۷۱

☆ کلماتِ شکر (محترم اصحاب فضیلت، علمائے کرام و مفتیانِ عظام) ۳۷۲

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی گراں قدر رائے ۳۷۶

فقہ اسلامی کے سلسلہ میں علمائے ہند کی خدمات ۳۷۹

مجلس الفقہ الاسلامی گجرات کا قیام ۳۷۹

ایک قابل اطمینان بات ۳۸۰

آج کی مجلس کے اہم امور ۳۸۰

نوجوان مفتیان کرام سے درخواست ۳۸۱

ایک گزارش ۳۸۱

مکرر شکریہ ۳۸۲

کلماتِ استقبالیہ (شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی) ۳۸۳

یورپ اور امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی مشکلات اور ان کا حل ۳۸۹

دلِ دردمند کے دو اہم پیغام ۳۹۷

ہمارے اکابرین کے اقوالِ زریں ۴۰۴

فہرست رجالِ حواشی

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب	۲۴
حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب	۲۵
مولانا عزیز الرحمٰن پٹیل صاحب کاپودروی	۹۴
حضرت مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی	۹۴
حضرت مولانا عبد الرحمٰن کڑی	۹۶
حضرت قاری خالد پٹیل صاحب کاپودروی	۹۷
حضرت مولانا عبد الحمید اسحاق صاحب	۱۰۲
حاجی اسماعیل صاحب سورتی	۱۰۳
حضرت مولانا یونس رندیرا صاحب	۱۰۳
حضرت مولانا یوسف صاحب روکڑیا	۱۰۶
حضرت مولانا قاسم انگار صاحب ترکیسری	۱۰۷
حضرت مولانا اسماعیل صاحب بودی	۱۱۰
حضرت مولانا ہاشم حسن پٹیل صاحب جوگواڑی	۱۱۱
حضرت مفتی ابراہیم صاحب گجیا، بارڈولی	۱۱۲

حضرت مولانا آدم صاحب جین والا	۱۱۳
حضرت مفتی اشفاق صاحب سورتی	۱۱۴
حضرت مولانا زید صاحب مظاہری ندوی	۱۱۹
حضرت مولانا عبیداللہ صاحب اسعدی	۱۱۹
حضرت مولانا ابوالحسن صاحب پرتاب گڑھی	۱۲۶
حضرت مولانا مقصود صاحب گورکھپوری	۱۲۶
حضرت قاری قاسم صاحب پٹیل	۱۶۶
حضرت قاری یوسف صاحب بھولا کفلیتوی	۱۷۱
حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی	۱۸۳
جناب حافظ پٹیل صاحبؒ	۱۸۴
حضرت مولانا ابوبکر سعید صاحب ڈیسائیؒ	۱۹۳
شیخ موسیٰ جی مہترؒ	۱۹۴
حضرت مولانا اسماعیل جوگیات کھروڑوی	۱۹۷
حضرت مولانا یعقوب صاحب مملا بلیشوریؒ	۲۱۶
حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی	۲۲۸
حضرت مولانا محمد بھگت صاحب	۲۳۹
جناب حاجی یوسف راوت صاحبؒ	۲۴۱
رفیقۂ حیات حضرت کاپودرویؒ	۲۴۴

حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب دیوانؒ	۲۵۲
حضرت مولانا محمد اقبال پٹیل صاحب	۲۵۹
جناب حاجی غلام محمد راوت صاحبؒ	۲۶۱
الحاج جناب موسیٰ صاحب راوتؒ	۲۶۱
حضرت مولانا اسماعیل صاحب ممون	۲۶۶
حاجی یعقوب راوت صاحب	۲۶۹
حضرت مولانا موسیٰ صاحب پانچ بھایا سیلوڑی	۲۶۹
حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ	۲۷۲
حضرت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب	۲۷۲
حضرت مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی صاحبؒ	۲۷۲
حضرت مولانا امیر الحسن صاحب کاندھلویؒ	۲۷۳
حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب سہارن پوری ثم مکیؒ	۲۷۳
حضرت مولانا محمد اسرار الحق صاحب قاسمیؒ	۲۷۴
حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانی جلال آبادیؒ	۲۷۵
حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ	۲۷۹
حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارن پوریؒ	۲۸۰
حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ	۲۸۱
حضرت مولانا عبداللہ صاحب جھانجھیؒ	۲۸۱
حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب نقش بندی	۲۹۲

حضرت قاری شبیر احمد صاحب جوگواڑی ۲۹۵

حضرت مولانا محمد بن ہاشم کارا صاحب تراجویؒ ۲۹۷

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لاجپوریؒ ۲۹۸

حضرت مولانا یوسف صاحب پیپلا واڑہ ۳۰۱

حضرت مولانا ابراہیم صاحب بھانا ۳۰۵

حضرت مولانا ادریس صاحب ویسما ۳۱۲

حضرت مولانا اشرف صاحب بھولا ۳۱۲

حضرت مولانا احمد تاڑیہ صاحب ۲۱۳

حضرت مولانا رفیق صاحب کفلیتوی ۳۱۹

حضرت حافظ ابراہیم صاحب پٹیل ۳۲۱

حضرت مولانا معاذ صاحب پٹیل ۳۲۱

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب ۳۲۲

حضرت مولانا یوسف صاحب گنگات فلاحی ۳۲۳

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دمنی ۳۲۴

حضرت مولانا شمیم احمد صاحب باگیہؒ ۳۲۵

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی ۳۲۷

حضرت مولانا قاسم صاحب دیوانؒ ۳۲۹

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحبؒ ۳۲۹

حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈیؒ ۳۳۱

حضرت مولانا فضلِ حق صاحب واڈیؒ ۳۳۲
حضرت مفتی طاہر صاحب واڑی ۳۳۲
حضرت مولانا مشتاق صاحب ولنوی ۳۳۳
حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڑا ۳۳۴
حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی ۳۳۵
حضرت مفتی یوسف صاحب کفلیتوی ۳۳۷
حضرت مولانا الیاس صاحب سورتیؒ ۳۳۹
حضرت حکیم سعد رشید صاحب اجمیریؒ ۳۴۱
دیپک صاحب (موسیٰ یوسف حافظی) ۳۴۱
حضرت مفتی برکت اللہ صاحب ۳۴۲
حضرت مولانا مصطفیٰ صاحب مفتاحی ۳۴۲
حضرت مولانا یعقوب صاحب منشی قاسمی ۳۴۳
حضرت مولانا کمال صاحبؒ ۳۴۴
حضرت مولانا اقبال صاحب اعظمی ۳۴۴
حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحبؒ ۳۴۵
حضرت مولانا بلال باوا صاحب ۳۴۶
حضرت مولانا مفتی زکریا صاحب ۳۴۶
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صوفیؒ ۳۹۸
شیخ احمد کتّی ۳۹۸

حرفِ آغاز

مقالاتِ مفکرِ ملت کی آخری جلد آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے، اس جلد میں مفکرِ ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ کے مختلف علمی ودعوتی اسفار کی دل چسپ روداد پیش کی گئی ہے۔ یہ سفرنامے آسان اورسلیس زبان میں ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے معلومات افزا بھی ہیں۔ رودادِ سفر میں جہاں علمی شخصیات وکتب خانوں اورعلمی اداروں کی سیر کرائی گئی ہے، وہیں متعلقہ ممالک کے باشندگان اورقارئین کوخود احتسابی کی دعوت بھی جگہ جگہ دی گئی ہے۔ تعلیم آپ کی زندگی کا سب سے جلی عنوان ہے؛ چناں چہ اس کے متعلقہ مسائل بھی اِس جلد کی زینت ہیں۔

آخر میں ''متفرقات'' کے عنوان سے آراستہ باب میں بھی سبق آموز، دل آویز اورفکری مضامین قارئین کی ضیافت کررہے ہیں۔ غرض! علم وتحقیق کا یہ سدا بہار گل دستہ آپ کی بصارتوں کے حوالہ کرتے ہوئے بے پناہ فرحت وانبساط کے جذبات محسوس کررہا ہوں اوردعاگوہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پیچھے لگنے والے قیمتی اوقات کوشرفِ قبول بخشے، دارین کی صلاح وفلاح کاذریعہ بنائے اوراپنے دین کی مزید مقبول خدمات کے لیے موفق فرمائے۔ آمین!

احقر اسماعیل بن یوسف کوثر فلاحی عفااللہ عنہ

خادمِ حدیث وتفسیر ومعتمد تعلیم دارالعلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور

۲۲رمحرم الحرام ۱۴۴۲ھ-۱۱رستمبر ۲۰۲۰ء (جمعہ)

بابِ ششم

مدارس کا

نصاب ونظام

مروّجہ تعلیمی نظاموں پر ایک نظر

۱۵؍اگست ۱۹۹۳ء کو کانوے ہال لندن میں ورلڈ اسلامک فورم کے پہلے سالانہ بین الاقوامی سیمینار میں مندرجۂ ذیل خطاب فرمایا۔

بعد الحمد والصلاۃ! میں سب سے پہلے ورلڈ اسلامک فورم کے صدر مولانا زاہد الراشدی(۱) اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد ....

---

(۱) مولانا زاہد الراشدی صاحب معروف صحافی اور مفکر ہیں۔ آپ کا نام محمد عبدالمتین خان زاہد ہے؛ لیکن آپ زاہد الراشدی سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے صاحب زادے ہیں۔ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۴۸ء کو بمقام گکھڑ ضلع گوجرانوالہ، پاکستان میں ولادت ہوئی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔ مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں صدر مدرس و ناظمِ تعلیمات کے منصب پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ ''الشریعہ'' اکیڈمی گوجرانوالہ میں مختلف مضامین کی تدریس فرمائی؛ نیز مختلف جامعات میں بطور مہمان یا لکچرار بھی مدعو کیے جاتے ہیں۔ آپ کی سیاسی خدمات کا دائرہ بھی کافی وسیع ہے۔ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۰ء جمعیۃ علمائے پاکستان کے سکریٹری اطلاعات رہے۔ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۰ء ڈپٹی جنرل سکریٹری جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان رہے۔ ۱۹۷۷ء تا ۱۹۷۹ء پاکستان قومی اتحاد پنجاب کے جنرل سکریٹری رہے۔ ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۰ء نائب صدر اسلامی جمہوری اتحاد پنجاب کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ ۱۹۶۵ء سے مختلف اخبارات و جرائد میں سیاسی و قومی مسائل پر کم و بیش دو ہزار مضامین و مقالات تحریر فرما چکے ہیں۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکِ ختم نبوتؐ، ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیؐ اور ۱۹۸۷ء کی تحریکِ شریعت بل میں سرگرم کردار ادا کیا؛ بل کہ ۱۹۸۷ء میں ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ کیمپ جیل لاہور اور ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا میں کئی ماہ آپ نے گزارے۔ پاکستان شریعہ کونسل کے جنرل سکریٹری، ورلڈ اسلامک فارم لندن کے بانی و سرپرست، کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سکریٹری اطلاعات اور ملی مجلس شرعی پاکستان کے نائب صدر جیسے مناصب کی رونق =

............عیسیٰ منصور پوری(۱) زید مجد ہما کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے از راہ محبت اس ناچیز کو بھی اس مؤقر مجلس میں شرکت کرنے کا شرف بخشا۔

فجزاهما الله أحسن الجزاء!

موجودہ دور میں تعلیم کا مسئلہ ملتِ اسلامیہ کے ان اہم مسائل میں سے ایک ہے جن کی طرف پوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ قوموں کے عروج وزوال میں تعلیم ہی سب سے بڑا کردار ادا کرتی ہے۔

حکومت ہند کے سیکریٹری آف ایجوکیشن مسٹر انیل نے ''مسلمانوں کی تعلیم اور ترقی'' کے عنوان پر منعقد ایک سیمینار میں کہا تھا کہ:

''مسلمانوں کا مذہبی، ثقافتی، تہذیبی وتاریخی سرمایہ اتنا شان دار رہا ہے کہ کوئی اور قوم اس کی ہمسری نہیں کرسکتی؛ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ آج ان میں تعلیم سے محرومی، جہالت اور ناخواندگی کا فی صد ملک بھر میں سب سے زیادہ ہے''۔

= میں اضافہ فرمارہے ہیں۔ ہفت روزہ ''ترجمانِ اسلام'' لاہور کے مدیر، ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور کے مضمون نگار، ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانوالہ کے مدیرِاعلیٰ، روزنامہ ''اوصافِ اسلام'' اسلام آباد کے کالم نگار، روزنامہ ''لاہور'' کے رپورٹر جیسے مناصب پر فائز رہتے ہوئے صحافتی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ صوبائی اتحاد بین المسلمین کمیٹی حکومت پنجاب، علما ومشائخ کونسل، پنجاب قرآن بورڈ اور امن کمیٹی گوجرانوالہ جیسی تنظیموں اور اداروں کی رکنیت بھی فرمارہے ہیں۔ الغرض! آپ کے ذریعے مختلف علمی، صحافتی، ملی اور قومی بے مثال خدمات ملت کے لیے انجام پارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے دائرۂ فیض کو مزید وسعت عطا فرمائے۔ آمین!

(۱) حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب مشہور عالم ہیں، اصل گجرات سے تعلق رکھتے ہیں، جامعہ حسینیہ راندیر کے فاضل ہیں۔ فی الحال انگلینڈ میں مقیم ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں آپ نے حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے ساتھ مل کر ورلڈ اسلامک فارم کی بنیاد رکھی، جس کے تحت مختلف پروگرام اور خدمات انجام دی جاتی ہیں۔ مولانا موصوف اپنے افکار کے حوالے سے اہلِ عمل کے مابین کافی مشہور ہیں۔

مسلمانوں کو اس غفلت سے بیدار کرنے کا سب سے بڑا فرض اہلِ علم پر عائد ہوتا ہے، محترم جناب سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

''جولوگ ملت کی درماندگی کے تعلق سے بے خبر یا بے حس ہیں ان پر اس قدر الزام عائد نہیں ہوتا جتنا ان لوگوں پر جو باخبر ہونے کے باوجود جگانے، سدھارنے اور سنوارنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ملت کے سنبھالنے اور آگے بڑھانے کا فرض اس کے ہر فرد پر ہے اور ان لوگوں پر زیادہ ہے جو پڑھے لکھے ہیں، باخبر ہیں اور خوش حال ہیں، انہیں اپنی بے عملی اور تن آسانی کے لیے ایک دن جواب دینا ہوگا''۔

اللہ تعالیٰ ورلڈ اسلامک فورم کے جملہ اراکین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے یہ سیمینار منعقد کر کے امت کی راہ نمائی کا اہم فرض انجام دیا۔

جزاهم الله خيرًا!

محترم حضرات! مسلمانوں میں اس وقت دو قسم کے نظام تعلیم جاری ہیں: ایک علوم عصریہ یا دنیاوی علوم کا نظام اور دوسرا دینی تعلیم کا نظام۔ ہم اس مختصر وقت میں دونوں نظاموں کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔

ہماری علوم عصریہ کی درس گاہوں میں جو نظام تعلیم رائج ہے وہ ملتِ اسلامیہ کے بنیادی عقائد اور اس کی تہذیب وثقافت سے قطعاً میل نہیں رکھتا۔ دنیا کی ہر قوم کا اپنا تعلیمی فلسفہ ہوتا ہے اور اس فلسفہ سے ہٹ کر کوئی بھی نظام تعلیم اس کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا۔ مشہور عرب فاضل شیخ عبدالرحمٰن حسن حنبکہ حفظہ اللہ نے

اپنی کتاب ”غزو في الصميم“ میں لکھا ہے کہ ایک امریکی فاضل ڈاکٹر جے بی نے اپنی کتاب ”التربية والحرية“ میں تحریر کیا ہے کہ: ”تعلیم کا کام چیزوں کی لین دین، خرید وفروخت کی طرح نہیں ہے اور نہ وہ ایکسپورٹ یا امپورٹ کیا جانے والا سامان ہے۔ ہم نے انگریزوں اور یورپ کے تعلیمی نظریات کو اپنے ملک میں لاکر تاریخ کے بعض ادوار میں بہت زیادہ نقصان اٹھایا ہے“۔(۱)

یہ ایک امریکی فاضل کے خیالات ہیں، حالاں کہ امریکی اور انگریزی قوم میں زبان مشترک ہے، تہذیب میں بھی وحدانیت ہے، سیاسی مصلحتیں بھی ایک جیسی ہیں اور مذہبی اعتبار سے بھی پروٹسٹنٹ ہیں، تو آخر ملتِ مسلمہ کس بنیاد پر مغربی یا مشرقی نظام تعلیم کو من وعن قبول کیے ہوئے ہے، جب کہ ہمارے عقائد، تہذیب، زبان اور سیاسی مصالح ان سے بالکل مختلف ہیں؟ اس لیے مسلمانوں کو اپنی عصری درس گاہوں میں ایسا نظام تعلیم رائج کرنا ضروری ہے جو ان کی تہذیب وثقافت اور عقائد کے ساتھ کلی مطابقت رکھتا ہو۔ شیخ عبدالرحمٰن حنبکہ حفظہ اللہ کی رائے بالکل صحیح ہے کہ: ”ہر وہ تعلیمی نظام جو متعین مقاصد کا حامل ہو اور جس کا مقصد ایسی نسل تیار کرنا ہو جو مخصوص عقائد سے متصف ہو اور خاص نظام حیات کے لیے کام کرنے والی ہو، ایسا تعلیمی نظام، ایسی کتاب کی تدریس کی اجازت نہیں دے سکتا، جو ان کے عقائد ونظام حیات کے مناقض افکار وعلوم اور معلومات پر مشتمل ہو“۔(۲)

---

(۱) غزو في الصميم: ص۱۸

(۲) غزو في الصميم: ص٦

اس لیے آج عالم اسلام میں اسلمۃ العلوم کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، شام کے مشہور فاضل شیخ محمد المجذوب حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

’’مسلمانوں کے پاس اصلاح تعلیم کے سلسلہ میں ایک ہی راستہ ہے کہ مشرق ومغرب کی اقتدا سے رہائی حاصل کی جائے اور وحی کے سرچشموں کی طرف رجوع کیا جائے، جس کے سانچے میں ہم متعلّم، مدرسہ، مدرس اور طالب علم کو ڈھال سکیں‘‘۔(۱)

آج پورے عالم اسلام میں حکام اور عوام میں جو کش مکش جاری ہے وہ اسی مغربی نظام تعلیم کا نتیجہ ہے جس کی تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے مسلم ماہرین تعلیم کے زیرنگرانی مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کرکے معیاری عصری درس گاہوں میں پڑھنے والوں کو اسلام اور اس کے نظام حیات سے وابستہ کرنے کی شدید ضرورت ہے، اس کام میں جتنی تاخیر ہوگی، امت میں انتشار اورخون ریزی بڑھتی رہے گی۔

اب ذرا اپنی دینی درس گاہوں کے نظامِ تعلیم پر نظر ڈالیں:

ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے زمانہ میں جو نظام تعلیم مرتب فرمائے تھے وہ اس دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر مرتب ہوئے تھے، اس نصاب کو پڑھ کر دینی درس گاہ کا فاضل دینی ودنیوی تقاضوں کو بہترین طریقہ سے پورا کرنے کا اہل بن جاتا تھا، جیسا کہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب ’’مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت‘‘ میں ایک انگریز مبصر کے الفاظ نقل فرمائے ہیں کہ:

---

(۱) أضواء علی الحقائق: ص ۱۳۱

’’سات سال کے درس (یعنی درجۂ فضل) کے بعد ایک (ہندوستانی) طالب علم اپنے سر پر، جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے، دستارفضیلت باندھتا ہے اوراسی طرح روانی سے سقراط‘ ارسطو‘ افلاطون‘ بقراط‘ جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کرتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم‘‘۔(۱)

مگر ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ آج ہمارے طالب علم کی یہ حالت نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قدیم نصاب ہی کو پکڑ رکھا ہے، نہ کتابوں میں تبدیلی، نہ مضامین میں اضافہ اور نہ طریقۂ تعلیم میں اصلاح۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر فضلا عصری مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہیں، موجودہ دور کے سیاسی، اقتصادی، ثقافتی افکار اور سماجی مسائل سے عدم واقفیت کی بنا پر ہمارا افاضل قومی قیادت اور ملی رہ نمائی سے پیچھے ہٹ رہا ہے اور میدان غیر اسلامی فکر وذہن والوں کے لیے چھوڑ رہا ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ جدید افکار ونظریات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ان کے مبادیات درس میں شامل کیے جائیں، عربی زبان کو قدیم طرز کے بجائے جدید طرز پر پڑھایا جائے۔ نیز حدیث وفقہ میں بھی طرز تعلیم میں تبدیلی کر کے موجودہ دور کے مسائل کو حل کرنے والی حدیثوں پر مفصل کلام کیا جائے، قدیم فقہی بحثوں میں اختصار کیا جائے اور موجودہ دور کے سب سے اہم مسئلہ الغزو الفکری پر طلبہ کو پوری طرح تیار کر دیا جائے، نیز تعارف وتقابل ادیان کا مضمون بھی شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔

---

(۱) دیباچہ غالب نامہ:ص۱۴

مذکورہ بالا مقاصد کو پورا کرنے والا نصاب اگر تیار ہو سکے تو دینی مدارس کی اصلاح اور ترقی کی امید کی جا سکتی ہے؛ البتہ ایسے جامع نصاب سے تعلیم کی مدت میں اضافہ ضروری ہے۔ آج کل کے جلد فارغ ہونے کے رجحان کو بدلنا ہوگا۔

دوسری سب سے اہم بات نظامِ تربیت کی اصلاح ہے۔ ہمارے اسلاف نے صرف تعلیم ہی نہیں دی، بل کہ طلبہ کی ایسی تربیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت ہی ان کی زندگی کا مقصد بن جاتا تھا۔ طلبہ علمِ دین کے حصول کے علاوہ اپنے زمانہ کے مشایخ اور اہل اللہ کے اخلاق اور ان کے طرزِ بود و باش کو سیکھنے کے لیے بھی مستقل سفر کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی(۱) فرماتے ہیں کہ ہم بعض علما کی خدمت میں علم حاصل کرنے نہیں جاتے تھے بل کہ صرف اس مقصد کے لیے حاضری دیتے تھے کہ ان کی نیک روش، ان کا طرز و انداز دیکھیں، فکری پاکیزگی، معیشت میں سادگی، اخلاق میں بلندی، علم میں پختگی اور اسلام کے لیے قربانی اور جاں نثاری کے جذبات کا کامل اساتذہ اور صاحبِ دل مشایخ کی صحبت کے بغیر طلبہ میں پیدا ہونا ناممکن ہے۔

حضرت حبیب بن شہیدؒ (جو ابن سیرین کے شاگرد ہیں) اپنے لڑکے سے فرماتے تھے، بیٹے! فقہا اور علما کی مجلسوں میں بیٹھ کر ان سے ادب سیکھو، یہ چیز میرے نزدیک بہت سی حدیثوں کے جان لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ انسان میں عشقِ خدا

---

(۱) كنا نأتي الرجل ما نريد علمه، ليس إلا أن نتعلم من هديه و سمته ودله.

(الآداب الشريعة لابن المفلح الحنبلي: ۲/۲۳۷)

اور عشقِ رسول نہ پیدا ہو تو اس کی زندگی، زندگی کہلانے کے قابل نہیں ؎

رگوں میں گردشِ خوں ہو اگر تو کیا حاصل
حیات سوز جگر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبال)

ہماری درس گاہوں کے لیے تربیت یافتہ اور فن میں قابل اساتذہ کی کمی کا مسئلہ بھی بہت قابل توجہ ہے، اگر استاذ قابل اور مخلص ہو تو وہ طالب علم کو بہت جلد فن سے واقف کرا سکتا ہے، اس میں علمی ذوق پیدا کر سکتا ہے اور ایسے اساتذہ جو طلبا کو بذریعہ تشویق کتاب کے ساتھ وابستہ کر دیں، بہت کم ہیں۔ تعلیم کا کام یقیناً جگر سوزی اور پتہ ماری کا ہے، رسمی حاضری اور خانہ پری سے کام نہیں چل سکتا ؎

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر

چناں چہ تدریب المعلّمین کے شعبوں کی بھی نہایت شدید ضرورت ہے تاکہ اچھے اساتذہ فراہم ہو سکیں۔

آخر میں بطور مسک ختام مناسب سمجھتا ہوں کہ مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قبلہ کی ایک قیمتی نصیحت نقل کر دوں جو موصوف نے شامی و فلسطینی طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا:

"اگر ہم ان شخصیات اور نمایاں حضرات کی تاریخ کا جائزہ لیں جنھوں نے اس دین کی خدمت کی یا اسلامی معاشرہ میں نئی روح پھونکی اور انقلاب پیدا کیا تو ہمیں نظر آئے گا کہ وہ روح کی خلش، دل کی تپش، کثرت عبادت، ہر وقت ذکر میں مشغولیت میں عوام سے بہت فائق اور ممتاز تھے۔ اگر انسان ایمان و یقین سے بھرپور

دل، روحانی حرارت اور با اثر دینی شخصیت کا مالک نہ ہو تو وہ نہ دوسرے پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ زندگی میں حرکت پیدا کر سکتا ہے؛ مگر افسوس! ہم یہ دیکھتے ہیں کہ معلومات میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی ہے کہ اگر کسی ایک شہر کے باشندوں پر تقسیم کی جائیں تو اس کے ہر فرد کو عالم بنا دیں؛ لیکن دل بہت کمزور اور قوت ارادی حد سے زیادہ مضمحل وافسردہ اور ایمان بے جان ہوگیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم نے بڑی علمی ترقی کی؛ لیکن علم ہم کو عمل پر نہیں آمادہ کرتا، ہم اپنے ایمان کو صحابۂ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کے ایمان جیسا نہیں پاتے، نہ ہماری نمازیں ان کی جیسی ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم ایمان وعمل سے کہیں زیادہ وسیع ہوگیا ہے۔ اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنا محاسبہ کریں، نفس کی تربیت اور اس کے ساتھ بہی خواہی میں اخلاص اور حقیقت پسندی سے کام لیں، اسلام اور موجودہ مادیت کے مابین خطرناک جنگ میں اترنے سے پہلے اس کی پوری طرح تیاری کرلیں۔ جب تک ہم اس طاقت اور اسپرٹ، دین کی پختگی اور استقامت سے مسلح نہ ہوں اور پیمانۂ دل حقیقت ایمان سے لبریز نہ ہو، اس وقت تک ہمارا اس معرکہ میں ثابت قدم رہنا ناممکن، محال اور اس طاقت ور، دل فریب، کافرادا مادیت کا سامنا کرنا دشوار ہے۔'' (۱)

محترم حضرات! دوبارہ آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی معروضات ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے اور امت کو ترقی نصیب فرمائیں۔ آمین!

---

(۱) مذکرات السائح للشرق العربي: ۸۷

مدارسِ دینیہ کے لیے چند اہم ہدایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي علّم الإنسان ما لم يعلم، والصلاة والسلام على عبده و رسوله الأكرم الذي قال: إنما بعثت معلمًا، و على اله و أصحابه الذين نشرو العلم في بقاع العالم. أما بعد!

قابلِ صد احترام، صدر جلسہ و معزز حاضرین کرام!

ناچیز سب سے پہلے اس ادارہ کے ناظم اعلیٰ و اراکین کا تہہ دل سے ممنون ہے کہ آپ نے از راہِ محبت و عنایت اس مؤقر مجلس میں حاضری کی دعوت دی اور فاضل علمائے کرام کے ملفوظات و ارشادات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم فرمایا۔

فجزاکم اللّٰہ خیر الجزاء!

(۱) محترم حضرات! جس امت کے لیے صحیفۂ ہدایت کی پہلی آیت "اقرأ باسم ربك الذي خلق" (سورۃ العلق:۱) نازل ہوئی ہو اس کو تعلیم کی ضرورت اور اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں ہے، قرآن کریم کی کئی آیتیں علم اور علما کی فضیلت پر مشتمل ہیں، اسی لیے قرنِ اول سے آج تک ہزاروں علمانے علم کے حصول کے لیے بے پناہ جدو جہد اور بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں جن کی نظیر دیگر امتوں کی علمی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

(۲) حصولِ علم تو بہت بلند چیز ہے؛ مگر قرونِ اولیٰ میں بہت سے علما اپنے اساتذہ کے اخلاق وکردار کو سیکھنے اور ان کے طرز زندگی سے سبق حاصل کرنے کے لیے بھی دور دراز کا سفر کرتے تھے۔

مثلاً عبدالرحمٰن بن مہدی(۱) فرماتے ہیں کہ ہم بعض علما کی خدمت میں علم حاصل کرنے نہیں جاتے تھے؛ بل کہ صرف اس مقصد کے لیے حاضری دیتے تھے کہ ان کی نیک روش اور ان کا طرز و انداز سیکھیں گے۔

مشہور محدث علی بن مدینیؒ وغیرہ متعدد ائمۂ حدیثؒ حضرت یحییٰ بن قطانؒ کے پاس بعض اوقات صرف اس لیے حاضر ہوتے تھے کہ اُن کی روش و انداز دیکھیں۔(۲)

(۳) مگر افسوس ہے کہ یہی امت پچھلی چند صدیوں سے علم کے میدان میں پیچھے رہ گئی ہے، علم کے بعض شعبوں میں تو یہ امت صرف دوسروں کی خوشہ چین بن گئی ہے۔ رہا دینی علوم اور علوم عربیہ واسلامیہ کے مراکز کا معاملہ تو اس میں بھی بہت سی کمزوریاں درآئی ہیں، زمانہ کے تغیرات اور جدید نظریات وافکار کے پیش نظر ہمارے نصابِ تعلیم میں جس انقلابی تبدیلی کی ضرورت تھی اس کی طرف عموماً ہماری توجہ نہیں ہوسکی ہے، الا ما شاء اللہ! اس لیے ضرورت ہے کہ موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر مسائل تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے۔

---

(۱) كنا نأتي الرجل ما نريد علمه، ليس إلا أن نتعلم من هديه و سمته ودله.

(الآداب الشريعة لابن المفلح الحنبلي: ۲/۲۳۷)

(۲) آداب علم از مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ

(۴) مکرم حضرات! مسئلۂ تعلیم وتربیت میں چند سوالات قابل غور ہیں: (اول) ہمیں کیا پڑھانا ہے؟ (دوم) کس طرح پڑھانا ہے؟ (سوم) اساتذۂ کرام کی صفات کیسی ہوں؟ (چہارم) جامع نصاب کی تکمیل کی مدت کتنی ہو؟ (پنجم) مناہج تربیت کس طرح ہوں؟

(۵) سامعینِ محترم! ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ایک جامع نصابِ تعلیم تیار فرمایا تھا جس کو پڑھ کر اس دور کے فضلا نے اپنے اپنے زمانے کے باطل افکار ونظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، ہمارے اکابر حسبِ ضرورت نصاب میں تغیر اور کمی بیشی فرماتے رہے، جس کی تفصیل مولانا عبدالحی صاحب حسنیؒ کی کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے؛ نیز حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بھی ''مسلمانوں کے نظامِ تعلیم وتربیت'' میں روشنی ڈالی ہے۔

مگر پچھلے کئی سالوں سے نصاب میں تغیر وتبدل کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور ہماری اکثر درس گاہیں اسی قدیم نصاب پر قانع بن گئی ہیں۔

حالاں کہ موجودہ سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی میدانوں میں جو زبردست انقلاب آیا اور ان نظریات نے سماج میں جس طرح پکڑ جمائی ہے اس کے پیش نظر ضرورت ہے کہ ہمارے عزیز طلبا کو ان جدید نظریات وفلسفات کے مبادیات اور ان کے مضرات سے واقف کرایا جائے۔

ہمارے نصاب میں علوم عربیہ، فقہ واصول، حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ مبادیاتِ سیاست، مبادیاتِ اقتصادیات واصولِ معاشیات؛ نیز اسالیبِ غزوالفکری

اور بعض عالمی زبان کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے؛ نیز نصاب میں تقابلِ ادیان کا مضمون بھی شامل کرنا ضروری ہے۔

(۶) دوسرا سوال طریقۂ تعلیم: ہمارے مدارس میں طریقۂ تعلیم میں بھی تبدیلی کی ضرورت ہے، علومِ عربیہ، صرف ونحو، بلاغت کی تعلیم کے لیے عرب ممالک میں جو جدید طریقے رائج ہوئے ہیں، اس کو اپنا کر سہولت کے ساتھ عربی زبان پڑھائی جاسکتی ہے۔ قواعدِ نحو یاد کرنے سے زبان پر قدرت نہیں ہوسکتی، عربی زبان کے محفوظات (نظماً ونثراً) پڑھا کر اس پر قواعد کا اجرا ہو تو چند سالوں میں طالب علم بولنے اور لکھنے کے قابل ہوسکتا ہے، اس سلسلہ میں آلاتِ سمعیہ وبصریہ کا استعمال بھی مفید ہوسکتا ہے۔

فقہ کی کتابوں میں مختلف سالوں میں مختلف ابواب پڑھا کر بوجھ کو ہلکا کر سکتے ہیں، احادیث شریفہ کی تعلیم میں ابوابِ فقہیہ کی طویل بحثوں کو مختصر کر دیا جائے اور جن احادیث سے موجودہ دور کے مسائل میں رہ نمائی مل سکتی ہے، ان پر کلام کیا جائے تو طلبہ کے لیے بہت نافع ہوسکتا ہے۔

(۷) تیسرا سوال: کس طرح کے اساتذہ سے کام لیا جائے؟: محترم سامعین کرام! اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی درس گاہ میں تعلیم کی بہتری یا خرابی کا مدار اساتذہ کے انتخاب پر ہے، اگر استاذ اپنے فن میں کامل ہے تو فن کی کسی بھی کتاب کے ذریعہ طالب علم میں اس فن کا ذوق پیدا کرسکتا ہے، اگر استاذ میں طلبا کی صلاحیتوں کو پہچاننے اور اس کو اجاگر کرنے کی صلاحیت ولیاقت ہو اور طلبہ کو مشکل مسائل آسان انداز میں سمجھا سکتا ہو تو بہت آسانی سے فنی ذوق پیدا ہوسکتا ہے۔

مگر یہ کام وہی اساتذہ کر سکتے ہیں جو اپنے فن میں مہارت کے ساتھ مخلص بھی ہوں، تعلیم میں کامیابی کے لیے اخلاص اور اختصاص بنیادی شرطیں ہیں، تعلیم کا کام جگر سوزی اور پتہ مارنے کا ہے۔ حکیم مشرق ڈاکٹر اقبال نے صحیح کہا ہے ؎

نقش ہیں سب نا تمام سوزِ جگر کے بغیر

اس لیے اساتذہ کو طریقۂ تعلیم بتانے کے لیے تدریب المعلّمین کے شعبوں کی شدید ضرورت ہے؛ تاکہ اساتذہ طلبا کی نفسیات اور ان کے رجحانات کا مطالعہ کر کے تعلیم وتربیت کا کام کر سکیں، اس وقت ہر جگہ اچھے اساتذہ کے فقدان کی جو عام شکایت ہے اس کے تدارک کے لیے اس طرح کے ادارے مددگار ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ!

(۸) چوتھا سوال: مدتِ تعلیم کتنی ہو؟: مکرم حضرات! ہمارے طلبۂ عزیز میں سہولت پسندی کا جو مزاج پیدا ہو گیا ہے وہ تعلیم میں ترقی اور مہارت پیدا کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ہمارے اکثر طلبا مختصر مدت میں فاضل کی سند حاصل کرنا چاہتے ہیں؛ حالاں کہ ہمارے اسلاف مختلف فنون کو سیکھنے اور اس میں استعداد پیدا کرنے کے لیے کئی سال گزار دیتے تھے، اس لیے ضرورت ہے کہ اس مسئلہ پر بھی مدارسِ عربیہ کے ذمے دار غور کر کے جامع نصاب کے لیے مدتِ تعلیم متفقہ طور پر طے کریں۔

یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ صرف چند سالوں میں عربی علوم میں مہارت ہو جائے اور مفتی، فقیہ اور محدث ومفسر تیار کر دیا جائے، جس طرح سمندر کو گھڑے میں سمونا محال ہے، اسی طرح مختصر مدت میں علمی لیاقت اور کسی فن میں ملکہ پیدا کرنا بھی محال ہے۔

آج کل جو نصاب کو مختصر کرنے کی ہوا چلی ہے اس نے طلبا کی استعداد ختم کرنے میں بڑا پارٹ ادا کیا ہے۔

(۹) پانچواں سوال: تربیت کا کام کس طرح ہو؟:

مکرم سامعین! آج کل ہمارے اداروں میں طلبہ میں تربیت کے فقدان کا بھی بڑا مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ ہماری فوری توجہ کا مستحق ہے، پچھلے زمانے میں طلبہ کا اپنے اساتذہ سے جو ربط رہتا تھا اس ربط و تعلق میں موجودہ دور میں بہت کمی آ گئی ہے، اس لیے طلبہ میں وہ علمی ذوق اور فکری بلندی نہیں پیدا ہوتی جو پہلے پیدا ہو جاتی تھی۔

فکری پاکیزگی، زندگی میں سادگی، اخلاق میں بلندی اور علم میں پختگی؛ نیز اسلام کے لیے قربانی اور جاں نثاری کا جذبہ حضرات اساتذۂ گرامی اور اہلِ دل اور صاحبِ نسبت بزرگوں کی صحبت کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے۔

جب تک اسلام کے کے لیے مر مٹنے اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانی کا جذبہ پیدا نہ ہو ہم ان فضلا سے کوئی بہتر توقع نہیں کر سکتے۔ اپنے مقاصد کا عشق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور حقیقی محبت کے بغیر زندگی' زندگی نہیں بن سکتی ؎

رگوں میں گردشِ خوں ہو اگر تو کیا حاصل
حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں (اقبال)

اس لیے ہمارے مدارس کے طلبا کے لیے اہل اللہ اور اصحابِ دعوت و عزیمت کی سوانحات کے مطالعہ اور موجودہ دور کے بزرگوں سے تعلق پیدا کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

حضرت حبیب ابن شہیدؒ (جو امام ابن سیرینؒ کے شاگرد ہیں) اپنے لڑکے سے کہا کرتے تھے، بیٹے! فقہا اور علما کی مجالس میں بیٹھ کر ان سے ادب سیکھو، یہ چیز میرے نزدیک بہت سی حدیثوں کے جان لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۱۰) محترم حضرات! ان چند معروضات پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

اللّٰهم وفقنا لما تحب وترضى، واجعل اٰخرتنا خيرًا من الأولى۔ آمين!

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

قابل قدر سامعینِ کرام! میں اس مقالے کے ختم سے پہلے بطور مسک ختام مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ کی اس قیمتی نصیحت کو نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت والا نے شام و فلسطین کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا:

"قلت: إذا تتبعنا تاريخ الشخصيات والرجال البارزين الذين خدموا هذا الدين أو أحدثوا تجديدًا أو انقلابًا في المجتمع الإسلامي رأيناهم دائمًا يمتازون ويفوقون العامة في حرارة قلوبهم وقوة عاطفتهم وكثرة العبادات ودوام الذكر، و إذا لم يكن الإنسان فائض القلب بالإيمان واليقين، ملتهب الروح، قوي الشخصية الدينية لم يؤثر في غيره، ولم يحدث في المجتمع حرارة و روحًا وحياتًا ونشاطًا دينيًا.

ولكننا نرى مع الأسف أن المعلومات قد توسعت وتضخمت

جـدًا في هذا العصر، حتى لو وزعت على بلد لوسعت أهله، وجعلت من كـل فـرد مـن أفـراده عـالـمًا، ولكن القلب قد ضعف جدًا، وقوة الإرادة اضـمحلت اضمحلالًا كبيرًا، وهزل الإيمان. فنحن الآن نعلم شيئًا كثيرًا جـدًا، و لكن هذا العلم لايحملنا على العمل، و لا نجد إيماننا مثل إيمان الصحابة ومن بعدهم، ولا صلاتنا مثل صلاتهم. وذالك لأن معلوماتنا قد اتسعـت و تـضـخـمـت عـلى حساب الإيمان و العمل، فيجب علينا أن نـحـاسـب أنـفسـنـا و نخلص لها في النصيحة و التربية، و نعدها إعدادًا كـاملًا قبـل أن نـخـوض الـمـعـركة الـدامية بيـن مادية هذا العصر وبين الإسـلام، فـلا يـمكننا أن نثبت في هذه المعركة و أن نبارز هذه المادية الـقـوية الـفتانة إلا بروح قوية ودين متين و قلب عامر بالإيمان و استقامة دينية". (۱)

ہم ان شخصیات اور نمایاں حضرات کی تاریخ کا جائزہ لیں جنہوں نے اس دین کی خدمت کی، یا اسلامی معاشرہ میں نئی روح پھونکی اور انقلاب پیدا کیا تو ہمیں نظر آئے گا کہ وہ روح کی خلش، دل کی تپش، کثرتِ عبادت، ہمہ وقت ذکر میں مشغولیت میں عوام سے بہت فائق اور ممتاز تھے۔ اگر انسان ایمان ویقین سے بھرپور دل، روحانی حرارت اور بااثر دینی شخصیت کا مالک نہ ہو تو وہ نہ دوسرے پر اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ زندگی میں حرکت پیدا کرسکتا ہے۔

---

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۸۵، ط۳

مگر افسوس! ہم یہ دیکھتے ہیں کہ معلومات میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی ہے کہ اگر ایک شہر کے باشندوں پر تقسیم کیا جائے تو اس کے ہر فرد کو عالم بنا دیں؛ لیکن دل بہت کمزور، قوتِ ارادی حد سے زیادہ مضمحل وافسردہ اور ایمان بے جان ہو گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم نے بڑی علمی ترقی کی؛ لیکن یہ علم ہم کو عمل پر آمادہ نہیں کرتا، ہم اپنے ایمان کو صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے ایمان جیسا نہیں پاتے، نہ ہماری نمازیں ان کے جیسی نمازیں ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا علم ایمان وعمل سے کہیں زیادہ وسیع اور زیادہ ہو گیا ہے، اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنا محاسبہ کریں، نفس کی تربیت اور اس کے ساتھ بہی خواہی میں اخلاص اور حقیقت پسندی سے کام لیں۔ اسلام اور موجودہ مادیت کے مابین خطرناک جنگ میں اترنے سے پہلے اس کو پورے طور پر تیار کرلیں، جب تک ہم اس طاقت و اسپرٹ، دین میں پختگی واستقامت سے مسلح نہ ہوں اور پیمانۂ دل حقیقت ایمان سے لبریز نہ ہو اس وقت تک ہمارے لیے اس معرکہ میں ثابت قدم رہنا اور جمنا ناممکن، محال اور اس طاقت ور، دل فریب کافرادا مادیت کا سامنا کرنا دشوار ہے۔

وحدتِ نظامِ تعلیم اور اس کی اہمیت پر ایک نظر

آج سارے عالمِ اسلام میں دو طرح کے تعلیمی نظام چل رہے ہیں، ایک قدیم طرز کے مدارسِ دینیہ عربیہ ہیں اور دوسرے عصری مدارس' اسکول و کالج اور یونی ورسٹیاں ہیں۔ نظامِ تعلیم کی یہ ثنویت استعماری طاقتوں کی دین ہے؛ ورنہ برصغیر اور عالمِ عرب میں مغربی تسلط سے قبل ایک ہی درس گاہ میں دونوں قسم کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت'' میں تفصیل سے اس موضوع پر لکھا ہے۔ مولاناؒ نے ایک انگریز مبصر کے الفاظ نقل فرمائے ہیں:

''سات سال کے درس (یعنی درجۂ فضل) کے بعد ایک (ہندوستانی) طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے، دستار فضیلت باندھتا ہے، اور اسی طرح روانی سے سقراط' ارسطو' افلاطون' بقراط' جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم۔(۱)

مولانا گیلانیؒ نے ۱۹۴۳ء میں وحدتِ نظامِ تعلیم کی آواز اٹھائی تھی؛ مگر افسوس کہ اس کی اہمیت کما حقہٗ نہیں سمجھی گئی اور آج حال یہ ہے کہ عالم اسلام کے ہر گوشہ

---

(۱) دیباچہ غالب نامہ: ۱۴، مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت: ۱/ ۲۸۷

میں یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ استعماری نظام تعلیم چاہے وہ شرقی ہو یا غربی، جب تک ختم نہیں ہوگا اسلامی دنیا میں سکون نہیں ہوسکتا اور امتِ مسلمہ موجودہ خلفشار سے نجات نہیں پاسکتی۔

عالمِ اسلام میں مشرقیت، مغربیت یا لادینیت اور دینت کی کشمکش کا خاتمہ صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ہمارے نظامِ تعلیم میں ثنویت کو دور کرکے وحدت لائی جائے۔

۱۳۹۷ھ میں مکہ مکرمہ میں پہلی اسلامی تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، عالمِ عرب کے معروف عالم اور اسلامی ادیب شیخ محمد المجذوب صاحب حفظ اللہ نے اس کانفرنس میں ”التربية والتعليم في موازين الإسلام“ کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ پیش فرمایا تھا، جس میں مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کے سلسلہ میں بہت مفید نکات بیان کیے گئے ہیں اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ:

إن الأمة التي شهد الله بأنها خير أمة أخرجت للناس لا يستقيم أمرها مع التقليد الضرير، لأن مناط الخيرية فيها محصور في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والإيمان بالله، فإذا تجردت من هذه العناصر لم يكن لها في الخيرية من حق. وفي ضوء هذه الحقيقة الأولى ندرك أن علينا بحق أن نملي على الدنيا مناهج التربية و التعليم، بدلاً من أن نتلقي من هنا وهناك كل ما طاب وخبث بمنتهى التسليم.(۱)

---

(۱) أضواء على حقائق:۱۳۲

(بے شک وہ امت کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ وہ بہترین امت ہے، لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، اس کا معاملہ اندھی تقلید کے ساتھ (سے) درست نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس میں اچھائی کا پہلو امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور ایمان باللہ میں محصور ہے؛ لہٰذا جب وہ امت ان اساسی عناصر سے عاری ہو جائے گی تو اچھائی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اور ہم اس بنیادی حقیقت کی روشنی میں اس بات کا ادراک کرسکتے ہیں کہ یہ ہماری ذمے داری ہے کہ دنیا کو تعلیم وتربیت کے مناہج دیں، بجائے اس کے کہ اِدھر اُدھر سے ہر اچھی بری چیز کو بے چوں وچرا تسلیم کرلیں۔)

شیخ محمد المجذوب حفظہ اللہ نے مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے نصابِ تعلیم کے کتابچہ میں یہ جامع بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ:

"إن السبيل الوحيد لإصلاح التعليم عند المسلمين مقصورة على التحرير من التبعية للشرق أو الغرب، والعودة إلى منابع الوحي نصوّغ في ضوء ها المنهج والمدرسة والمدرس والطالب جميعًا.(۱)

(مسلمانوں کے نزدیک اصلاحِ تعلیم کے سلسلہ میں صرف ایک ہی راستہ ہے جو کہ منحصر ہے مشرق یا مغرب کی اقتدا کے بندھن سے آزادی حاصل کرنے پر اور وحی کے سرچشموں کی طرف رجوع کرنے پر منحصر ہے جس کے سانچہ میں ہم منہج، مدرسہ، مدرس اور طالب سب کو ڈھالیں)

---

(۱) ص ۱۳۱

اس دنیا میں ہر ملک اور جماعت اپنے عقائد، نظریات اور قومی حالات کو سامنے رکھ کر تعلیم کا ڈھانچہ تیار کرتی ہے حتیٰ کہ خود امریکی ماہر تعلیم انگریز یورپ کے نظریۂ تعلیم کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جیسا کہ مشہور فاضل شیخ عبدالرحمٰن حسن حنبکہ المید انی اپنی کتاب ''غزو في الصميم'' میں نقل فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر (DR.J.B.conant) اپنی کتاب ''التربية والحرية'' میں لکھتے ہیں:

''إن عملية التربية ليست عملية تعاط و بيع وشراء، و ليست بضاعة تصدر إلى الخارج أو تستورد إلى الداخل، إننا في فترات من التاريخ خسرنا أكثر مما ربحنا باستيراد نظرية التعليم الإنكليزية و الأوربية إلى بلادنا الأمريكية''. (۱)

امریکی فاضل یہ بات لکھ رہے ہیں؛ حالاں کہ امریکی اور انگریزی قوم کی زبان مشترک ہے، تہذیب میں بھی وحدانیت ہے۔ سیاسی مصلحتیں بھی ایک جیسی ہیں اور مذہبی اعتبار سے بھی پروٹسٹنٹی ہیں۔

تو امتِ مسلمہ کس بنیاد پر مغربی یا مشرقی نظامِ تعلیم کو من وعن قبول کر رہی ہے؟ جن کے عقائد، تہذیب، زبان اور سیاسی مصالح اُن سے بالکل مختلف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم جب تک ایسی درس گاہوں کے قیام سے قاصر رہیں گے جو جدید وقدیم کا سنگم ہوں اور جہاں طلبا کو فکری اور عملی دونوں اعتبار سے مسلمان بنایا جاتا ہو اور جو درس گاہیں طلبا میں رسالتِ محمدیؐ کی افضلیت وصالحیت اور

(۱) غزو في الصميم: ص۱۸، ط. دار التعليم دمشق

آخرت کی جواب دہی کا یقین پیدا کرتی ہوں، ہم امت کی کشتی کو پار لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

اس مشکل سے نجات کا بہتر طریقہ وہی ہے کہ جس کو عالمِ اسلام کے ماہرین تعلیم ”أسلمة العلوم“ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں کہ عصری علوم کو اسلامی بنا کر ہماری تعلیمی درس گاہوں میں خالص علومِ دینیہ کے ساتھ پڑھایا جائے۔

آج عیسائی اور یہودی قومیں اپنے تعلیمی نظام کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق چلا رہی ہیں، اسی طرح اشتراکی ممالک اپنا نظامِ تعلیم اشتراکی نظریہ کے پیش نظر تیار کرتے ہیں، جس کو پڑھ کر طالب علم اس نظریہ کا داعی و حامی بنتا ہے، امتِ مسلمہ کو بھی اسلام پر یقین رکھنے والے اور انسانیت کو اسی راہ پر لانے والے افراد اپنے نظامِ تعلیم کے ذریعہ تیار کرنے پڑیں گے۔

ہندوستان میں قدیم طرز کے عربی مدارس میں اب بھی یہ فکر موجود ہے اور دہلی، بہار وغیرہ میں مختلف تعلیمی کانفرنسوں میں ان مسائل پر بحث وتحیض ہوتی رہی ہے؛ نیز قومی وقف کونسل نے علما کی ایک کمیٹی بنا کر ایک نصاب بھی تیار کیا تھا؛ مگر افسوس ہے کہ اس کو عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔

البتہ اس طرز فکر کے مدارس کے قیام میں جس میں جدید و قدیم دونوں عنصروں کو ملایا گیا ہے، کچھ مشکلات ہیں جس کا حل تلاش کرنا ضروری ہے۔

(۱) دینیات کے ساتھ جدید علوم پڑھانے کے لیے ایسی درسی کتابیں نایاب ہیں جو اسلامی نظریہ کے مطابق لکھی گئی ہوں۔

شیخ عبد الرحمٰن حسن حنبکہ تحریر فرماتے ہیں:

فكل سياسة تعليمية ذات أهداف معينة، و ترمي إلى إنشاء أجيال تؤمن بعقائد معينة، و تعمل لبناء نظم معينة، لا تسمح بكتاب يقرر أفكارا أو علومًا، و معارف مناقضة أو مضادة لما رسم في أهدافها...(۱)

(۲) ایسے اساتذہ نہیں ملتے جو اسلامی الفکر ہوں تا کہ وہ طلبا میں اس فکر کو اجاگر کر سکیں اور ایک ہی درس گاہ میں دو الگ الگ طرز فکر کے مدرس نہ ہوں۔

مکہ کی مؤتمر تعلیمی کی توصیات میں بھی اس پر خاص توجہ دلائی گئی ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”و تؤكد اللجنة كذالك أن أهداف المناهج و غايتها ليست وحدها التي تكوِّن النظام التعليمي، فمحور هذا النظام هو المعلم. لذالك يجب إعطاء الأولوية الكبرى في التخطيط لبرنامج إعداد المعلم الإسلامي......“(۲)

(۳) ہمارے مدارسِ عربیہ میں طالبِ علم دس سال میں فارغ التحصیل ہونا چاہتا ہے اور اس مدت میں ایسا نصاب تیار کرنا جس میں علومِ عصریہ اور دینیہ کو ملایا گیا ہو اور علومِ عربیہ کی بھی اچھی تعلیم ہو بہت دشوار ہے۔

(۴) اگر موجودہ عربی مدارس کے نصاب میں تخفیف کر دی جائے تو دینیات میں وہ مہارت پیدا نہیں ہوگی جو مطلوب ہے۔

---

(۱) غزو في الصميم: ٦٠، ط. دار التعليم دمشق (۲) غزو في الصميم: ٢٨٢

(۵) جو اساتذہ یونی ورسٹی سے تعلیم حاصل کر کے جدید علوم سے واقف ہیں وہ مدارس عربیہ کی قلیل تنخواہ پر مطمئن نہیں، اور مدارس حکومت کے معیار پر تنخواہ دینے سے قاصر ہیں۔ اس لیے مسلم ماہرین تعلیم کو اِن تمام مشکلات کو سامنے رکھ کر کوئی نصاب تیار کرنا چاہیے اور تجربہ کے لیے کسی درس گاہ میں عملاً کام شروع کر دیا جائے، اگر علومِ دینیہ میں مہارت اور علوم عصریہ سے واقفیت بھی پیدا ہو جائے تو اس کو عام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

البتہ ہمارے ملک کے جو دینی ادارے خالص دینی علوم ہی پڑھانا چاہتے ہیں ایسے اداروں کی مزاحمت نہ کی جائے اس لیے کہ وہ جس حالت میں ہیں اور جس نصاب کو پڑھا رہے ہیں، وہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

اس ناچیز راقم سطور کو افریقہ کے مختلف ممالک کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ زامبیا' زمبابوے' موریشش' ری یونین' جنوبی افریقہ' نیز برطانیہ وغیرہ، ان ممالک میں ان قدیم طرز کے مدارس عربیہ کے فضلا دینی دعوت وتبلیغ اور اسلامی تعلیم کا جو کام کر رہے ہیں وہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اُن میں سے بعض ممالک میں غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد قبولیت اسلام کی سعادت حاصل کر چکی ہے، علاوہ ازیں ہندوستان کے اُن دور دراز علاقوں میں جہاں دنیوی سہولتوں کا بالکلیہ فقدان ہے، جس مثالی صبر اور انتہائی سادہ زندگی گزار کر یہ فضلا خدمات انجام دے رہیں، اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد اُن دیہاتوں میں مشقت اٹھانے والے مشکل سے ملیں گے۔ اور یہ بات

صرف وسوسہ کی حدتک نہیں بل کہ جن دینی اداروں کے فضلا کو یہ موقع ملا کہ وہ عصری درس گاہوں میں داخل ہوکر وہاں کی سند حاصل کرسکے، اُن کی نگاہیں دائماً بہتر مواقع کی تلاش میں رہتی ہیں اوران میں شاید ہی کوئی جفاکشی کے ساتھ دینی کام کرنے کے لیے آمادہ ہوسکتا ہے۔

جب وحدت تعلیم والا نظام عام ہوتا جائے گا تو شاید بہت سی مشکلات حل ہو جائیں۔

آخر میں ہم اُن تمام احباب کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس اہم مقصد کی طرف عملی قدم اٹھایا ہے اوراس کی ترقی کے لیے دل وجان سے کوشاں ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو خلوص کے ساتھ اس راہ میں آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ درس گاہ دوسروں کے لیے نمونہ بن سکے۔

نسأل اللّٰه تعالٰی أن يوفقنا جميعًا ما فيه خير الإسلام و المسليمن، و هو الموفق والهادي إلى سواء السبيل. وصلى الله على خاتم النبيين“.

فضلائے مدارس کے لیے چند قیمتی ہدایات

مدرسین کے لیے چند چیزیں بہت ضروری ہیں:

(۱) طلبہ کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں حتی الامکان جسمانی سزا میں نرمی رکھیں۔

(۲) کم عمر بچوں کو خدمت کے لیے قطعاً نہ بلائیں، اگر کوئی نہ ہو تو دو تین کو ساتھ بلائیں۔

(۳) طلبہ کو درس گاہ میں نظام کا اور ادب کا پابند بنائیں۔

ع بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

(۴) جس فن کی کتاب زیرِ درس ہو، اس کی شروحات کے علاوہ اس فن کی دوسری کتابیں بھی مطالعہ میں رکھیں، ہر مصنف کا مسئلہ کی تفہیم کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے، اس لیے مختلف کتابوں کے مطالعہ سے تفہیم میں سہولت ہوتی ہے۔

(۵) مدرس کو فرائض اور امورِ شرعیہ کا پابند اور تقویٰ والی زندگی اختیار کرنا بہت ضروری ہے، معلم طلبہ کے لیے قدوۂ حسنہ ہوتا ہے، مدرس کے اعمال جتنے بہتر ہوں گے طلبہ اسی مقدار اس کا اثر قبول کریں گے۔

(۶) مدرسہ کے انتظامی معاملات میں قطعاً دخل نہ دیں، درس وتدریس میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں۔

(۷) کسی مدرس کے بارے میں طلبہ کے سامنے کوئی بات نہ کریں، اس سے آپس میں رنجش پیدا ہوتی ہے اور دشمنی ہوتی ہے۔

(۸) ادارہ کی طرف سے جو کتاب سپرد ہو، اس کو خوشی سے قبول کر کے پڑھائیں، بڑی بڑی کتابوں کا مطالبہ نہ کریں، جو لوگ ابتدائی کتابوں سے تدریس شروع کر کے ترقی کرتے ہیں، وہ بہت کامیاب رہتے ہیں۔

(۹) اسباق میں پوری پابندی فرمائیں، بار بار کی غیر حاضری سے مدرس کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

(۱۰) کتاب میں جو بات سمجھ میں نہ آئے فوراً دیگر علما یا اپنے اساتذہ سے معلوم کریں، سوال کرنا عیب نہیں ہے۔ (السؤال نصف العلم)(۱)

(۱۱) اپنے علم میں برکت کے لیے، اساتذہ کے لیے اور شاگردوں کے لیے روزانہ دعا کرتا رہے، آج کل اس کا اہتمام بہت کم ہو گیا ہے۔

(۱۲) کبھی کبھی اپنے اساتذہ کو دعوت دے کر اپنے شاگردوں کی تعلیمی کیفیت کی جانچ کرائیں اور جو کوتاہی ہو، اس کی اصلاح فرمائیں۔

(۱۳) کسی صاحبِ نسبت سے تعلق پیدا کر کے ہر ماہ ان کو خط لکھا کریں، انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

یہ چند باتیں جو تجربہ کی ہیں، تحریر کر دی ہیں، اگر اس پر عمل ہوگا تو انشاءاللہ کبھی پریشانی نہیں ہوگی۔ (وهو ولي التوفيق)

---

(۱) اصلاح المال لابن ابی الدنیا: ۳۴۳، عمدۃ القاری: ۲/ ۲۷

جس سمت میں چاہے صفتِ سیلِ رواں چل
وادی یہ ہماری ہے ، وہ صحرا بھی ہمارا
(علامہ اقبالؔ)

بابِ ہفتم

سفرنامے

فخرِ گجرات، زینت العلما حضرت

مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

کے بیرونِ ملک کے اسفار کی دلچسپ روداد

ادیبِ مومن کا سفرنامہ

موجودہ دور میں مواصلات اور اسباب و وسائل کی سہولتوں اور غیر معمولی ترقیوں کے سبب ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر پہلے زمانے کی نسبت کہیں زیادہ آسان اور آرام دہ ہو چکا ہے اور دنیا کے مختلف حصوں میں سفر کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ان سفر کرنے والوں میں تجار بھی ہیں اور اصحابِ صنائع بھی، عامی بھی ہیں اور عالم بھی، اصحابِ علم و فضل اور اربابِ قلم کا شیوہ زمانۂ قدیم سے اپنے اسفار کی روداد قلم بند کرنے کا رہا ہے، جس سے قارئین کو مختلف ممالک کے سیاسی، جغرافیائی اور تمدنی احوال اور ان ملکوں کی مختلف تحریکات وشخصیات سے واقفیت ہوتی ہے۔

متعدد سفر ناموں کے مطالعہ کرنے سے ان کے مصنّفین یا مرتبین کے ذوق اور ان کے فکری ڈھانچہ اور میلانِ طبع کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ایک صاحبِ ایمان اور داعی کا سفر صرف دماغی تسکین اور بلا مقصد سیر وسیاحت اور لذت عیش کے لیے نہیں ہوتا؛ بل کہ ان کا سفر خدا کے ابدی پیغام کو عام کرنے اور قوموں اور ملتوں کو دین و مذہب کے معیار پر پرکھنے، ملی امراض کی نشان دہی کرنے اور اس کے علاج کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

ایسا ادیب مؤمن اپنے قلم سے بظاہر ایک سفرنامہ لکھتا ہے؛ لیکن اس میں وہ علم وحکمت اور نوجوانوں کے لیے پیغامِ حیات پیش کرتا ہے۔

آج کی مجلس میں ہم ایسے ہی ایک سفرنامہ پر نظر ڈالیں گے جس کو بجا طور پر ''ادیب مومن کا سفرنامہ'' کہہ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے ۱۹۵۱ء میں شرق اوسط کا علمی و دعوتی سفر فرمایا، موصوف عربی زبان میں روزنامچہ تحریر فرماتے رہے جو بعد میں "مذكرات سائح في الشرق الأوسط" کے نام سے پہلی بار قاہرہ سے طبع ہوا۔ اس سفرنامہ کی خوبی یہ ہے کہ ایک طرف اس کی سلیس وشیریں عربی زبان اور اس کا ادبی اسلوب قاری کے دل کو موہ لیتا ہے تو دوسری طرف اس کے مختلف صفحات پر پھیلی ہوئی علم وحکمت کی باتیں، اشخاص اور اداروں پر جامع تبصرے مطالعہ کرنے والوں کے دل ودماغ کو روشنی بخشتے ہیں۔

اس مختصر مقالہ میں مذکرات کے مختلف صفحات سے چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

(۱) مقصد سفر:

ہر مسافر اپنے سفر کا کوئی خاص مقصد رکھتا ہے، صاحب مذکرات اپنے سفر کا پاکیزہ مقصد ان الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں:

"وداعًا أيتها الجزيرة العربية غير مهجورة ولا مملولة، فليست هذه الرحلة إلا في سبيلك والاتصال بأسرتك العزيزة المنتشرة على

ساحل البحر الأحمر والبحر الأبيض المتوسط، أبلغها تحياتك، وأرى ما فعلت الأيام بها بعد انفصالها عنك، وما فعلت برسالتك التي حملتها عنك للعالم، والأمانة التي تقلدتها، ثم أعود إليك إن شاء الله أحكي لكِ قصة هذه الأقطار الإسلامية العربية، وما شاهدت في هذه البلاد من خير وشر، ومارأيت لأبنائك من وفاء وجفاء بكل أمانة وصراحة، فالرائد لايكذب أهله، ومن الكذب المهلك والخيانة المردية، المجاملة في الأخبار والمبالغة في التفاؤل". (۱)

''اے جزیرۃ العرب! ہم تجھ کو وداع کر رہے ہیں؛ مگر یہ جدائی اکتا کر اور دائمی نہیں ہے، میرا یہ سفر بھی دراصل تیری ہی راہ میں تیرے ہی تعلق کی بنا پر ہے، تیرے ان عزیز خاندانوں کی ملاقات کی غرض سے ہے جو بحر احمر اور بحیرۂ روم کے کناروں پر پھیلے ہوئے ہیں، ان کو تیرا سلام پہنچادوں گا اور اس بات کا جائزہ لوں گا کہ تجھ سے جدا ہونے کے بعد زمانہ کی گردش نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس دعوت و پیغام کی مقدس امانت کے ساتھ انہوں نے کیا برتاؤ کیا، جس کی ذمے داری تو نے ان کے سپرد کی تھی۔ میں انشاء اللہ پھر تیرے پاس آؤں گا اور تجھ سے ان عرب اور اسلامی ملکوں کی داستان بیان کروں گا اور ان ملکوں میں تیرے ان فرزندوں کی وفاداری یا تیرے پیغام کی ناقدری اور ناشناسی کی جو بھی تصویر دیکھوں گا کمی بیشی کیے بغیر تیرے سامنے عرض کردوں گا، عربی مثل ہے کہ قافلہ کا رہبر کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۱، ط۳

سب سے بڑا مہلک جھوٹ اور تباہ کرنے والی ہلاکت یہ ہے کہ رہبر اپنی قوم سے مبالغہ آمیز اور ضرورت سے زائد خوش گمانی کی باتیں کرے"۔

(۲)اذان اپنی تاثیر کھو چکی ہے:

صاحبِ مذکرات بحری جہاز سے سفر فرما رہے ہیں، ایک رات گزر گئی اور صبح صادق ہوئی تو کسی مصری بھائی کی اذان کی آواز گونجی، چند اصحابِ ایمان اپنے رب کے حضور سجدے کے لیے جمع ہو گئے؛ مگر مسافروں کی اکثریت اس ربانی صدا پر لبیک کہنے سے محروم رہی، ادیب مؤمن کو ٹھیس لگی اور قلبی تاثر ان الفاظ میں لکھا گیا:

"و أذن أخ مصري لصلاة الصبح، فكان هو الصوت الوحيد و الصوت الحق الذي دوي في هذا السكون المخيم على البحر والباخرة، هذا هو النداء الذي أيقظ العالم بالأمس، واضطرب له البر والبحر، ولكنه لم يستطع أن يوقظ جميع المسلمين في الباخرة على قلة عددهم، إنه مع الأسف قد فقد شيئًا كثيرًا من قوته و سلطانه على القلوب. وأكثر ما أضعف سلطانه الروحي هي المادية الغربية التي تعتقد الفلاح في غير الصلاة وفي غير العبادة والدين، ولا تصدق بأن الصلاة خير من النوم".(۱)

"ایک مصری دوست نے فجر کی اذان دی، صبح تڑکے میں یہ پہلی حق کی آواز تھی جو جہاز وسمندر کی پرسکون وخاموش فضا میں گونجی، یہ وہی آواز تھی جس نے کبھی عالم کو بیدار کیا تھا، بحر وبر میں زندگی کی روح پھونک دی تھی؛ مگر اس وقت یہ آواز جہاز

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی:۱۳، ط۳

کے مسافروں کو بھی نہ جگا سکی جو بہت تھوڑے تھے۔ کتنی دل خراش حقیقت ہے کہ اذان آج اپنی قوت، طاقت اور دلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت اس حد تک کھو چکی ہے۔ اس کی روحانی طاقت وتاثیر کو سب سے زیادہ جس نے کمزور اور بے اثر کیا وہ مغرب کی مادیت ہے، جس کو دین وعقیدہ، نماز وعبادت کے سوا تمام چیزوں میں کامیابی کی منزلیں نظر آتی ہیں، یہ مادیت اس کی قائل نہیں کہ نماز نیند سے بہتر ہے''۔

(۳) اسلام کا پیغام ابدی پیغام ہے:

شرق اوسط کے مسافر رواق الہند (ہندوستانی دارالاقامہ) میں پہنچتے ہیں، وہاں ہند وپاک، شام وفلسطین کے علاوہ ترک نوجوانوں کی بھی خاصی تعداد موجود ہے، اکثر نوجوان وجیہ اور سنجیدہ معلوم ہوئے تو ملت کے اس گراں مایہ سرمایہ کو اپنا درد دل اس طرح سنایا:

''إن الإسلام رسالة خالدة ليس فيها قديم وجديد، إنما القديم والجديد في الحضارات والآداب وغيرها، وكل جماعة تدمج نفسها، وشخصيتها في هذه الرسالة و تربط حياتها بها يكتب لها الخلود والبقاء، وتخرج من سلطان الأزمنة و الأمكنة الخاضعة لناموس التغير والانقلاب، وتنتصر على القوى المادية وعلى جميع المعارضات والمنافسات. وكان هذا سرّ انتصار الصحابة رضي الله عنهم وسرّ عظمتهم، فقد قدروا قواهم ومواهبم تقديرًا صحيحًا ووزنوها وزنًا دقيقًا، فرأوا أنهم لايستطيعون أن يجاروا الفرس والرومان في مدنيتهم

وماديتهم وقوتهم الحربية، فأدمجوا أنفسهم في هذه الرسالة الخالدة التي جاء بها محمد صلى الله عليه وسلم، والتي قضى الله بظهورها وانتصارها وذيوعها في العالم وأخلصوا لها وربطوا حياتهم ومستقبلهم بها بحيث أصبحوا والإسلام شيئًا واحدًا، لايعيش إلا بهم ولا يعيشون إلا به، فلما كان ذالك وامتحن الله قلوبهم للتقوى، استحقوا النصر من الله، وقضى الله بظهورهم وغلبتهم وتمكينهم في الأرض“.(۱)

”اسلام ایک ابدی پیغام ہے جو قدیم وجدید کی بحث سے ماورا ہے، قدیم وجدید کا فرق تو انسان کے خود ساختہ نظاموں، تہذیبوں اور ادب وزبان میں ہوتا ہے۔ جو قوم وجماعت بھی اپنے کو اس پیغام سے منسلک کردے گی اور اپنا رشتۂ حیات اس سے جوڑ دے گی اس کو بقا اور دوام حاصل ہوگا، وہ زمان ومکان کی قید سے آزاد ہوگی جو انقلاب وتبدیلی کا تابع ہے، اور مادی قوتوں، طاقتوں، رکاوٹوں اور رقابتوں پر غالب ہو جائے گی۔ یہی صحابۂ کرامؓ کی کامیابی وبڑائی کا راز تھا، انہوں نے اپنی قوت اور خداداد صلاحیت کا اندازہ لگایا اور اس کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ روم وفارس جیسی ترقی یافتہ مادی وفوجی طاقت رکھنے والی حکومتوں کے ہم پلہ نہیں ہوسکتے، انہوں نے اس ابدی پیغام سے اپنے کو منسلک کردیا جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، جس کے ظہور وغلبہ اور سارے عالم میں پھیلنے کا خدائی فیصلہ ہو چکا تھا۔ صحابۂ کرامؓ نے اپنی شخصیت، اپنے وجود اور اپنے جان ومال کو ہر طرح سے اس

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص۱۸-۱۹، ط۳

کے لیے وقف کر دیا تھا، اپنے مستقبل اور رشتۂ حیات کو اس میں فنا کر دیا کہ وہ اسلام کا جزء لاینفک بن گئے کہ نہ ان کے بغیر اسلام پھل پھول سکتا تھا اور نہ وہ اسلام سے الگ و بے نیاز ہو کر زندہ رہ سکتے تھے۔ جب صحابۂ کرامؓ نے اس ہمت وعزیمت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو صلاح وتقویٰ کی میزان میں تول لیا تب وہ نصرت وتائید خداوندی کے مستحق ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ظہور وغلبہ اور روئے زمین پر ان کے قدم جما دینے کا فیصلہ فرمایا''۔

(۴) اسلام خاندانی میراث نہیں ہے:

صاحب مذکرات ''الجمعیۃ الشرعیۃ'' کی مسجد میں تشریف لے گئے، نماز کے بعد موصوف سے درخواست کی گئی کہ اپنے ملفوظات سے نوازیں تو موصوف نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا:

''إن الإسلام ليس تراثا يتوارثه ابن عن أب وجيل عن جيل كما يعتقد كثير من الناس، فاستهانوا بقيمة هذا الدين لأنه انتقل إليهم عفوا من غير تعب و مجانا من غير ثمن، فإذا أصيب برزيئة أو هدده الخطر لم يحرك ذالك منهم ساكنا، بالعكس من الصحابة رضي الله عنهم الذين عبروا إلى الإسلام نهرا من دم و قنطرة من متاعب و صنوف العذاب، فكان الإسلام أغلى عندهم من نفوسهم ونفائسهم وأهلهم وأموالهم. ولنرجع إلى تاريخنا وحياتنا الماضية، فلننظر هل نجد فيها صفحة مشرقة من جهاد، أو حسن بلاء في دين الله، أو صبر على المكروه، أو

رباط في سبيل الله، أو غربة في دين الله؟ فإذا وجدنا فلنحمد الله على ذالك و لنقر بها عينا، أو لا، فنتهم نفوسنا ونستقل أعمالنا“.(۱)

”اسلام کوئی میراث نہیں ہے جو بیٹے کو باپ سے اور ایک نسل کو دوسری نسل سے ملتی رہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، جو لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں ان لوگوں نے دین کی قدر و قیمت نہیں سمجھی، اس لیے کہ اسلام ان کو کسی مشقت کے بغیر اور بلا قیمت مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام کو کوئی گزند پہنچتی ہے تو ایسے لوگوں کے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی، ان میں کوئی حرکت اور جذبۂ مقاومت نہیں پیدا ہوتا، اس کے برعکس صحابۂ کرامؓ کی جماعت ہے جنہوں نے اسلام کے لیے خون کا دریا پار کیا، مصائب اور آلام کے پل سے گزرے، یہی وجہ ہے کہ اسلام ان کو جان و مال سے زیادہ محبوب و مرغوب ترین چیزوں حتی کہ آل و اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تاریخ کا جائزہ لیں، اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں عمل پیہم، اللہ کے دین کے لیے ابتلا و آزمائش، مصائب و مشکلات میں صبر و ثبات، حدود اسلامی کی حفاظت اور راہ خدا میں قربانی و عزیمت کا ایک سنہرا اور تابناک باب نظر آئے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں اور موجودہ صورت حال میں مجرم اولین خود کو گردانیں اور پھر اپنے اعمال و کردار کو درست اور مستحکم کرنے کا فیصلہ کریں“۔

(۵) تحریکوں کی زندگی کا انحصار:

صاحبِ مذکرات نے ”الجمعية الشرعية“ کی خدمات اور اس کی

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص۲۲، ط۳

افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک اہم اور پتے کی بات عرض کی ہے، جو آج بھی مختلف دینی اور اصلاحی جماعتوں کے لیے توجہ کے قابل ہے، تحریر فرماتے ہیں:

”وقد رأينا كثيرا من الجمعيات والجماعات يؤسسها رجل مخلص عبقري صاحب تفكير و شخصية قوية، ثم يخلفه رجال لايزيدون في ثروتها ولا يجمعون بين دعوتها وروح العصر. و لا يفكرون في زيادة شيء وتغيير أسلوب بأسلوب أقوى أو أنفع، فلا تلبث أن تضمحل هذه الجماعة أو المؤسسة بالتدريج أو تبقى جسدا بلا روح“.(۱)

”تجربہ بتاتا ہے کہ بہت سی انجمنیں اور جماعتیں ایسی ہیں جن کی داغ بیل ایک مخلص، صاحبِ فکر اور با اثر شخصیت ڈالتی ہے؛ لیکن جب اس کی جگہ ایسے لوگ آتے ہیں جو اس کے سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں کرتے، زمانہ کے تقاضوں اور اپنی دعوت وپیغام کے طریقہ واسلوب میں توازن نہیں قائم کرتے اور زیادہ مؤثر، نفع بخش طرز واسلوب نہیں اپناتے تو یہ جماعت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھودیتی ہے یا لاشئہ بے جان ہوکر رہ جاتی ہے۔

(۶) دینی کام کرنے والوں کے لیے تزکیۂ نفس ضروری ہے:

صاحبِ مذکرات کو مصر کے معروف عالم شیخ حامد الفقی سے ملاقات کرنے اور ان کے درس میں حاضر ہوکر سورۂ مریم کی تفسیر سننے کا موقع ملا، ان کے مؤثر اور دل کش طرز بیاں سے مسرت محسوس کی؛ مگر جو کمی محسوس ہوئی، وہ اہل اللہ سے دوری اور

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۲۵، ط۳

تزکیۂ نفس کی طرف عدم توجہ کی تھی۔اس لیے مخلصانہ نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ:

”كـذالك أتـمـنى أن يكون في درسه نصيب للقلب مثل نصيب العـقـل أو أكثر، فذالك الذي يزكي النفوس ويولد الخشوع والإنابة إلى الـلّه، واتهام النفس وهو مما لا بد منه لجماعة تنهض لإصلاح المسلمين و خدمة الدين“.(۱)

”مجھے خیال ہوا کہ کاش ان کے درس میں عقل کی طرح دل کا بھی حصہ ہوتا کہ زیادہ تر یہی چیز تزکیۂ نفس، خشوع اور انابت الی اللہ کی دولت سے آشنا کراتی ہے، یہ چیز ایسی جماعتوں کے لیے بہت ضروری ہے جو مسلمانوں کی اصلاح اور دین کی خدمت کا دم بھرتی ہے“۔

(۷) دعوت الی اللہ طاقت ور ایمان، حسن اخلاق اور قربانی کی طالب ہے:

بہت سے لوگ دعوت الی اللہ کی اہمیت اور اس کی نزاکت کو کما حقہ نہیں سمجھتے اور اس کو ایک آسان اور معمولی کام سمجھ کر شروع کر دیتے ہیں، ”جماعت انصار السنہ“، قاہرہ کے ایک جلسہ میں اس اہم نکتہ کی طرف حاضرین کو متوجہ فرمایا اور فرمایا کہ:

”و لـكـن الـدعـوة إلى الله تتناول الأخلاق و الروح و الفضائل و جـمـيـع الـمـؤهـلات الـديـنية والإنسانية، وتستلزم إيمانًا راسخًا، ويقينًا صـادقًـا، وتـضـحـيةً فائقةً، وإيثارًا نادرًا، وشجاعةً بارزةً، وعقلًا واعيًا، و عـلـمًـا صحيحًا، و لسانًا ذاكرًا، وقلبًا منيبًا. وتستلزم العبودية والخشوع،

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص۳۰، ط۳

والابتهال في الدعاء، والإطراح على عتبة الربوبية. و إنها ليست مجرد تبليغ ولا تعليم؛ بل هي مجموع تبليغ و تعليم وتربية و تزكية، و خلافة التي بعثه الله إلى الأميين" (يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة) صلى الله عليه وسلم".(۱)

''مگر دعوت الی اللہ حسن اخلاق اور تمام دینی اور انسانی تقاضوں کی طالب ہوتی ہے، وہ طاقت ور ایمان، سچے یقین، نمایاں قربانی، کھلی ہوئی بہادری، صحیح عقل وشعور اور علم وذاکر زبان، خدا کی طرف رجوع ہونے والے دل کی متقاضی ہوتی ہے۔ وہ عبادت میں خشوع، دعا میں ابتہال وتضرع اور خدائی چوکھٹ پر پڑ جانے کی متقاضی ہوتی ہے، یہ صرف تبلیغ وتعلیم ہی نہیں ہے بل کہ تبلیغ وتعلیم یا تربیت وتزکیہ سب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ یہ اس نبی کی خلافت وجانشینی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امیوں کی تربیت اور تزکیہ کے لیے مبعوث فرمایا'' (ان پر اس کی آیتوں کو بیان کرتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے، انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے)۔

(۸) مادّی دعوت ہی اسلامی دعوت کی حریف ہے:

صاحبِ مذکرات نے اسلامی دعوت کے لیے ہندوستانی طریقۂ کار کی وضاحت فرمائی اور دعوت اسلامی کی اصل حریف کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

"ثم قلت لهم: لقد خفتت الدعوات كلها و ماتت و وهنت إلا الدعوة المادية، فهي أقوى وأنشط ماتكون، وهي المنافس الأكبر للدين،

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص ۳۴، ۳۵، ط ۳

و المعسكر المعادي للإسلام، فيجب أن نستجمع قوانا ونأخذ أهبتنا وعدتنا لمحاربتها، و نستعد لمنا ضلتها استعدادًا علميًا فكريًا روحيًا خلقيًا، ولا يمكننا أن نؤثر التاثير المطلوب ونخرق الحجاب المادي الصفيق الذي حجب القلوب والأبصار إلا بشخصية دينية مؤثرة، وقوة روحية مسخرة".(۱)

''پھر میں نے کہا، آج تمام دعوتیں سرد پڑ چکی ہیں، کمزور و بے روح ہوگئی ہیں، بس ایک دعوتِ مادیت کا دور دورہ ہے، یہی دین واسلام کے جدو جہد کرنے والے لشکر کا سب سے بڑا حریف ہے، اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ اپنی طاقت کو مضبوط بنائیں اوراس سے برسر پیکار ہونے کی تیاری کریں، اس سے آنکھیں ملانے بل کہ اس کی کلائی موڑنے کی علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تیاریاں کریں۔اس کے بغیر ہمارے لیے ممکن نہیں کہ کما حقہ ہم اس پر اثر انداز ہوں اور مادیت کے ان دبیز پردوں کو چاک کریں جو دل ونگاہ پر چھا چکے ہیں، ہم مؤثر دینی شخصیت اور مسحور و مسخر کرنے والی روحانی قوت ہی سے اس پر غالب آسکتے ہیں''۔

(۹) مغربی تہذیب دم توڑ رہی ہے، اب دنیا کی فلاح معمارانِ حرم سے وابستہ ہے:

جامع ازہر کے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے شرق اوسط کے سائح نے فرمایا کہ مغربی تہذیب اپنے ترکش کے سارے تیر خالی کر چکی ہے، اب عالم

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص ۳۶، ط۳

انسانیت کی امیدیں انہیں سے وابستہ ہیں جنھوں نے حرم کی تعمیر کی تھی، موجودہ دور میں اسلام اور مغربی تہذیب اور اس کے فلسفۂ حیات ہی کے درمیان مقابلہ ہے، مسلم نوجوانوں کو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے اور قوت آزمائی کرنے کے لیے کمر ہمت باندھنے کی ضرورت ہے۔

”وعلى الشبان أن يجاهدوا في هذه السبيل، فعلى أكتافهم قامت كل حركة و دعوة حقا. و يتصور بعض الناس باطلا أن الصحابة – الذين على عواتقهم قام الإسلام ودعوته– كانوا شيوخًا معتزلين عن الحياة، و أن الحياة زهدت فيهم، فأقبلوا على الإســـــلام، لا بل كانوا رجال الحياة ودعائم المجتمع، لذالك فزعت قريش وحسبت للإسلام كل حساب، و قالت لمارأ ت إقبال العقلاء وخيار الشبيبة إلى الإسلام: إن هذا لشيء يراد“.(١)

اب نوجوانوں کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ اس جنگ میں قوت آزمائی کریں، حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک اور دعوت انہیں کے توانا بازؤں پر قائم ہوئی، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صحابۂ کرام جن کے بل بوتے پر دعوت اسلام کا نشو ونما ہوا اور اسلام پروان چڑھا وہ کمزور اور زندگی سے الگ تھلگ تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ زندگی نے انہیں ٹھکرا دیا تو وہ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے؛ بل کہ وہ زندگی کے مرد میدان اور معاشرے کے ستون تھے، یہی وجہ تھی کہ جب قریش نے ہوشیار و دانا اور اچھے نوجوانوں کو اسلام کی طرف آتے دیکھا تو کہہ اٹھے کہ یہ کوئی سوچی سمجھی بات معلوم ہوتی ہے“۔

(١) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۴۲، ط۳

(۱۰) معاشرہ میں دینی شعور ہی تیر بہدف علاج ہے:

عالم اسلام میں پھیلے ہوئے بگاڑ کا علاج بعض حضرات حکومت کی تبدیلی سے کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مختلف ملکوں میں الگ الگ ناموں سے تحریکات جاری ہیں؛ مگر اس فساد کا اصل علاج روحانی بیداری اور معاشرہ میں دینی شعور پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں، صاحب مذکرات اس کی طرف متوجہ فرماتے ہیں:

”ما لم يستيقظ الوعي الديني في نفوس الجماهير وأفرادالشعب، و ما لم تصبح الأمة رقيبة للحكومة محاسبة لتصرفاتها و ميولها الخلقية، فكل علاج تلتجي إليه هوعلاج مؤقت قاصر“.(۱)

جب تک سوسائٹی کے افراد میں دینی شعور بیدار نہ ہوگا اور قوم حکومت کے اخلاقی میلان اور اس کے اختیارات کی رقیب ومحاسب نہ ہوگی، یہ روگ دور نہ ہوگا، اس کے بغیر ہر تدبیر وقتی اور ناقص ہوگی۔

(۱۱) ایک ہی سوسائٹی میں معیارِ زندگی میں بہت زیادہ فرق بڑا خطرہ ہے:

اسلام کی صحیح تعلیم سے دوری اور اسلام کے اجتماعی عدالت کے قانون کو چھوڑ کر عالم اسلام میں بھی معیارِ زندگی میں نمایاں فرق ہو گیا ہے، جو کمیونزم اور سوشلزم جیسی باطل تحریکات کے لیے نرم زمین تیار کرتا ہے، صاحب تذکرہ نے مصر اور دیگر عالم اسلام میں اس خطرہ کو بھانپا اور اس کی طرف بھی متوجہ فرمایا۔

---

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ص ۴۷، ط ۳

”إن وجود هذا التفاوت العظيم في درجات المعيشة والمدنية والثقافة في شعب واحد وفي مسافة قريبة –بل تلاحظه في مدينة واحدة بل في حي من أحياء البلد– خطر عظيم على الأمة والبلاد، وهو الذي يمهد الأرض ويفتح الطريق لثورات اقتصادية وموجات شيوعية“.(۱)

”زندگی کے رہن سہن اور تہذیب وثقافت میں ایک ہی سوسائٹی، ایک ہی شہر بل کہ ایک ہی محلّہ میں یہ نمایاں فرق ملک وقوم کے لیے بڑا خطرہ ہے، یہی چیزیں معاشی بغاوت اور کمیونزم کے لیے راہ ہموار کرتی ہے“۔

(کاش اس مخلص مسافر کی صدا کو سنا جاتا تو عالمِ اسلام مسلسل انقلابات کا شکار نہ ہوتا)

(۱۲) بوریہ نشینوں کی قوت کا راز:

اسلامی تاریخ میں ایسے سیکڑوں واقعات ملتے ہیں کہ چٹائیوں پر بیٹھنے والے علما اور خدام دین بادشاہوں کو بے خوف وخطر ٹوکتے تھے، ان خرقہ پوشوں کی باتیں عوام پر بادشاہوں کے احکام سے زیادہ اثر کرتی تھیں، اس کا راز ان الفاظ میں بتلایا گیا ہے:

”دخلنا في المسجد فتجددت لنا ذكرى العلماء السلف المخلصين، الذين كانوا يجلسون على الحصير وعلى البساط المتواضع، ويحكمون على الملوك، وكانوا مخلصين لدينهم وعلمهم وأمتهم، مجاهدين في سبيل الحق، فمادخلت في المسجد إلا وشممت رائحة العلم، وهبت علينا نفحة من نفحات الماضي السعيد تحمل معها أريج

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۴۸، ط ۳

العلم، والإخلاص والخشوع والزهد". (۱)

''ہم مسجد میں داخل ہوئے تو ان علمائے دین وسلف اور دین کے سچے خادموں کی یاد تازہ ہوگئی، جو چٹائی اور معمولی فرش پر بیٹھتے تھے اور بادشاہوں پر حکومت کرتے تھے، وہ اپنی قوم، دین اور علم کے بے لوث خادم اور صحیح معنی میں راہِ حق کے مجاہد تھے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی اس میں علم کی بو محسوس ہوئی، علم واخلاص، خوف خدا اور دنیا سے بے تعلقی کی تیز مہک لیے ہوئے شان دار ماضی کا ایک لطیف جھونکا مشام جان کو معطر کر گیا۔

(۱۳) دین کے خلاف بغاوت کا سبب دین داروں کی بدمعاملگی:

مصر کے مشہور عالم اور مفکر صاحبِ قلم شیخ محمد الغزالی کے ساتھ صاحبِ مذکرات مختلف موضوعات پر گفتگو فرما رہے تھے، انہوں نے بعض ان مصنّفین کا ذکر کیا جنہوں نے اسلامی قانون کے خلاف نکتہ چینی کی؛ حالاں کہ ان کی نشو ونما دینی ماحول میں ہوئی، مولانا کی رائے تھی کہ ان میں سے اکثر ان کے ذاتی حالات اور واقعات سے متاثر ہوکر بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں، شیخ محمد الغزالی نے اس کی تائید فرمائی اور بتایا:

"قال: أعرف رجلا من هؤلاء المؤلفين و هو صديقي وزميلي في الأزهر، كان من أعضاء جمعية دينية و فردًا في أسرتها، وكان يعيش عيشة ضنكًا، و إخوانه الدينيون يعيشون حياة رغد و رفاهية، فلم يساعده أحد بمال، و لم ير من كبيرهم ولا صغيرهم مواساة و برًا وعطفًا إنسانيًا فضلاً

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۴۹، ط ۳

عن عطف رفقة و زمالة، فساء رأيه في المجتمع الديني و رجاله". (۱)

''انہوں نے فرمایا کہ ان مصنّفین میں سے ایک شخص کو میں جانتا ہوں جو میرا ''جامع ازہر'' کا دوست ہے اور ساتھی رہ چکا ہے، وہ ایک دینی انجمن کا رکن اور اپنے خاندان میں یکتا تھا۔ میرا یہ دوست بڑی تنگ دستی کی زندگی گزار رہا تھا اور اس کے دینی احباب بڑی خوش حالی وفارغ البالی کی زندگی گزار رہے تھے؛ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کا مالی تعاون نہ کیا، چھوٹے بڑے کسی نے عام انسانی حسن سلوک، محبت وغم خواری کا بھی ثبوت نہ دیا، دوستی ورفاقت کا برتاؤ تو بڑی دور کی بات ہے، اس صورت حال نے اس کو دینی حلقہ اور دین دار لوگوں سے بدگمان کر دیا''۔

(۱۴) خالص دینی دعوت کو مذہبی اختلاف سے دور رہنا چاہیے:

"اتفقنا على أن الدعوة الدينية التي تهدف إلى الإصلاح الإسلامي لابد أن تتحرر من الخلافات المذهبية وإثارة المباحث الفقهية، واتفقنا على أن نهضة الأمة لاتكون بالبحث في المسائل الخلافية". (۲)

''اس نظریہ پر ہم متفق تھے کہ ایسی دینی دعوت جس کا مطمح نظر دینی اصلاح ہو، اس کو مذہبی اختلافات سے آزاد ہو جانا چاہیے، ان فقہی مذاہب کو بھی زیادہ چھیڑنا نہیں چاہیے جو مختلف فیہ ہوں، ہم اس پر متفق تھے کہ قوم کی ترقی اختلاف مباحث میں پڑنے سے نہیں ہو سکتی''۔

---

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۶۴، ط۳

(۲) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۶۵

(۱۵) دینی جوش اور قربانی کے جذبہ کو باقی رکھنے کا طریقہ:

شیخ محمد غزالی کے ساتھ ایک اور اہم مسئلہ پر گفتگو ہوئی، جو ہر دینی سربراہ کے لیے قابل غور اور لائق توجہ ہے:

"إن الحماسة الدينية وعاطفة الكفاح و التضحية لا تدوم بقوة واحدة، فيعترضها من المد والجزر، والاشتعال و البرودة، ما يؤثر في مصير الجماعة وحياتها، فكيف يحافظ على هذه الحماسة والعاطفة و الروح حتى لا يلي المد الجزر والاشتعال البرودة؟ هنالك يوصي بعض أهل التجارب بالذكر و تغذية الجماعة بالغذاء الروحي، و ما يشمل فيها العاطفة الدينية، ويجعلها متقدة ملتهبة لا تنطفيء، و على كل فلابد للجماعة من العناية بهذه الناحية التي هي مصدر حياة الجماعة ومنبع قوتها". (۱)

دینی جوش وجذبہ، جدوجہد اور قربانی کی روح ہمہ وقت یکساں نہیں رہتی، اس میں اُتار چڑھاؤ اور سردمہری سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، جو جماعت کے انجام، اس کے بقا اور وجود پر اثر انداز ہوتی ہے، تو اب کیا وسائل اختیار کیے جائیں کہ اس جوش و ولولہ اور نشاط وعمل میں اتار چڑھاؤ اور کمی زیادتی نہ واقع ہو؟ بعض تجربہ کار لوگ اس کا یہ حل بتاتے ہیں کہ جماعت کو ذکرِ خداوندی کی روحانی غذا ملنی چاہیے اور ایسے معمولات اختیار کرنے چاہیے جو جماعت کے اندر دینی جذبات کو بیدار کرتے رہیں، ان کو اس طرح جلاتے اور بھڑکاتے رہیں کہ بجھنے نہ پائیں؛ بہرکیف جماعت کو اس پہلو پر نظر رکھنی چاہیے کہ یہی اس کی زندگی کا سرچشمہ اور اس کی قوت کا منبع ہے۔

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ٦٦، ط۳

(۱٦)اسلامی ملکوں میں زندگی کے دوستون:

موصوف یمن کی وزارت خارجہ کے سکریڑی قاضی عبداللہ عمری سے ملاقات اوران کے ساتھ دینی گفتگو کا تذکرہ فرماتے ہوئے اسلامی ملکوں کے لیے دو اہم باتوں کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں:

”قلت: ودعامة الحياة الصحيحة عندي في البلاد الإسلامية وجود الشعور الديني الصحيح القوي في الشعب، ولايكون هذا إلا عن طريق الدعوة العامة، والاتصال بالشعب، و تربيته الدينية، و إيجاد الوعي في طبقاته. والدعامة الثانية منهاج التعليم الصحيح، والجمع بين العلم المأخوذ من الوحي والنبوة الذي لايتطرق إليه الخطأ، ولا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه، و هو علم كل عصر وأساس كل حياة ومدنية فاضلة، وبين العلوم الطبيعية والمعلومات العصر ية، والتجارب و الاكتشافات التي سبق إليها الغرب وانتصر بها على الشرق“.(۱)

”میں نے کہا کہ میرے نزدیک اسلامی ملکوں میں صحیح اسلامی زندگی کا انحصار قوم کے اندر مضبوط اورصحیح دینی شعور پر ہے،اور یہ بات عمومی دعوت،قوم سے رابطہ اور اس کی دینی تربیت اور ہر طبقہ میں بیداری کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ دوسری بنیادی چیز صحیح نظام تعلیم ہے،جس کوقرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کرنا چاہیے،جس میں غلطی کا امکان ہے‘ نہ باطل کا خدشہ، یہ علم سدابہار، ہر معاشرہ اورترقی یافتہ تہذیب کی

(۱)مذکرات سائح فی الشرق العربی:۸۰،۸۱،ط۳

بنیاد ہے۔ہمیں قرآن وحدیث کے علوم اورطبیعیاتی علوم، نئے تجربات وایجادات -جن میں یورپ مشرق سے فائق اورغالب ہے- کے درمیان توازن قائم کرنا ہے۔‘‘

(۱۷)دینی مدارس کےطلبہ کے لیے زرّیں نصیحت:

صاحبِ مذکرات کوملک شام کےطلبہ سے ملنےاورشام وفلسطین کےطلبہ کے ایک منتخب مجمع کے سامنے بات کرنے کا موقع ملاتو دینی مدارس کےطلبا کے لیے بہت قیمتی اوراہم نکتہ کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے خطاب فرمایا:

”قلت: إذا تتبعنا تاريخ الشخصيات والرجال البارزين الذين خدموا هذا الدين أو أحدثوا تجديدًا أو انقلابًا في المجتمع الإسلامي رأيناهم دائمًا يمتازون ويفوقون العامة في حرارة قلوبهم وقوة عاطفتهم و كثرة العبادات ودوام الذكر، و إذا لم يكن الإنسان فائض القلب بالإيمان واليقين ملتهب الروح، قوي الشخصية الدينية لم يؤثر في غيره، ولم يحدث في المجتمع حرارة و روحًا وحياتًا ونشاطًا دينيًا. و لكننا نرى مع الأسف أن المعلومات قد توسعت وتضخمت جدًا في هذا العصر حتى لو وزعت على بلد لوسعت أهله، وجعلت من كل فرد من أفراده عالمًا، ولكن القلب قد ضعف جدًا، وقوة الإرادة اضمحلت اضمحلالًا كبيرًا، وهزل الإيمان. فنحن الآن نعلم شيئًا كثيرًا جدًا، و لكن هذا العلم لايحملنا على العمل، و لا نجد إيماننا مثل إيمان الصحابة ومن بعدهم، ولا صلاتنا مثل صلاتهم. وذالك لأن معلوماتنا قد اتسعت و تضخمت

على حساب الإيمان و العمل، فيجب علينا أن نحاسب أنفسنا و نخلص لها في النصيحة و التربية، و نعدها إعدادًا كاملًا قبل أن نخوض المعركة الدامية بين مادية هذا العصر وبين الإسلام، فلا يمكننا أن نثبت في هذه المعركة و أن نبارز هذه المادية القوية الفتانة إلا بروح قوية ودين متين و قلب عامر بالإيمان و استقامة دينية". (۱)

''میں نے کہا کہ اگر ہم ان شخصیات اور نمایاں حضرات کی تاریخ کا جائزہ لیں جنہوں نے اس دین کی خدمت کی، اسلامی معاشرہ میں نئ روح پھونکی اور انقلاب پیدا کیا تو ہمیں نظر آئے گا کہ وہ روح کی خلش، دل کی تپش، کثرت عبادت، ہمہ وقت ذکر کی مشغولیت میں عوام سے بہت فائق اور ممتاز تھے۔ اگر انسان ایمان و یقین سے بھرپور دل، روحانی حرارت اور بااثر دینی شخصیت کا مالک نہ ہوتو وہ دوسرے پر اثر انداز ہوسکتا ہے اور نہ معاشرہ میں دینی روح وتڑپ پیدا کرسکتا ہے اور نہ زندگی میں حرکت ہی پیدا کرسکتا ہے؛ مگر افسوس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج معلومات بہت زیادہ وسیع ہوگئیں، اتنی کہ اگر ان کو کسی ایک شہر کے باشندوں پر تقسیم کیا جائے تو اس کے ہر ہر فرد کو عالم بنا دیں؛ لیکن دل بہت کمزور، قوتِ ارادی حد سے زیادہ مضمحل وافسردہ اور ایمان بے جان ہوگیا ہے۔ موجودہ زمانے میں ہم نے بڑی علمی ترقی کی لیکن یہ علم ہم کو عمل پر آمادہ نہیں کرتا، ہم اپنے ایمان کو صحابۂ کرامؓ اور حضراتِ تابعین کے ایمان جیسا نہیں پاتے، نہ ہماری نمازیں ان کے جیسی نمازیں ہیں، اس کا سبب یہ ہے

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۸۵، ط۳

کہ ہمارا علم اور ایمان وعمل بہت وسیع اور زیادہ ہوگیا۔اب ہمارے لیےضروری ہے کہ اپنا محاسبہ کریں، نفس کی تربیت اور اس کے ساتھ بہی خواہی میں اخلاص وحقیقت پسندی سے کام لیں، اسلام اور موجودہ مادیت کے مابین خطرناک جنگ میں اترنے سے پہلے اس کو پورے طور پر تیار کرلیں۔جب تک ہم اس طاقت اور اسپرٹ، دینی پختگی اور استقامت سے مسلح نہ ہوں اور پیمانۂ دل حقیقتِ ایمان سے لبریز نہ ہو، اس وقت تک ہمارے لیے اس معرکہ میں ثابت قدم رہنا اور جمنا ناممکن ومحال اور اس طاقت ور، دل فریب اور کافرادا مادیت کا سامنا کرنا دشوار ہے‘‘۔

(۱۸) دینی جماعتوں کے لیے تین بنیادی اصول:

صاحبِ مذکرات کو عالمِ اسلام کی سب سے عظیم تحریک اخوان المسلمین کے اراکین سے ملنے کا موقع ملا، موصوف کو اس جماعت کے ساتھ قلبی محبت ہے اور عالمِ اسلام خصوصاً عالم عربی کے بگاڑ کی اصلاح کے لیے اس جماعت کے وجود کو بہت ضروری اور اہم سمجھتے تھے۔اسی محبت کے تقاضے سے ان کے ایک اجلاس میں کچھ اہم اور بنیادی باتیں کیں جو پوری اسلامی دنیا کی تحریکوں کے لیے رہ نما اصول کی حیثیت رکھتی ہیں:

”النقطة الأولىٰ: إن مرحلة الدعوة وغرس المباديء والإيمان في قلوب العامة تتقدم على مرحلة السياسة والتشكيلات والحكم والوضع الإداري، وبطول هذه المرحلة و امتدادها ومثابرة رجال الدعوة عليها و جهادهم في سبيلها تنجح المراحل الأخرى، وتؤتي الشجرة أُكلها ناضجة شهية. أما إذا استعجل رجال الدعوة و قطعوا هذه المرحلة بسرعة زائدة

أو طفروا طفرة إلى السياسة والحكم من غير دعوة يبثونها في الشعب أو تربية يحكمونها، لم تثمر الشجرة أو كانت الثمرات فجة ناقصة". (۱)

"پہلی بات تو یہ ہے کہ عوام کے دلوں میں مبادئ ایمان کی تخم ریزی کو حسن تدبیر، تنظیم، حصولِ اقتدار اور انتظامی امور پر مقدم رکھنا چاہیے، اس طریقۂ کار کی درازی اور اس پر کارکنانِ تحریک کا ثابت قدم رہنا اور اس کے لیے جد و جہد کرتے رہنا، داعیوں اور کارکنوں کو کامیابی سے ہم کنار کرتا ہے اور درخت اپنا پکا ہوا مرغوب پھل دینے لگتا ہے؛ لیکن جب تحریک کے چلانے والے جلدی کرتے ہیں اور اس منزل کو بہت تیزی سے طے کرنا چاہتے ہیں یا قوم میں دعوت کے بغیر اور اس کی تربیت کو پختہ کیے بغیر چھلانگ لگا کر سیاست و حکومت میں دخل دینے لگتے ہیں تو یہ درخت بار آور نہیں ہوتا یا اس کے پھل کچے اور ناقص ہوتے ہیں۔"

"النقطة الثانية: هي إنتاج الرجال الذين يقومون بالدعوة و يديرون دفتها ويربون الرجال ويملأون كل فراغ، وكل حركة أو دعوة أو مؤسسة مهما كانت قوية أو غنية في الرجال إذا لم تستمر في إنتاج الرجال فإنها معرضة للخطر، وإنها لا تلبث أن ينقرض رجالها واحدًا إثر آخر وتفلس في يوم من الأيام في الرجال". (۲)

دوسرا نکتہ: ایسے افراد تیار کرنا ہے جو دعوت کے کام کو سنبھالیں اور اس کے انتظام کو چلائیں، لوگوں کی تربیت کریں اور ہر خلا کو پُر کریں، ہر دعوت و تحریک یا انجمن

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۸۷، ط۳ (۲) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۸۸، ط۳

چاہے وہ کتنی ہی مضبوط ہو اگر نئے افراد تیار نہیں کرتی ہے تو وہ خطرے میں ہے، تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی باصلاحیت شخصیتیں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جائیں گی اور شخصیتوں کے معاملہ میں اس کا دیوالیہ ہوجائے گا۔

"النقطة الثالثة: هي تغذية القلب والروح بغذاء يحفظ على رجال الدعوة نشاطهم وحماستهم، و يعوض مايصرفونه من قوة، فإن الرجل كالمصباح إذا نفذ زيته ينطفيء. وكم رأينا من حركات سياسية ودعوات دينية تقدم رجالها للسجون وصنوف العذاب، ثم لم يلبثوا أن فترت نفوسهم و بردت عواطفهم، فتراجعوا إلى الوراء بل وراء الوراء، وانحطوا عن مستوى العامة والسوقة، فإذن لا عبرة بالحماسة فقط، و لا ثقة بالتضحية فحسب، بل الشأن في الاستقامة والدوام، وليس ذالك إلا بالتربية الروحية و تغذية القلب بالإيمان والذكر و شحن البطارية". (۲)

''تیسرا نکتہ: قلب ونگاہ کو ایسی غذا پہنچاتے رہنا ہے جو دعاۃ کے جوش ونشاط کو باقی رکھے اور ان کی خرچ ہونے والی صلاحیت کا نعم البدل فراہم کرتی رہے، آدمی چراغ کی طرح ہے، اگر اس کا تیل ختم ہوجائے تو وہ بجھ جائے گا، ہم نے بہت سی سیاسی تحریکوں اور دینی دعوتوں کو دیکھا ہے، جن کے چلانے والوں نے اپنے آپ کو جیلوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے لیے پیش کیا؛ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد ان میں سستی پیدا ہوگئی اور ان کا جذبۂ اندرون سرد پڑ گیا اور پیچھے کی طرف پلٹ آئے

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۸۸، ط۳

بل کہ وہ جہاں سے چلے تھے وہاں سے بھی پیچھے ہٹ گئے اور عامۃ الناس؛ بل کہ بعض اوقات بازاری لوگوں سے بھی پست ہو گئے۔

ان تجربات سے معلوم ہوا کہ صرف وقتی جوش کا اعتبار نہیں، نہ محض قربانی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، کمال تو یہ ہے کہ اس کو بقا اور دوام حاصل ہو اور یہ بات روحانی تربیت اور دل کو ذکر اور حلاوتِ ایمانی سے معمور کر کے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔''

کاش کہ اخوان کے پُر جوش کارکن ان مشوروں پر عمل کرتے تو اسلام دشمنوں کو جماعت کو توڑنے اور اس کے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک کارکنوں کو پھانسی پر لٹکانے کا موقع نہ ملتا۔ (وكان أمر الله قدرًا مقدورًا) و إلى الله المشتكى!

(۱۹) آنے والی نسلوں کی ذمے داری:

اخوان کے جلسہ میں فرمایا: ''قلت: لابد أن تشعروا بمسئولية الدعوة وخطرها وجلالة شأنها، فليس عليكم مسئولية الجيل الحاضر بل الأجيال القادمة كذالك، كالبذرة تحمل قوى الشجرة كلها و مباديها، فإذا كانت البذور ناقصة جاء ت الشجرة ناقصة. وعلى بذرة الإيمان والتقوى والعزيمة في القرن الأول نشأت هذه الأمة ودرجت عليه أجيالها، وكل ما نرى في هذه الأمة من الإيمان و قوة الدين يرجع في مبدئه إلى الصحابة رضي الله عنهم و يتفرع منه، ثم يرجع كل ذالك إلى منبعه وهو إيمان الرسول صلى الله عليه وسلم''.(۱)

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۰۰، ۱۰۱، ط۳

”میں نے کہا، آپ حضرات کے لیے ضروری ہے کہ دعوت کی ذمے داری اور اس کی نزاکت اور اہمیت کو محسوس کریں، آپ پر صرف موجودہ نسل کی ذمے داری نہیں ہے، بل کہ اسی طرح آیندہ نسل کی ذمے داری کا تعلق بھی آپ ہی سے ہے۔ جس طرح درخت کے پورے بوجھ اور اس کی جڑوں کی مضبوطی کا تعلق اچھے بیج سے ہوتا ہے، اگر بیج خراب ہے تو درخت بھی کمزور ہوگا، جڑوں میں مضبوطی نہ ہوگی۔ قرونِ اولیٰ میں ایمان وتقویٰ اور عزیمت ہی کے بیج پر یہ قوم پروان چڑھی ہے اور اسی پر اس کی نسلوں نے ترقی کی ہے، اس قوم میں ایمان و یقین اور دین کی جو طاقت ہم دیکھ رہے ہیں، ان سب کا سرا صحابۂ کرامؓ سے ملتا ہے اور اسی سے شاخیں پھوٹتی ہیں، پھر ان سب کا تعلق اس کے اصل سرچشمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان سے جڑتا ہے“۔

(۲۰) دنیا دوراہے پر ہے:

”و قد نضجت أوربا بمعسكريها كالثمرة الناضجة و حان قطافها والعالم واقف على مفترق الطرق، و هذا دور القيادة الإسلامية، فإذا تقدم المسلمون وتسلموا قيادة العالم الحائر فذاك وإلا اتجه العالم اتجاهًا آخر، واستمر هذا الاتجاه قرونًا وآلافًا من السنين وبقي الإسلام منعزلًا“.(۱)

”یورپ اپنے دونوں نظامِ حیات کے ساتھ عروج کو پہنچ چکا ہے، اب وہ اس پکے پھل کی طرح ہے جو اب اور تب گرنا چاہتا ہے اور دنیائے انسانیت دوراہے پر کھڑی ہے۔ یہ اسلامی قیادت کا دور ہے، اب اگر مسلمان آگے بڑھتے ہیں اور

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۰۶، ط۳

گم کردۂ راہ دنیا کی قیادت سنبھال لیتے ہیں تو ٹھیک؛ ورنہ دنیا دوسرا رخ اختیار کرے گی اور یہ رخ صدیوں اور ہزاروں سال تک چلتا رہے گا اور اسلام انسانیت کی رہ نمائی سے کٹ کر رہ جائے گا۔"

(۲۱) عام انسانی زندگی اور زندگی کا فرق:

قاہرہ کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے صاحبِ مذکرات نے فرمایا:

"إن المسلمين يجمعون بين ناحيتين: الناحية البشرية العامة التي يشاركهم فيها الأمم البشرية كلها، و كل إنسان مسلمًا كان أو غيره، ومن لوازم هذه الناحية و مقتضياتها أن يأكلوا ويشربوا، ويكتسبوا و يتجروا، ويزرعوا ويتوظفوا، إلى غير ذالك من لوازم الحياة الإنسانية و المدنية. والناحية الأخرىٰ هي الناحية الإيمانية وحملهم لرسالة خاصة و إيمانهم بعقيدة خاصة، و تلك ما يمتازون بها عن غيرهم من الأمم، و هي من خصائصهم وفيها سرّ قوتهم وانتصارهم و وقارهم عند الله. ولم يبعث الرسل ولم يبعث النبي صلى الله عليه وسلم لشرح الناحية الأولى و إبرازها وتبليغها، وإنما بعثوا جميعًا لشرح الناحية الثانية، وإبرازها و تبليغها فليكن اهتمام المسلمين بها أكثر وأظهر". (۱)

"مسلمان دو پہلوؤں کے جامع ہیں، عمومی انسانی زندگی جس میں دنیا کی

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۱۳-۱۱۴، ط۳

دوسری قومیں بھی مسلمانوں کی شریک ہیں، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، زندگی کے اس پہلو کی ضرورت و تقاضے یہ ہیں کہ لوگ کھائیں پئیں، تجارت کریں، کھیتی کریں، ملازمت کریں، اسی طرح کی اور باتیں جو انسانی اور شہری زندگی سے تعلق رہتی ہیں۔

دوسرا پہلو مسلمانوں کے ایک خاص دعوت و پیغام کے حامل ہونے کا پہلو اور ایک خاص عقیدہ پر ان کا ایمان ہے، یہی وہ چیز ہے جس میں مسلمان دوسری قوموں سے ممتاز ہیں اور اسی میں ان کی قوت اور طاقت اور خدا کے یہاں مقبولیت کا راز پنہاں ہے۔ انبیائے کرام اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے پہلے رخ کی تشریح و تبلیغ اور اس کو نمایاں کرنے کے لیے نہیں؛ بل کہ دوسرے رخ کی تشریح و تبلیغ اور اس کو نمایاں کرنے کے لیے تشریف لائے؛ لہٰذا مسلمانوں کو اسی دوسرے پہلو کی زیادہ فکر اور اہتمام ہونا چاہیے"۔

(۲۲) مسلم قوم کا سب سے بڑا روگ عیش و تنعم ہے:

صاحبِ مذکرات نے جنرل صالح حرب کا قول نقل فرمایا ہے کہ:

" قال الباشا: ومن أعظم أمراض الشعب المصري و نحن المسلمين الذي قعد بنا عن كل مكرمة و بطولة وعن الدفاع والتقدم، هو الترف والبذخ الذي نحن فيه". (۱)

"جنرل صالح حرب نے فرمایا کہ مصری قوم اور ہم مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض جس نے ہم کو ہمت و جواں مردی سے محروم اور تعمیر و ترقی سے روک رکھا ہے، وہ عیش اور تنعم ہے، جس میں ہم مبتلا ہیں۔"

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۱۸، ط۳

(۲۳) ہمارے نظامِ تعلیم کا نقص:

مصر کے مشہور فاضل احمد لطفی السید سے تعلیمی موضوع پر طویل گفتگو رہی اور اس نتیجہ پر پہنچے:

"وبذالك يخيل إلينا أن النقص في أساس هذا التعليم، وإذا لم يزل هذا النقص فإن التعليم لا يزال يؤتي هذه الأكل، والنقص هو اختلال الاتزان بين المعلومات والأخلاق".(۱)

''اس صورت حال سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقص وخامی نظامِ تعلیم میں ہے، جب تک یہ نقص دور نہ ہوگا تعلیم بھی اپنا پھل دیتی رہے گی اور نقص دراصل معلومات اور اخلاق میں عدم توازن کے سبب ہے''۔

(۲۴) اس دور کے علما کا ایک عام مرض:

صاحبِ مذکرات "جمعية الشبان المسلمين" کے دفتر میں تشریف لے گئے، جہاں ازہر کے مشائخ اور بڑے بڑے علما اسلام کے مالی، سیاسی اور اجتماعی نظام پر کتابیں تیار کرنے والی کمیٹی کی تشکیل کے لیے جمع ہوئے تھے؛ مگر ان کی رائیں مختلف تھیں اور بحث ومباحثہ کے بعد بھی کسی بات پر اتفاق نہ ہوسکا، موصوف نے اس پر اپنا یہ تاثر تحریر فرمایا:

"ذهبنا إلى جمعية الشبان المسلمين، و وجدنا هناك جماعة من كبار العلماء وشيوخ الأزهر، و هم يبحثون في تأليف لجنة تضع كتبًا في

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۳۳، ط۳

شرح النظام الإسلامي المالي والسياسي والاجتماعي، فلم تتفق كلمتهم على شيء، و شعرت في مباحثاتهم بضعف التفكير وضعف في الإرادة، و ذالك داء العلماء في كل بلد، و قد شعرنا بذالك في علماء بلادنا أيضًا، وذالك الذي يجعلنا نخاف علٰى مستقبل الدين في بلاد الإسلام. فأحوال العالم و وجود اضطراب شديد وقلق عند الناس و سرعة الدوامات التي تدور حولنا تطلب عبقرية و قوة إرادة و صراحة، وذالك لايوجد في المعسكر الديني وحماة العلم والإسلام. و تأكدت أن الأمة و خصوصًا المنتسبين إلى الدين والعلم قد فقدوا مقدارًا كبيرًا من المقدرة الاجتماعية والاستعداد للتعاون العلمي، وأن الأعمال الجليلة لايقوم بها –والحالة هذه– إلا أفراد ممن ملكت الفكرة أو العقيدة عليهم فكرهم و نشاطهم، و هم الذين قاموا بواجبهم من غير انتظار لأحد أو تكليف من أحد“.(۱)

”ہم لوگ جمعیۃ الشبان المسلمین گئے، جہاں بڑے بڑے علما اور ازہری شیوخ کی ایک پارٹی موجود تھی، وہ لوگ ایک کمیٹی کے قیام پر بحث کر رہے تھے جو اسلام کے مالی، سیاسی اور اجتماعی نظام کی تشریح میں کتابیں لکھے؛ مگر وہ کسی بات پر متفق نہ ہو سکے۔ ان کے مباحثہ میں، میں نے اخلاص اور قوت ارادی کی کمی محسوس کی اور یہ ہر شہر اور ملک کا مرض ہے، یہ مرض ہمارے ملک کے علما میں بھی ہم نے محسوس کیا۔ اسی

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۴۰، ط۳

سبب سے ہمیں اسلامی مما لک میں دین کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا ہے، دنیا کے حالات، لوگوں میں سخت اضطراب و بے چینی کا پایا جانا اور ہمارے گردوپیش کی دنیا کی برق رفتاری اور تغیر پذیری اس بات کی طالب ہے کہ حق گوئی و بے با کی اور غیر معمولی قوت ارادی کا مظاہرہ کیا جائے اور یہ بات دینی گروہ اور اسلام کے حامیوں میں نہیں پائی جاتی۔ میں نے پورے زور سے کہا کہ قوم اور خصوصاً دینی اور علمی حلقہ اجتماعی قوت اور عملی تعاون کی صلاحیت کے حصہ کو کھو چکا ہے، اس صورت حال میں کوئی بڑا کام نہیں ہوسکتا سوائے ان معدودے چند لوگوں کے جن کے جذبات واحساسات پر دعوت کا پورا غلبہ ہے، یہ وہی لوگ ہیں جو کسی کا انتظار کیے بغیر اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں''۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچو:

صاحبِ مذکرات شیخ محمد غزالی کے ہمراہ قویسنا تشریف لے گئے، جمعہ کا خطبہ غزالی صاحب نے دیا اور مولانا موصوف نے جمعہ کے بعد ﴿يَـاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً﴾(البقرة:۲۰۸) کی تشریح فرما کر تقریر فرمائی اور فرمایا:

''قلت: قد يكون المسلم مصالحا مع ربه ما دام في المسجد، فإذا خرج منه عاد محاربًا لله فتكون نسبة محاربة الله مع صلحه معه، نسبة وقته الذي يقضيه خارج المسجد بوقته القليل الذي يقضيه في المسجد. فلينظر كل أحد ما يصيب المحاربة في حياته، فليترك الحرب مع الله وليدخل في السلم، والمسلمون لا يستحقون النصر ولا يجلبون

إلى أنفسهم الرحمة حتى يدخلوا في السلم كافة". (۱)

"میں نے کہا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان جب تک مسجد میں رہتا ہے اپنے رب سے صلح کرنے والا ہوتا ہے اور جیسے ہی مسجد سے نکلتا ہے خدا سے جنگ کرنے والا بن جاتا ہے۔ خدا سے اس کی جنگ کا تناسب خدا کے ساتھ صلح کے تناسب کے اعتبار سے کم ہوتا ہے، اس کے اس وقت کا تناسب جو مسجد سے باہر گزارتا ہے، اس تھوڑے وقت کے مقابلہ میں جس کو وہ مسجد کے اندر گزارتا ہے زیادہ ہوتا ہے؛ لہٰذا ہر شخص یہ دیکھے کہ اس کی زندگی میں جنگ کا کیا تناسب ہے، اس کو چاہیے کہ وہ خدا کے ساتھ جنگ نہ کرے اور صلح میں داخل ہو جائے، مسلمان جب تک پوری طرح صلح میں داخل نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ نہ نصرتِ خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہیں نہ اپنے لیے رحمتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

(۲۶) مدارسِ دینیہ کی جڑیں ان کے اندر نہیں باہر ہیں:

صاحبِ مذاکرات نے علمائے از ہر کے ایک مؤقر اجتماع میں مدارسِ دینیہ اور دینی درس گاہوں کی ترقی اور شادابی کے سلسلے میں ایک اہم تقریر فرمائی:

" وقلت: يعتقد كثير من الناس أن أصول المدارس في داخلها، و أنا أعتقد أنها في خارج المدارس: و هي في نفوس الشعب، فإذا كانت تستمد غذائها وروائها من التربة كانت المدارس مخصبة مخضرة، و إذا ذويت وماتت وانقطع منها الغذاء والري سرى الذيول في عروق المدرسة

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۴۱-۱۴۲، ط۳

وفروعها وأوراقها، ولم يكن إعادة الحياة والخصب إليها عن طرق صناعية. و إذا كان في الشعب إقبال على الدين و اهتمام به وشعور بالحاجة إلى العلم، كان الإقبال على المدارس بطبيعة الحال، وإذا انصرف الشعب عن الدين وزهد فيه تبعه الانصراف عن المدارس و الزهد فيها بطريقة الأولٰى. فالمهم إيجاد الوعي الديني والشعور بالحاجة إلى العلم في العامة، فإذا وجد هذا فصدقوا أن الشعب لايصرفه عن المدارس شيء، وأن المدارس تنال منه كل مساعدة وتشجيع و إقبال و عناية، إلا أصبحت جزرًا متقطعة ويثور عليها الشعب ويعارضها". (۱)

''میں نے کہا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مدارس کی جڑیں ان کے اندر ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان کے باہر ہیں اور عوام کے دلوں میں پیوست ہیں۔ جب قوم زندہ ہوتی ہے تو مدارس اپنی غذا اور سیرابی اس مٹی سے حاصل کرتے ہیں اور آباد اور شاداب ہوتے ہیں۔ جب قوم یا معاشرہ مرجھا جائے اور اس میں غذائیت اور سیراب کرنے کی صلاحیت باقی نہ رہے تو مدرسہ کی رگوں، شاخوں اور پتوں میں بھی پژمردگی آجائے گی اور پھر مصنوعی طریقوں سے شادابی اور تازگی کا بحال کرنا ممکن نہ ہوگا۔ جب قوم میں دینی رجحان اور دین کی فکر ہوگی اور علم کی ضرورت کا احساس پایا جائے گا تو فطری طور پر مدارس کی طرف اس کا رجحان بڑھے گا اور جب قوم دین سے رخ پھیر لے گی اور اس کی طرف سے بے توجہی ہو جائے گی تو اس کے نتیجہ میں لازمی طور پر وہ

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۵۱، ط۳

مدارس سے بھی بے تعلق ہو جائے گی؛ لہٰذا عوام میں دینی بیداری اور علم کا احساس پیدا کرنا بہت ضروری ہے، اگر یہ بات پائی جاتی ہے تو آپ یقین رکھیں کہ قوم کو مدارس کی تعمیر و ترقی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، مدارس کو اس کی طرف سے ہر طرح کا تعاون و ہمت افزائی اور توجہ حاصل ہوگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو مدرسے الگ تھلگ جزیروں کے مانند ہوں گے، قوم ان کی باغی اور ان کے خلاف ہوگی تو تعاون تو کجا؛ بل کہ ان کے راہ کا روڑہ بنے گی۔"

(۲۷) مسلمان لیڈرانِ قوم کو دینی روح کی تجدید کرنے کی ضرورت ہے:

صاحبِ مذکرات نے فلسطینی طلبہ کے اجتماع میں مسئلۂ فلسطین پر گفتگو کرتے ہوئے ناکامی کی وجوہات اور کامیابی کے اسباب کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا:

"مع الأسف قد تجرد أكثر زعمائنا وأبطالنا وقادة الحركات السياسية والحزبية من هذا الروح والفكر، وتشبعوا بالمادية والمصالح الشخصية أو الروح الوطني والقومي، و درسوا تأريخ الحركات السياسية والانقلابات في أوربا، فحاولوا أن يقلدوها ويعيدوها في الأقطار الإسلامية، واجتهدوا في تطبيقها في ميدان الجهاد الإسلامي، فوكّلهم اللّٰه إلى نفوسهم وخذلهم، فلا بد من تجديدالروح الديني واستحضار الثواب والفضائل حتٰى نستحق من الله النصر والتوفيق".(۱)

"مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے اکثر لیڈر اور سیاسی تحریکوں اور

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۵۶، ط۳

پارٹیوں کے رہبر فکر وروح سے خالی اور مادی اور ذاتی فوائد یا قومی ووطنی جذبات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یورپ کی سیاسی تحریکوں اور انقلاب کی تاریخ پڑھی تو اسلامی ممالک میں بھی اس کی تقلید واعادہ کی تدابیر اختیار کیں اور اسلامی جہاد کے میدان میں اس کو فٹ کرنے کی کوشش کی؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان کو انہیں پر چھوڑ دیا اور ذلیل ورسوا کیا، اب پھر سے دینی روح کو تازہ کرنے اور فضائل وثواب کے استحضار کی ضرورت ہے؛ تاکہ ہم اللہ کی مدد اور توفیق کے مستحق ہو جائیں''۔

(۲۸) اسلامی ممالک کو کرنے کا کام:

صاحبِ مذکرات انڈونیشیا کے طلبا کے سامنے خطاب فرما رہے تھے، انہوں نے انڈونیشیا اور پاکستان جیسے ملکوں کی اہمیت بیان فرمائی اور ان دونوں حکومتوں کو نیز دیگر اسلامی ممالک کو ایک ضروری امر کی طرف متوجہ فرمایا:

"ولكن ذالك يتوقف على توجيه المعارف توجيهًا إسلاميًا، وسبك التعليم في البلدان سبكًا جديدًا، واقتناع رجال الحكم والتعليم برسالة الإسلام و إيمانهم بها وتشبعهم بروحها و اتجاههم بالدولة ووسائلها و الشعب وقواه إلى الحياة الإسلامية والحكم الإسلامي". (۱)

''لیکن یہ بات تعلیم کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے اور دونوں ملکوں کے طرزِ تعلیم کو ازسرنو مرتب کرنے، نیز حکومت ومحکمۂ تعلیم کے لوگوں میں اسلام کے پیغام پر اعتماد ویقین اور اس کی اصل روح سے پورے طور پر ہم آہنگ ہونے پر موقوف ہے۔

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۵۹

جس کے لیے حکومت کے وسائل اور قوم کی طاقت پوری اسلامی زندگی اور اس کے احکامات کی طرف موڑنا ضروری ہے۔“

(۲۹) کسی ادارہ یا جماعت کی ترقی اس کے سربراہ کی چستی پر موقوف ہے:

موصوف نے جمعیۃ الشرعیہ کی تعریف کرتے ہوئے ایک اصولی بات فرمائی:

”و ذالك يرجع دائمًا إلى طبيعة رؤساء الجمعيات وأعضائها العاملين، فإذا وجدت شخصية مؤثرة عاملة نشيطة في جماعة كانت الجماعة كلها نشيطة وعاملة، و إذا كانت عكس ذالك كانت النتيجة بالعكس“. (۱)

”اس کا انحصار ہمیشہ انجمنوں کے صدر حضرات اور کارکنوں کے جذبۂ شوق وعمل پر ہوا کرتا ہے، جب کسی جماعت میں کوئی چست وسرگرم اور باا ثر شخصیت ہوتی ہے تو پوری جماعت فعال وسرگرم ہوتی ہے، اگر اس کا برعکس ہو تو اس کا نتیجہ بھی الٹا ہوتا ہے۔

(۳۰) دارالہلال کی سیر اور داعی کا تاثر:

صاحبِ مذکرات مصر کے مشہور طباعتی ادارہ ”دارالہلال“ بھی دیکھنے گئے جو کئی رسالے شائع کرتا ہے اور اس کے قارئین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے، مصر کے معروف اہلِ قلم نے اس ادارہ پر جو کچھ لکھا ہے، اس کو نقل کرنے کے بعد اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان فرمایا:

”و لم أزل طول زيارتي لهذه الدار ومشاهدة نشاطها وإنتاجها

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۶۱

الضخم الهائل ألاحظ و أتأسف على أن هذا الصرح الطباعي و الأدبي الهائل والمؤسسة العظيمة التي كرست هذه الجهود الكبيرة والأموال الطائلة في سبيل الطباعة و النشر لا تحمل رسالة ولا دعوة، و إنما هي تجارة وارتزاق على حساب أخلاق الشعب و إيمانه، فتنشر الصور العارية الخليعة، و الروايات الغرامية المثيرة للعواطف، والمقالات التي لا تعود على القراء بفائدة جدية أو تربية خلقية. و بتدفق سيل هذه المطبوعات من هذه الدار كل أسبوع و كل شهر، فيكتح العالم العربي كله، و يغزو الحجاز، و يجوس خلال الديار، و يدخل على ربات الخدور، ويسمم العقول و النفوس، ويفسد المراهقين ومن دونهم في السن، فضلاً عن الشباب". (۱)

''اس ادارہ کی سیر اور اس کی حیرت انگیز سرگرمی کے مشاہدہ کے درمیان میں دیکھتا اور اس بات پر افسوس کرتا رہا کہ یہ طباعت اور ادب کا عظیم الشان مرکز اور یہ عظیم ادارہ جس نے نشر واشاعت کے سلسلہ میں ان اسباب وآلات اور بے شمار دولت کو لگا رکھا ہے، یہ کوئی پیغام اور دعوت نہیں رکھتا، یہ عوام کے اخلاق اور ایمان کو نقصان پہنچا کر کاروبار اور رزق حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ فحش وعریاں تصویریں اور جذبات کو بھڑکانے والے رومانی افسانے و قصے اور ایسے مضامین شائع کرتا ہے جو پڑھنے والے کو کوئی سنجیدہ فائدہ اور اخلاق وتربیت کا نفع نہیں پہنچاتے، ہر ہفتہ ومہینہ اس ادارہ سے مطبوعات کا سیلاب امنڈتا ہے اور پورے عالم عربی کو لپیٹ میں لے

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۱۶۶، ط۳

لیتا ہے اور حجاز تک پہنچتا ہے؛ بل کہ پردہ نشینوں تک پہنچ کر دل ودماغ کو مسموم کرتا ہے، نوعمروں اور کم سنوں تک کو خراب کرتا ہے، نوجوانوں کا تو ذکر ہی کیا......''

(۳۱) افریقہ میں اسلامی دعوت کی ضرورت:

صاحبِ مذکرات نے مصر کے بعد سوڈان کا بھی سفر فرمایا، وہاں کی معروف دینی شخصیت سید میرغنی سے جب ملاقات ہوئی تو ان سے افریقہ میں دعوتی کام کے شروع کرنے اور اس کی نگرانی کرنے کی درخواست فرمائی:

"و تكلمت عن الحاجة إلى حركة قوية للدعوة الإسلامية في المناطق الأفريقية التي لا تزال على جاهليتها وبداوتها، وأن هذه الحركة من أعظم القربات إلى الله، وأقوى الأسباب لقوة المسلمين، والنهضة الصحيحة ونيل الغايات التي يهدف إليها أمثاله، و رجوته أن يصرف بعض عنايته ونشاطه إلى هذا الجانب".(۱)

''میں نے ان سے افریقی ممالک میں ٹھوس اسلامی دعوت وتحریک کی ضرورت کے بارے میں گفتگو کی جو ابھی تک اپنی جہالت اور پس ماندگی میں گرفتار ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ دعوت عنداللہ بہت بڑی عبادت اور مسلمانوں کی قوت و طاقت اور صحیح نشو ونما کے قوی تر اسباب میں سے ہوگی اور ان مقاصد کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگی، جن کو ان جیسے حضرات اپنا مقصد مراد بناتے ہیں، میں نے امید ظاہر کی کہ وہ اس طرف پوری توجہ کریں گے''۔

(۱) مذکرات سائح فی الشرق العربی: ۲۰۲، ط۳

(۳۲)مسلمان اور غیر مسلم میں فرق:

سوڈان سے واپسی میں بحری جہاز کا سفر ہوا، پانی کی کمی کے سبب جہاز کا ایک حصہ ریت میں پھنس گیا، مسافر اکتا گئے اور پریشانی محسوس کی؛ مگر مسلمان مسافر دعا اور ابتہال کرنے لگے، جب کہ غیر مسلم لہو ولعب میں مصروف رہے، صاحبِ مذکرات اسی کو بیان فرماتے ہیں:

” و هنا لاحظنا فرقًا بين المسلمين وغيرهم، وكان أكثر الركاب من الإنجليز و غير المسلمين، فلم نر منهم رجوعًا إلى الله أو التجاء إلى الدعاء، و هم في لهو ولعب، و ذهاب و إياب، وأكل وشرب، ورقص و غناء. أما المسلمون فرأينا منهم من ينيب إلى الله ويلتجيء إليه في كشف هذه الغمة، رأينا كما لاحظنا من قبل أن الديانات الأخرى قد أفلست في الروح وقد انقطعت صلة رجالها أو ضعفت جدًا بالله تبارك وتعالٰى و الالتجاء إليه“.(۱)

”ہم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بڑا فرق محسوس کیا، اکثر مسافر انگریز اور غیر مسلم تھے، ہم نے ان میں سے کسی کو اللہ کی طرف متوجہ ہوتے اور دعا کرتے نہیں دیکھا، وہ لہو ولعب، چلنے پھرنے، کھانے پینے اور ناچ گانے میں مصروف تھے۔ رہے مسلمان تو ان میں سے کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ دعا کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ کے طالب ہیں، جیسا کہ پہلے ہم نے سنا تھا کہ دوسرے

(۱)مذکرات سائح فی الشرق العربی:۲۱۵،ط۳

مذاہب والے روحانی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں، ان کے پیروؤں کا تعلق خدا سے ختم ہو چکا یا بہت کمزور ہو چکا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا''۔

یہ ہیں ''مذكرات سائح في الشرق الأوسط'' کے وہ سنہرے قطعات جو ایک داعی مسافر کے قلم سے سفر نامے کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں اور طویل مدت گزرنے کے بعد بھی ان میں تازگی اور تابندگی ہے، اس لیے کہ یہ وہ ابدی حقائق ہیں جن پر امت کی اصلاح وترقی سابقہ دور میں بھی ہوئی اور آج بھی اصلاح وترقی کا یہی ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت کے ہر فرد کو گوشِ شنوا عطا فرمائے اور اپنے اس رہبر کے پیغام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جس نے پورے اخلاص سے مختلف مواقع میں یہ پیغام سنایا ہے۔

اللّٰهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

آمین! والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، و على اله وصحبه أجمعين.

☆☆☆☆☆

ہر درد مند دل کو رونا مرا رلا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے
(شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ)

حرمین کا چندروزہ سفر

۲۳؍صفر۱۴۳۳ھ-۱۸؍جنوری۲۰۱۲ء(بدھ):

آج دس بجے صبح ممبئ کے لیے موٹر سے روانگی ہوئی، مولوی اسماعیل سلمہٗ، عزیز الرحمٰن سلمہٗ(۱) اور مہر النساء(۲) ساتھ آئیں، شدید اژدحام کی وجہ سے ۱۰؍گھنٹے میں بمبئ مسافر خانہ پہنچے۔ الحمدللہ! رات کمرہ نمبر۳۰۲؍میں قیام رہا، سفر کا تعب بہت تھا اس لیے فوراً لیٹ گئے۔

۲۴؍صفر۱۴۳۳ھ-۱۹؍جنوری۲۰۱۲ء(جمعرات):

آج صابوصدیق کالج کے احاطہ میں اردو کتابوں کی نمائش میں جاکر مختلف موضوعات کی کتابیں خریدیں، اتفاقاً مولانا محمود حسنی ندوی(۳) سے بھی ملاقات ہوگئی،

---

(۱) **مولانا عزیز الرحمٰن بن جناب سلیم پٹیل صاحب کاپودروی:** حضرت رئیس نور اللہ مرقدہٗ کے پوتے ہیں۔ ۲۱؍جنوری ۱۹۸۹ء کو آپ کی ولادت ہوئی، ناظرہ ودرجۂ اردو کی تعلیم وطن میں حاصل فرمائی، بعدہٗ دارالعلوم فلاحِ دارین اور جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ میں عربی کے چند درجات پڑھے۔ تعلیم کی تکمیل جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا میں ہوئی۔ ۲۰۱۱ء میں آپ نے سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ فی الحال تجارت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک مشاغل میں مصروف رکھے۔

(۲) حضرت مولانا اسماعیل صاحب پٹیل مدظلہ کی حرمِ خانہ مراد ہیں۔

(۳) **حضرت مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی مدظلہٗ:** حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کے نواسے اور سید محمد مسلم حسنی مرحوم کے پوتے ہیں۔ الحاج سید محمد مسلم حسنی مرحوم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے خالہ زاد بہن کے بیٹے تھے۔ مولانا محمود حسن حسنی ندوی صاحب کی ولادت ۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲؍جولائی ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے نام کی مناسبت سے آپ کا نام محمود حسن رکھا گیا۔ چار سال کی عمر میں حضرت مفکرِ اسلامؒ نے بسم اللہ کرائی اور سات =

ان کی زبانی مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور مولانا محمد واضح حسنی ندوی مدظلہ (۱) کی ممبئی میں آمد کی خوش خبری ملی۔

پونہ کے انیس چشتی صاحب سے بھی کتابی میلہ میں ملاقات ہوگئی، بہت عرصہ کے بعد ملاقات ہونے پر مسرت ہوئی۔

عصر کی نماز کے بعد 'سہاگ پیلیس' جا کر حضرت مولانا محمد رابع ندوی مدظلہ اور مولانا محمد واضح رشید ندوی مدظلہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مولانا مدظلہ العالی نے اپنی کتاب ''رہبرِ سیرت'' اردو اور انگریزی میں ہدیتاً عنایت فرمائی؛ نیز تحفۂ گجرات نامی رسالہ کا مسودہ بھی مطالعہ کے لیے عنایت فرمایا۔ فجزاھم اللّٰہ خیر الجزاء! محمود حسنی صاحب نے ''تعمیر حیات'' اور ''الرائد'' کے تازہ شمارے بھی پیش فرمائے۔

مغرب کے بعد مولوی خلیل احمد راوت سلمہٗ (۲) تشریف لائے اور عشا تک مختلف موضوعات پر گفتگو رہی، آج ہی شب میں ان کی ری یونین کے لیے روانگی ہے، اللہ تعالیٰ عافیت سے پہنچائے۔ آمین!

= سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک کی تکمیل فرمائی۔ ۱۴۱۰ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ سے عالمیت اور ۱۴۱۲ھ میں حدیث شریف میں فضیلت کیا۔ آپ کو حضرت شاہ نفیس الحسینی صاحب لاہوریؒ، مرشدِ امت حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور سلسلۂ تھانوی کے اہم بزرگ حضرت الحاج انجینئر عبدالمنان صاحب پشاوری مدظلہ کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل ہے۔ حضرت مفکرِ اسلام رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ، حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی مدظلہ اور حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلیؒ وغیرہ اکابر سے اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ماشاءاللہ! تحریر کا صاف ستھرا ذوق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم میں بڑی برکت عطا فرمائی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ترقیات کے منازل پر ہمیشہ گامزن رکھے۔ آمین!

(۱) ۱۶؍جنوری ۲۰۱۹ء کو تقریباً چھیاسی سال کی عمر میں آپ انتقال فرما گئے۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً!

(۲) تعارف کے لیے ملاحظہ فرمائے مقالاتِ مفکرملت جلد دوم صفحہ ۳۹۴

۲۵؍صفر ۱۴۳۳ھ-۲۰؍جنوری ۲۰۱۲ء (جمعہ):

آج کمرہ ہی میں ناشتہ کیا، غسل سے فارغ ہوکر اخبارات کا مطالعہ کیا، کاپودرا فون کرکے خیریت معلوم کی، سینٹرل اسٹیشن کے قریب مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہوکر کھانا کھایا اور آرام کیا۔

عصر کے بعد مولوی عبدالرحمٰن کڑی والے فلاحی (۱) تشریف لائے اور مغرب تک ساتھ رہے۔

سات بجے کے بعد عمرہ کا ویزہ لگنے کی اطلاع ملی تو مولوی اسماعیل سلمہٗ اور مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ بھنڈی بازار پاسپورٹ وصول کرنے گئے اور عشا کے بعد پاسپورٹ اور ٹکٹ لے کر واپس تشریف لائے۔ مولوی عبدالرحمٰن کڑی سلمہ پھل لائے تھے، اسی پر اکتفا کرلیا گیا؛ البتہ دس بجے مِلک شیک منگوا کر نوش کیا گیا، مولوی عبدالرحمٰن سلمہ کے آنے سے سہولت ہوئی، طبیعت میں بشاشت رہی۔ فجزاہ اللہ خیرًا!

---

(۱) **حضرت مولانا عبدالرحمٰن بن غلام حسین کڑی زیدمجدہٗ:** دارالعلوم فلاحِ دارین کے قدیم فاضل ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن کڑی اور مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں حاصل فرمائی۔ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں حضرت مولانا صدیق صاحب کڑی اور حضرت مولانا یونس صاحب کڑیؒ قابلِ ذکر ہیں۔ ناظرہ کی تکمیل کے بعد دارالعلوم رام پورہ میں فارسی کی تعلیم حاصل فرمائی، یہاں حضرت مولانا یعقوب سریگت صاحب ندوی دڈھالوی دامت برکاتہم سے خصوصی طور پر کسبِ فیض فرمایا، پھر دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے درجۂ عربی اول میں داخلہ لے کر ۱۹۷۴ء میں آپ نے فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا یعقوب حاجی ڈیسائی ترکیسریؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ وغیرہ اکابر علما ہیں۔ فی الحال تجارت میں مشغول ہیں، اللہ تعالیٰ عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے۔ آمین! طالب علمی کے زمانے میں آپ نے اپنے متعدد اساتذۂ کرام کی درسی کاپیاں بھی تیار فرمائی تھیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ کا درسِ ترمذی بڑی محنت اور جاں فشانی کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد صاحب نے تحریر فرمایا تھا، انشاء اللہ! مستقبل قریب میں اس کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔ واللہ الموفق و المعین!

۲۶/صفر۱۴۳۳ھ-۲۱/جنوری۲۰۱۲ء(سنیچر):

آج صبح پونے چار بجے اٹھ کر غسل کیا، معمولات پورے کیے اور چائے پی کر تیار ہوئے، پانچ بجے ایرپورٹ جانے کے لیے ٹیکسی سے روانہ ہوگئے، فجر کی نماز مطار پر ادا کی، سامان روانہ کر کے ایمیگریشن کی کارروائی کی اور گیٹ نمبر (۷) پر پہنچ کر آرام کیا۔ سعودی ایرلائنس کی فلائٹ نمبر (۷۴۵) سے سفر کرنا تھا، جہاز کافی بڑا تھا، ۹:۳۰ بجے جہاز پر سوار ہوئے، دس بجے ہوائی جہاز کی پرواز شروع ہوئی اور سعودی وقت کے مطابق ایک بجے جدہ ایرپورٹ پر اتر گئے، ضروری کارروائی آسانی سے ہوگئی، اس کے بعد ظہر کی نماز مطار ہی کے مصلّٰی پر ادا کی۔

نماز سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کے لیے ٹیکسی پانچ سو ریال کے کرایہ سے طے کی گئی، راستہ میں مطعم میں کھانا کھایا، عصر کی نماز ادا کی اور بعد المغرب مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔

عزیزم مولانا غلام محمد وستانوی زیدمجدہ نے حرم شریف کے بالکل قریب ''فندق طیبہ'' میں دو آرام دہ کمرہ کا نظم کردیا تھا۔ مولوی عبداللہ جناح افریقی سلمہٗ (۱) کو جدہ سے فون کردیا تھا، وہ ہمارے انتظار میں تھے، ہوٹل پہنچ کر کمرہ نمبر (۹۲۷) میں سامان رکھا، حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہو کر وضو کیا، اس درمیان حافظ ثمیر پونوی ملاقات کے لیے آئے، حافظ صاحب قاری خالد کاپودروی (۲) کے شاگرد ہیں اور آج کل

---

(۱) آپ کا تعارف حضرت مفکرِ ملتؒ کے قلم سے صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) **قاری خالد بن یوسف پٹیل صاحب کاپودروی:** دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے فاضل ہیں اور جناب استاذِ گرامی حضرت قاری محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کے باختصاص شاگردوں میں سے ہیں، آپ کی ولادت ۱۴/نومبر =

مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ قاری خالد صاحب نے ان کو فون کر کے ہماری آمد کی اطلاع کردی تھی، بہت محبت سے ملے اور عشا کے وقت حرم شریف لے گئے۔

شیخ عبدالمحسن حفظہ اللہ نے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہوکر ہوٹل آئے اور مولوی عبداللہ صاحب افریقی مدظلہٗ نے کھانے کا نظم کیا تھا، اس سے فارغ ہوئے، مولوی اسماعیل سلمہٗ ضروری اشیا کی خریداری کے لیے ''بن داؤد'' گئے، پھر رات ۹/ بجے کے بعد حرم شریف گئے۔

۲۷/صفر۱۴۳۳ھ-۲۲/جنوری۲۰۱۲ء (اتوار):

صبح حرم پاک میں حاضر ہوئے، اصحابِ صفہ والے چبوترے پر جگہ ملی، نماز اور تلاوت کا اطمینان کے ساتھ موقع ملا، سردی زیادہ تھی؛ مگر الحمدللہ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

ناشتہ کے بعد فوراً.....ابن ڈاکٹر محمد الیاس کے ساتھ کتب خانوں میں گئے، مولوی داؤد فلاحی کے شاگرد ہیں، اس لیے محبت واکرام کے ساتھ اپنی گاڑی میں جامعہ اسلامیہ کے قریب "دار النصیحة" نامی مکتبہ میں گئے اور بعض کتابیں خریدیں، اس کے بعد "العبیکان" پہنچے اور وہاں سے بھی چند کتابیں خریدی گئیں۔

=۱۹۶۶ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرمائی، دارالعلوم فلاحِ دارین میں حفظ اور عالمیت کی تکمیل فرمائی۔ ۱۹۸۲ء میں آپ نے دارالعلوم فلاحِ دارین میں داخلہ لیا اور ۱۳/سال قیام فرما کر ۹۵-۱۹۹۴ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی، اِس دوران حفظ، عالمیت کے ساتھ ساتھ قراءاتِ حفص، سبعہ اور ثلاثہ کی بھی تکمیل فرمائی۔ فراغت کے بعد ایک سال سے کچھ زاید عرصہ دارالعلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور میں تدریس فرمائی، اسی دوران ''لجنة تحسین القرآن الکریم'' کی بنیاد بھی آپ نے رکھی۔ یکم مئی ۱۹۹۶ء سے جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ کے شعبۂ تجوید وقراءت میں خدمت انجام دے رہے ہیں، یہاں کے قیام کے دوران آپ نے الافادات الصدیقیہ علی الفوائد المحبیہ، فیضِ صدیق اور گلدستۂ سوال وجواب درگلستانِ ابحاث فوائدِ مکیہ جیسی کتابیں بھی مرتب فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور مزید خدمات کے لیے موفق فرمائے۔ آمین!

ظہر سے قبل واپسی ہوئی، ظہر بعد مولوی داؤد کھانا لائے، پھر قیلولہ کیا، عصر کے بعد چند چیزیں خریدی گئیں، مغرب کے بعد حرم میں رہے، وہیں مولانا معاذ کے فرزند اور آمود کے مولوی صاحب کے ساتھ ملاقات ہوگئی، دونوں جامعہ اسلامیہ میں "كلية الشريعة" کے متعلم ہیں، عشا کے بعد کھانے سے فارغ ہوئے، مطالعہ کر کے آرام کیا۔

۲۸/صفر ۱۴۳۳ھ-۲۳/جنوری ۲۰۱۲ء (پیر):

صبح جلدی سے حرم شریف پہنچے اور اقدام عالیہ میں بیٹھ کر نماز، سلام اور تلاوت کا موقع ملا، فجر کے بعد تھوڑا آرام کیا، پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے اور بن داؤد سے ضروری اشیا لائے۔

دس بج کر تیس منٹ پر عزیزم مولوی عبداللہ جناح افریقی سلمہٗ موٹر لے کر آئے اور مفتی ایوب صاحب افریقی کے دولت کدے پر لے گئے، وہاں چند طلبا سے اسباق سنے۔ الحمدللہ! سیرت کی کتاب حفظ کر رہے ہیں، ارود، فقہ بھی پڑھ رہے ہیں، مفتی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کے لڑکے بہترین عربی بولتے ہیں، بہت مسرت ہوئی، کاش کہ ہندوستان میں بھی طلبا چند متون حفظ کرنے کی عادت ڈالیں۔

مولوی ایوب صاحب نے ناشتہ اور چائے بھی پلائی، طلبا سے چند باتیں ہوئیں، مفتی صاحب نے اس کو انگریزی میں سمجھایا، اس علاقہ میں تقریباً ۳۰/افریقی فیملی بزنس ویزا لے کر مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور مقدس سرزمین کی برکات حاصل کر رہے ہیں۔

عصر کے بعد حافظ ثمیر احمد کے ساتھ ’’مکتبہ دار الزماں‘‘ گئے اور الاشباہ و النظائر لابن نجم خریدی، مغرب کی نماز مسجد میں باب بلال پر ادا کی اور فوراً مفتی ایوب صاحب مدظلہٗ کے ہمراہ شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کے گھر جا کر ملاقات سے مشرف ہوئے، شیخ سے ضروری باتیں ہوئیں، گجرات کے مدارس کی دعوت پیش کی۔ شیخ نے علامہ عثمانیؒ کے مقدمۂ فتح الملہم کی جدید طباعت بتلائی جو سلمان بن شیخ عبد الفتاح ابوغدہ نے ابھی ابھی شام سے طباعت کروائی ہے، شیخ عبد الفتاح کی تعلیقات کے ساتھ عمدہ طباعت ہے۔ عشا حرم میں ادا کی، تاخیر ہوگئی تھی، اس لیے باہر صحن میں شامل ہوئے۔

۲۹؍صفر۱۴۳۳ھ-۲۴؍جنوری۲۰۱۲ء (منگل):

صبح تاخیر سے آنکھ کھلی، اس لیے جلدی جلدی تیاری کی اور مسجد نبوی علی صاحبہ الف صلاۃ میں حاضری دی۔ الحمدللہ! قدیم مسجد میں جگہ مل گئی، نماز‘ دعا اور سلام سے فراغت پر کمرہ پر واپسی ہوئی۔ حافظ ثمیر سلمہ ناشتہ لے کر آئے، ناشتہ کے بعد کچھ آرام کیا اور پھر بعض ضروری اشیا خریدی گئیں، پھر حرم شریف جا کر سلام پیش کیا۔

ظہر بعد کھانا کھایا اور قیلولہ کیا، عصر کے بعد عطر خریدا اور تیاری کر کے مولانا اسماعیل بدات صاحب(۱) کی ملاقات کے لیے گئے، مغرب ادا کر کے پھر کمرہ پر آئے اور عشا کی تیاری کی، عشا بعد ثمیر صاحب اور بنگلور کے ایک صاحب کھانا لے کر آئے، کھانا سے فارغ ہو کر مطالعہ کیا اور دس بجے کے بعد آرام کیا۔ فالشکر للہ!

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۲۴۷ پر گزر چکا ہے۔

یکم ربیع الاول ۱۴۳۳ھ-۲۵/جنوری ۲۰۱۲ء (بدھ):

الحمدللہ! آج جلدی بیدار ہو گئے، ضروریات سے فراغت کے بعد چائے پی گئی اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے روضۃ الجنۃ میں ''باب الحرس'' کے پاس جگہ ملی، ساتھ میں ''باب الوفود'' ہے، آقا کے دربار کی دربانی کا تصور آتا رہا، فجر تک تلاوت، نماز، صلاۃ وسلام اور دعا میں مشغول رہے۔

فجر کے بعد آرام کیا، ناشتہ سے فارغ ہوکر جناب بھائی جاوید سورتی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کتابوں کے لیے ہدیہ پیش کیا، ٹیکسی کر کے "مکتبة العبيكان" گئے اور کتابیں خریدیں۔

وہاں بھائی حسن باوا کوسمبا والے اپنی گاڑی لے کر آئے اور محبت سے ملے، ان کے ساتھ "مكتبة الرشد" گئے اور نسائی شریف کی شرح ۴۲/جلدوں میں خریدی(۱) اور پارسل کرنے کے لیے ان کو ہی سپرد کردی، کمرہ پر آکر تازہ وضو کیا اور حرم پاک حاضر ہوئے۔

ظہر کے بعد حافظ ثمیر سلمہ کھانا لے کر آئے، کھانے سے فراغت کے بعد قیلولہ کیا، عصر کے بعد مولانا اسماعیل بدات سے مصافحہ کیا اور اقدام عالیہ میں مغرب ادا کی۔

---

(۱) یہ مشہور حبشی عالم شیخ محمد بن علی بن آدم بن موسیٰ الاتیوبی الولوی کی تصنیف ہے، جس کا نام "ذخيرة العقبى في شرح المجتبى" ہے جو بیالیس جلدوں میں شائع ہوکر پوری دنیا سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔ کتاب چالیس جلدوں میں ہے، دو جلدیں فہرست پر مشتمل ہیں۔

مغرب کے بعد کافی دیر اقدام عالیہ میں رہے۔ اتفاق سے حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ بھی تشریف لائے اور ان سے ملاقات کر کے مسرت ہوئی۔ مولانا عبدالحمید صاحب(۱) آزادویل سے تشریف لائے ہیں، ان سے بھی اسی پاک جگہ پر ملاقات ہوگئی۔ فالحمد للہ! عشا کے بعد مولانا اسماعیل بدات مدظلہ کے صاحب زادہ کھانا لے کر آئے، کھانے سے فراغت کے بعد آرام کیا۔ وللّٰہ الحمد والمنۃ!

---

(۱) **حضرت مولانا عبدالحمید بن ابراہیم اسحاق صاحب دامت برکاتہم:** دارالعلوم آزادویل جنوبی افریقہ کے مہتمم اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے خلیفۂ اجل ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۴؍شوال ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۰؍ستمبر ۱۹۴۶ء بروز جمعہ جرمسٹن جنوبی افریقہ میں ہوئی۔ حضرت مولانا کا بچپن بڑی مشکلات کے ساتھ گزرا، ۹؍سال کی عمر میں والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ آپ نے مکتب کی تعلیم مدرسہ قوۃ الاسلام جرمسٹن میں حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا فخر الحسن صاحبؒ، حافظ محمد سلو صاحبؒ اور حضرت مولانا احمد بیڑا صاحبؒ وغیرہ ہیں۔ حضرت مولانا نے اسکول کی تعلیم جرمسٹن میں درجۂ پانچ تک حاصل کرنے کے بعد ویلیم ہائی اسکول بینونی سے میٹرک ۱۹۶۳ء میں پاس فرمایا۔ ۱۹۶۴ء میں میاں فام میں شعبۂ عالمیت میں داخلہ لیا اور پانچ سال قیام فرما کر ہدایہ اولین اور جلالین تک تعلیم حاصل فرمائی۔ یہاں کے اساتذہ میں حضرت مفتی ابراہیم صاحب سنجالویؒ، حضرت مفتی بشیر صاحب سنجالویؒ اور حضرت مولانا ابراہیم میاں صاحبؒ وغیرہ ہیں۔ میاں فام میں قیام کے دوران ہی آپ نے حافظ عبدالرحمٰن میاں صاحبؒ کے پاس حفظِ کلام پاک کی تکمیل فرمائی۔ ۱۹۶۹ء میں ہندوستان کا سفر فرمایا اور دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۳۸۹ھ میں دارالعلوم سے سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ اور حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ فراغت کے بعد ایک سال مزید قیام فرما کر تجوید کی تعلیم حاصل فرمائی۔ آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت تھے اور اصلاحی تعلق حضرت فقیہ الامتؒ سے رہا ہے۔ جنوبی افریقہ واپسی کے بعد آپ نے جرمسٹن میں امامت اور مکتب میں تعلیم کا آغاز فرما، پھر کچھ عرصے کے بعد حفظ کی تعلیم بھی دی، اِس دوران تبلیغ کے لیے آپ نے اپنے آپ کو وقف فرما دیا۔ حضرت مولانا دامت برکاتہم کو اکابرین کی کتابوں کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے کے ساتھ خاص شغف رہا ہے اور اسی غرض سے آپ نے انگریزی زبان میں بی اے تک تعلیم بھی حاصل فرمائی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں حضرت مولانا نے آزادویل میں ایک دارالعلوم قائم فرمایا جو جنوبی افریقہ کا معیاری اور عظیم الشان ادارہ ہے۔ جہاں سے سینکڑوں کی تعداد میں علما' حفاظ' قرا اور مفتیانِ کرام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرف قبول بخشے۔ آمین!

۲؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ-۲۶؍جنوری ۲۰۱۲ء (جمعرات):

آج تہجد کے وقت اقدام عالیہ میں حاضر ہو کر نماز' تلاوت اور دعا سے فراغت ہوئی، پھر نماز فجر ادا کی، شیخ صالح بدیر نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد غسل کیا، احرام پہنا اور ناشتہ کیا، ۷:۳۰ بجے مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔ ابو عبداللہ نامی ایک صالح شخص کی گاڑی ۴۵۰؍ریال پر طے ہوئی، ذوالحلیفہ پہنچ کر دوگانہ ادا کی اور عمرہ کی نیت کی اور روانہ ہو گئے۔

راستہ میں ایک جگہ ٹھہر کر استنجا اور ناشتہ سے فارغ ہوئے، ظہر سے قبل مکہ معظّمہ حاضری ہوگئی، غسل کیا، مروہ ٹاور میں حاجی اسماعیل سورتی صاحب(۱) کے کمرہ نمبر (۱۲۰۹) میں قیام کا نظام ہوا ہے، مولوی یونس رندیرا سلمہٗ (۲) نے بہت نصرت فرمائی۔

(۱) حاجی اسماعیل صاحب سورتی مدظلہ کا آبائی وطن راندیر ضلع سورت ہے، جہاں سے آپ کے والد ماجد نے بر ماہجرت فرمائی تھی، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے تھے، جہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ مکہ مکرمہ کے بڑے تاجروں میں سے ہیں۔ ''سُرَّتی پرفیوم'' کے مالک ہیں، اِس وقت عمر لگ بھگ ۷۰؍سال کے قریب ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ ہونے کی وقیع نسبت کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کا آپ ہی کے فلیٹ میں ہمیشہ قیام رہتا تھا۔ آپ بڑے مہمان نواز اور سخی دل آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین! (معلومات بشکریہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب رندیرا مدظلہ)

(۲) حضرت مولانا یونس بن احمد رندیرا صاحب دامت برکاتہم کا آبائی وطن کوساڑی ضلع سورت ہے۔ ترکیسر میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل فرمائی، دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر سے ۱۹۹۸ء میں اول نمبر سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔ ایک لمبی مدت سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب بداتؒ کے خویش ہوتے ہیں۔ استاذِ گرامی قدر حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جون پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے محبوب مجاز اور خلیفۂ خاص ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ کے آپ اخص الخواص خدام میں شمار ہوتے ہیں۔ حرمین کے سفر کے وقت ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہتے؛ بل کہ بہت سے عرب علما کے بہ قول آپ نے حضرت کی خدمت کا حق ادا فرما دیا۔ ماشاء اللہ! تمام اکابر علمائے دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور دن دونی رات چوگنی ترقیات سے نوازے۔ آمین!

ظہر حرم میں ادا کر کے طواف وسعی اور حلق سے فارغ ہوئے، پھر غسل کیا، احرام بدلا، مولوی یونس سلمہ کھانا لے کر آئے، فارغ ہوکر آرام کیا۔

عصر حرم میں ادا کی، مغرب کے بعد کافی دیر مطاف میں رہے، عشا کے بعد مولوی یونس صاحب سبزی لائے، کھانے سے فارغ ہوکر بندہ تو لیٹ گیا اور مولوی اسماعیل اور مہر النساء ''بن داؤد'' میں ضروری اشیا کی خریدی کے لیے گئے، سفر کا تعب تھا اس لیے فوراً نیند آ گئی۔ الحمدللہ!

۳؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ - ۲۷؍جنوری ۲۰۱۲ء (جمعہ):

آج ۴؍بجے اٹھ کر ضروریات اور چائے سے فارغ ہوکر حرم پاک میں گئے، جمعہ کے سبب مطاف میں کافی زائرین تھے، مصر اور ترکی کے معتمرین بھی نظر آنے لگے تھے، الحمدللہ! مولوی اسماعیل سلمہ نے دو طواف کرائے اور فجر تک تلاوت میں مشغول رہے۔

فجر کی نماز فضیلۃ الشیخ عبداللہ الجہنی نے پڑھائی اور مسنون قراءت سورۂ الم سجدہ اور سورۂ دہر بہترین انداز میں کی۔

نماز جمعہ کے بعد شیخ اسماعیل سورتی - جو مکہ معظّمہ کے بڑے تاجر ہیں اور انہی کے شقہ میں ہم لوگ مقیم ہیں- تشریف لائے، بہت اکرام اور محبت سے ملے، دوپہر کا کھانا بھی گھر سے منگوایا اور شام کے کھانے کی دعوت پیش کی۔ کھانا دیر سے آیا، فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت ہوگیا، عصر کی نماز حرم میں ادا کر کے السورتی کی عطر کی دکان پر گئے اور عطر اور بخور خریدا، کمرہ پر آ کر وضو کیا اور مغرب کے لیے حرم گئے،

مطاف کے علاقہ میں مغرب اور عشا ادا کی اور فوراً کمرہ پر آئے۔ ہمارے محترم دوست مولوی محمد رضوان بہرائچی قاسمی ملاقات کے لیے تشریف لائے اور دارالعلوم کی پرانی یادیں تازہ ہوئیں۔

دس بجے شیخ اسماعیل سورتی کی گاڑی آئی اور ان کے دولت کدے پر جا کر کھانا کھایا، سوا گیارہ بجے واپسی ہوئی۔

۴/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ-۲۸/جنوری ۲۰۱۲ء (سنیچر):

حسبِ معمول اٹھ گئے، ضروریات سے فراغت کے بعد حرم شریف پہنچے اور طواف کیا، مطاف ہی میں نوافل اور فرض ادا کیے، فجر بعد آرام کیا اور چائے ناشتہ سے فارغ ہوکر پھر طواف کے لیے گئے، مولوی یونس صاحب سلمہٗ بھی طواف کے لے آئے، آج وہ مدینہ منورہ واپس ہورہے ہیں۔

کمرہ پر آکر مطالعہ کیا، ظہر سے قبل حرم شریف پہنچ گئے، بعد الصلاۃ کھانے سے فارغ ہوئے، قیلولہ کیا اور عصر کے لیے حرم شریف پہنچے، عصر کے بعد ٹیکسی کے ذریعہ شارع منصور گئے اور چند اشیا خریدیں۔

مغرب حرم میں ادا کی اور جناب جاوید بھائی سورتی کے ہمراہ کمرہ پر آئے، سامان کا وزن کیا اور پھر وضو کر کے حرم شریف پہنچے، مغرب شیخ سدیس نے پڑھائی۔

عشا کے بعد مطعم سے کھانا لائے، جناب اسماعیل سورتی صاحب نے بھی ازراہِ کرم کھانا بھیجا، کھانے سے فارغ ہوکر دوبارہ حرم میں حاضری دی، نماز سے فارغ ہوکر کمرہ پر واپس آئے، نماز سے قبل محترم مولانا رضوان صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کعبۃ اللہ کے غلاف کا استر ہدیتاً پیش کیا۔ فجزاہ اللّٰہ خیرًا!

۵/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ-۲۹/جنوری ۲۰۱۲ء (اتوار):

صبح ۴:۳۰ بجے حرم شریف پہنچے اور طواف کیا، مطاف ہی میں خلف المقام صبح تک رہے، فجر کی نماز کے بعد کمرہ پر آرام کیا، ناشتہ سے فارغ ہوکر پھر طواف کے لیے گئے۔ اس کے بعد مغسلہ (لونڈری) سے کپڑے لائے اور بچیوں کے لیے حجاب اور ٹوپیاں خریدیں، تھوڑی دیر آرام کیا اور ظہر کے لیے حرم شریف پہنچے۔ ظہر کے بعد کھانا اور قیلولہ سے فارغ ہوکر عصر ادا کی اور پھر سعودی ایرلائن کے دفتر میں ری کنفرم کے لیے گئے۔

پانچ بجے مولوی یوسف روکڑیا(۱) اور ان کے فرزند اسماعیل ملاقات کے لیے آئے، قبیل المغرب حرم پہنچے اور مغرب کی نماز ادا کی۔ آج طبیعت میں سستی رہی، اس لیے بندہ نے عشا کمرہ پر ادا کی، شیخ اسماعیل سورتی صاحب کے گھر سے کھانا آیا، عشا کے بعد کھانے سے فارغ ہوئے۔

۹:۳۰ بجے مکرم جناب یحییٰ بن بلال منیار، عبداللہ منیار اور ان کے بھائی تشریف لائے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی کتاب ''فتح الملہم'' کا مقدمہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تعلیقات کے ساتھ ابھی ابھی طبع ہوا ہے، وہ ہدیہ میں پیش کیا، اس قیمتی ہدیہ کے ملنے پر قلبی مسرت ہوئی، اچھی علمی مجلس رہی، ان حضرات نے کیک، جیلی وغیرہ کھانے کی اشیا بھی پیش کیں۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء!

---

(۱) حضرت مولانا یوسف صاحب روکڑیا زیدہ مجدہٗ: لوہارا ضلع سورت کے باشندے ہیں، برسوں مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور وہیں کاروبار بھی تھا، حجاج اور زائرین کی خدمت آپ کا مشغلہ تھا، فی الحال ہندوستان مراجعت فرما چکے ہیں۔

رات گیارہ بجے اسماعیل روکڑیہ سلمہٗ زم زم کی چار بوتلیں لے کر آئے۔

جزاھم اللّٰہ خیرًا!

۶؍ربیع الاول ۱۴۳۳ھ-۳۰؍جنوری ۲۰۱۲ء (پیر):

آج حرم شریف ۴:۳۰ بجے گئے، طواف کیا اور رکن یمانی کے سامنے تہجد اور تلاوت و دعا کا معمول پورا کیا۔ مولانا قاسم انگار صاحب(۱) اور رابعہ سلمہا مکہ قبیل الفجر پہنچے، فجر کے بعد مولانا سے ملاقات ہوئی اور ان کے کمرہ پر آ گئے، مولانا قاسم صاحب اور رابعہ عمرہ ادا کر کے حرم پہنچے اور ہم کمرہ پر آئے، ناشتہ کیا۔

مولانا قاسم صاحب عمرہ سے فارغ ہوئے تو مولوی اسماعیل سلمہٗ ان کو لے کر صالون گئے اور پھر کمرہ پر آئے، مولانا نے غسل کیا اور پھر ناشتہ کیا، آج بجلی غائب ہونے کے سبب لفٹ بند ہو گئی تھی، اس لیے دوسری طرف چکر کھا کر آنا پڑا۔

---

(۱) **حضرت مولانا قاسم بن غلام محمد صاحب انگار ترکیسری مدظلہٗ:** دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے فاضل، متخصص فی التفسیر، سابق مہتمم اور حضرت مفکر ملتؒ کے خویش جیسی وقیع نسبتوں کے حامل ہیں۔ ترکیسر ضلع سورت آپ کا وطن ہے۔ ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے، تمام تر تعلیم دارالعلوم فلاحِ دارین ہی میں ہوئی، دو سال جنوبی افریقہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دے کر ۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۰ء چھ سال فلاحِ دارین کی مسندِ اہتمام کو سنبھالا۔ ۱۹۹۰ء سے ٹورنٹو کناڈا میں قیام پذیر ہیں، جہاں مختلف دینی و ملی خدمات کے ساتھ تدریس بھی فرما رہے ہیں۔ حضرت مفتی فاروق صاحب میرٹھیؒ اور شیخ حنیف صاحب لوہاروی مدظلہ سے اجازتِ بیعت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو عام و تام فرمائے اور سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

چندروز علم وعرفاں کے مراکز میں (۱)

کسی شاعر کا یہ شعر مجھے بہت پسند ہے (۲):

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

لوہے کی طرح انسان کا قلب بھی زنگ آلود ہو جاتا ہے اور دنیا کی آلائشوں سے اس پر میل چڑھ جاتا ہے، اس کو صیقل کرنے اور دھونے کی ضرورت پڑتی ہے، اللہ والوں کی صحبت اور ذکر کی مجلسوں میں شرکت ہی اس کا بہترین علاج ہے۔

آج کل محترم حکیم اختر صاحب مدظلہ کے بہت سے مفید ومؤثر رسالے طبع ہو رہے ہیں، حکیم صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''شیخ کی خدمت میں جسم کے ساتھ حاضری دینے سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب میں انوارِ یقین وانوارِ نسبت منتقل ہوتے رہتے ہیں، کتابوں سے ہمیں شریعت کی کمّیات ملتی ہیں، یعنی مقادیرِ احکام شرعیہ کہ مغرب کی تین رکعات ہیں، عشا کی چار، فجر کی دو ہیں وغیرہ؛ لیکن کس کیفیت سے ہم نماز پڑھیں، کس درد سے سبحان

(۱) زیرِ نظر مضمون دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے ترجمان ''مجلۃ الفلاح'' میں شائع ہوا تھا۔

(۲) حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ نے یہ شعر حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفیؒ خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ (منازلِ سلوک:۱۱)

ربی الاعلیٰ کہیں، کس کیفیتِ ایمانی سے اللہ کا نام لیں، یہ کیفیات ملتی ہیں اللہ والوں کے سینہ سے، کمیاتِ احکامِ شرعیہ ملتی ہیں کتابوں سے اور کیفیاتِ ایمانیہ ملتی ہیں اہل اللہ کے سینوں سے، ان کے دل کا نورِ یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔

اسی لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ اے علمائے دین! میرے علم میں جو برکت آپ دیکھ رہے ہیں یہ خالی کتب بینی سے حاصل نہیں ہوئی، بل کہ قطب بینی بھی کی ہے۔ میں نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی زیارت کی ہے، مولانا گنگوہیؒ کی اور مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کی زیارت کی ہے، یہ حضرات اپنے وقت کے قطب تھے، اگر آج علمائے دین جن کا تعلق کسی سے نہ ہو، اگر کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کر لیں تو زندگی کا مزہ آ جائے۔(۱)

چوں کہ مئی کے عشرہ میں بندہ کینیڈا کے سفر کا ارادہ کر چکا تھا، اس لیے دل میں شدید تقاضا ہوا کہ مغرب کے اس سفر سے پہلے اللہ والوں کی صحبت میں حاضری دی جائے اور دینی مراکز کی زیارت سے استفادہ کر لیا جائے کہ نہ معلوم پھر یہ موقع کب نصیب ہوتا ہے؛ چناں چہ عزیز محترم مولانا غلام محمد وستانوی فلاحی اور مولانا یوسف جسات ترکیسری فلاحی کی رفاقت میں ہتھورہ ضلع باندہ کا سفر طے ہوا؛ تا کہ قطبِ وقت حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی دامت برکاتہم (۲) کی خدمت میں حاضری ہو سکے۔

---

(۱) منازلِ سلوک: ص ۱۷، از حکیم اختر صاحبؒ، بتغیر یسیر (۲) اب رحمہ اللہ

مولانا غلام محمد وستانوی اور مولوی محمد یوسف جسات صاحب اپنی بعض مصروفیات کے سبب باندہ سے واپس ہونے والے تھے؛ مگر بندہ الہ آباد، جون پور، گورینی اور لکھنؤ تک کے سفر کا قصد کر کے روانہ ہوا تاکہ ان مراکز عرفانیہ میں بزرگوں اور علما سے ملاقات کر کے کچھ استفادہ کر سکے ۔

أُحِبُّ الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحًا

ان اوراق میں اسی سفر کی مختصر روئداد قلم بند کرنی ہے۔ یکم اپریل ۱۹۹۶ء تین بجے گھر سے روانگی ہوئی، بارڈولی کے مسلمانوں نے ایک کروڑ روپے کے صرفہ سے مسلم اسکول تعمیر کیا ہے اور اب وہاں دارالقرآن اور مسجد کی بنیاد ڈالی جانے والی ہے، اسی مقصد سے آج بارڈولی حاضری ہوئی۔ ۱۹۹۶/۴/۱۵ء کو بذریعہ کار بارڈولی پہنچ گئے، گرمی شدید تھی، اس لیے تھوڑی دیر عزیزم مولوی اسماعیل سلمہ (۱) کے مکان پر آرام کیا اور عصر کی تیاری کی۔

(۱) **مراد حضرت مولانا اسماعیل بن مبین الحق بودی مدظلہ:** آپ بارڈولی ضلع سورت کے باشندے ہیں۔ یکم اپریل ۱۹۵۲ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل فرما کر ۱۹۶۶ء میں دارالعلوم فلاحِ دارین کا رُخ فرمایا، یہاں آپ نے حفظ کی تکمیل فرمانے کے بعد درجۂ اردو تا دورۂ حدیث شریف کی تعلیم حاصل فرمائی، ۱۹۷۵ء میں آپ نے سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ، حضرت مولانا سید ابراراحمد صاحبؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب حاجی ترکیسریؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحبؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ فراغت کے بعد سے اپنے وطن بارڈولی میں قیام پذیر ہو کر دین کی خدمات میں مشغول رہے۔ تقریباً پینتیس سال تک اقصیٰ مسجد میں تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ صدر مدرس کے فرائض بھی انجام دیے۔ اس کے علاوہ ''مدرسہ اسلامیہ'' اور ''جامع مسجد'' کے متولی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ ۲۰۱۴ء سے کینیڈا میں مقیم ہیں اور دین کی خدمات میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے اور تادیر دینی خدمت میں مشغول رکھے۔ آمین!

مولانا ہاشم جوگواڑی صاحب:

عصر کی نماز کے لیے جاتے ہوئے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی مدظلہٗ (۱) خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ واستاذ حدیث دارالعلوم بری (برطانیہ) بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، اس نعمت غیر مترقبہ سے مسرت ہوئی اور مولانا مدظلہٗ کی قیام گاہ پر پہنچ کر ملاقات کی۔ مولانا موصوف کو ناچیز سے حسن ظن ہے اور دارالعلوم جوگواڑ کے سلسلہ میں اکثر مشورے ہوتے رہتے ہیں، اس اتفاقی ملاقات سے ان کو بھی مسرت ہوئی اور گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے۔ مولانا مدظلہٗ جیسے مخلص ذاکر شاغل

---

(۱) **حضرت مولانا ہاشم حسن پٹیل صاحب دامت برکاتہم:** جوگواڑ ضلع بلساڑ کے باشندے ہیں، فی الحال انگلینڈ میں مقیم ہیں اور دارالعلوم بری کے استاذِ حدیث ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے اجل خلفا میں سے ہیں، انگلینڈ کے مشہور شیخ طریقت بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ دارالعلوم زکریا جوگواڑ کے بانی اور کئی اداروں کے سرپرست ہیں۔ ۲۵/مارچ ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرمانے کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں درجۂ فارسی اول پڑھا، پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں از فارسی دوم تا شرح وقایہ کی تعلیم ہوئی، جامعہ حسینیہ کے ہونہار طلبہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۳۸۳ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا اور ۱۳۸۵ھ میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے پڑھی، دورۂ حدیث شریف کے بعد ایک سال حضرت کی صحبت میں رہ کر حفظ قرآن کریم کا آغاز فرمایا، اسی دوران حالتِ جذب کے طاری ہونے پر اپنے وطن مراجعت فرمائی اور تدریس کا آغاز فرمایا۔ ۱۹۶۸ء میں برطانیہ تشریف آوری ہوئی، شروع میں ایک مسجد میں امامت کے ساتھ حفظِ قرآن کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۹۵ھ میں جب دارالعلوم بری کا آغاز ہوا تو اس میں خدمت شروع ہوئی، الحمد للہ! یہاں پر اکثر کتابوں کی تدریس فرمائی۔ فی الحال کتبِ حدیث شریف کی تدریس آپ ہی سے متعلق ہے۔ ۱۳۹۷ھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی۔ آپ متبعِ سنت اور نرم خو بزرگ ہیں، تعلیم وتربیت کے حوالے سے کافی فکر مند ہیں، اِن دنوں قویٰ خاصے مضمحل ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت کو شفائے کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

عالم کی سفر کے پہلے مرحلہ میں ملاقات اور ان کی دعاؤں کے حصول کو ہم نے اپنے لیے نیک فالی سمجھا اور مولانا کی معیت میں مسجد جا کر عصر کی نماز ادا کی۔

مولانا ہاشم صاحب نے جوگواڑ ضلع بلساڑ میں ایک دارالعلوم قائم کیا ہے اور آپ ہی کی توجہ اور نگرانی میں دارالعلوم ترقی کر رہا ہے، نماز کے بعد اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔

مسجد کی بنیاد:

پھر مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کی حاضری میں اسکول کے دارالاقامہ اور مسجد کی بنیاد رکھی گئی، یہاں سے فارغ ہوکر مولانا مدظلہٗ نے دارالعلوم جوگواڑ کے لیے خریدی گئی ایک زمین دکھلائی اور وہاں بھی دعا ہوئی۔ مغرب کی نماز مسجد میں ادا کر کے ایک صاحبِ خیر اور علما سے تعلق رکھنے والے حاجی صاحب کے نوتعمیر شدہ مکان پر حاضری ہوئی، کھانا کھایا اور دعا کے بعد فوراً سورت کے لیے روانہ ہوئے۔

بارڈولی سے مولوی اسماعیل صاحب، مفتی ابراہیم صاحب (۱) اور مولوی آدم

(۱) **حضرت مفتی ابراہیم صاحب گجیا زیدہ مجدہٗ**: بارڈولی، ضلع سورت کے باشندے ہیں۔ یکم مارچ ۱۹۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن بارڈولی میں حاصل فرما کر "مدرسہ سراج العلوم مٹوار" میں حفظ کی تکمیل فرمائی۔ بعدہٗ آگے کی تعلیم کے لیے دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کا رخ فرمایا جہاں اردو تا افتا کی تعلیم حاصل فرمائی۔ ۱۹۹۴ء میں آپ کی فراغت ہوئی اور ۱۹۹۵ء میں افتا کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ، حضرت مولانا یعقوب گورا صاحبؒ، حضرت مولانا اسماعیل صاحب ڈیسائی ترکیسریؒ وغیرہ اکابر علما ہیں۔ فراغت کے بعد بارڈولی ہی میں مکتب میں خدمات دینا شروع کیا اور آپ کی مسلسل محنت اور جاں فشانی کا نتیجہ تھا کہ اس مکتب میں ناظرہ کے ساتھ ساتھ حفظ اور درجاتِ کتب کی بھی تعلیم شروع ہوگئی، یہاں تک کہ ۲۰۰۴ء میں آپ نے "دارالاحسان" کے نام سے مستقل دارالعلوم کے لیے عمارت کی =

صاحب (۱) سورت تک تشریف لائے، عشا کی نماز تراوا مسجد میں ادا کی۔ آج کل گاڑیوں میں بے پناہ ہجوم رہتا ہے؛ مگر بارڈولی کے ان مخلص رفقا نے اسٹیشن پر پہنچنے اور گاڑی میں ریز روڈ بہ میں سوار کرنے میں مکمل تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء! بارہ بجے رات میں گاڑی روانہ ہوئی، مولوی یوسف صاحب سے تھوڑی دیر بات چیت کر کے اپنی اپنی جگہ پر لیٹ گئے۔

مدرسہ انوار العلوم:

۲/اپریل ۱۹۹۶ء: صبح کی نماز گاڑی میں ادا کی، ۸:۱۵ کو جل گاؤں اسٹیشن پر اترے تو "مدرسہ انوار العلوم جل گاؤں" کے ایک مدرس پلیٹ فارم پر موجود تھے، ان کے ہمراہ مدرسہ انوار العلوم پہنچے، وہاں مولانا غلام محمد وستانوی صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا رات ہی سے تشریف لا کر قیام فرما تھے، موصوف کی

= داغ بیل ڈالی، جہاں بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام ہے۔ آپ نے اس ادارے میں اس بات کا اہتمام فرمایا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے؛ چناں چہ الحمد للہ! آپ کا ادارہ تربیت کے حوالے سے اہلِ علم کے مابین کافی نیک نام ہے۔ اس ادارے کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ صرف 'للہ پیسے' یہاں صَرف کیے جاتے ہیں۔ آپ کو افتاہی کے سال شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل ہوگئی تھی، اس کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی دامت برکاتہم سے بھی اجازت حاصل ہوئی۔ ماشاء اللہ! بڑے متقی، بااخلاق اور صوفی مزاج آدمی ہیں۔ طلبہ کے تئیں شفقت اور تربیت کے حوالے سے بے حد مقبول ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور آپ کے فیض سے ایک طویل مدت تک اہل گجرات مستفید ہوتے رہیں۔ آمین!

(۱) مولانا آدم صاحب جین والا: دیوا ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں درجۂ مشکاۃ تک تعلیم حاصل فرما کر جامعہ تعلیم الاسلام آنند سے سندِ فضیلت حاصل فرمائی، فی الحال بارڈولی میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

سرپرستی اور ان کی نگرانی میں یہ مدرسہ شہر کے باہر نئی عمارت میں شروع ہوا ہے اور الحمدللہ! دن بدن کافی ترقی کر رہا ہے۔

مفتی اشفاق صاحب:

مفتی اشفاق صاحب سورتی(۱) کے مکان پر ناشتہ کا نظم کیا گیا تھا، مفتی صاحب نے سورت کے روایتی طرز پر بے تکلف ناشتہ تیار کیا تھا، وقت تنگ تھا، اس لیے ناشتے کے بعد فوراً مدرسہ کے قریب مسجد عمر کی سنگِ بنیاد کے سلسلے میں منعقد جلسہ میں شرکت کرنے روانہ ہوئے۔ جلسہ کا آغاز سب سے پہلے انوار العلوم کے طلبہ کے پروگرام سے ہوا، طلبا کی قراءت، تقریریں، نظم اور نعتیہ اشعار سن کر اندازہ ہوا کہ طلبا پر اچھی محنت ہو رہی ہے، حروف کی ادائیگی اور جرأت کے ساتھ بڑے مجمع میں اظہارِ خیال سے ان کی بہتر صلاحیتوں کا اندازہ ہوا۔

مسجد کی بنیاد:

جلسہ گاہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، مولانا غلام محمد صاحب اور ناچیز نے مسجد کی اہمیت، ضرورت اور اسلام میں مسجد کے کردار پر تقریر کی اور مسجد عمر کی بنیاد رکھی گئی، دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

---

(۱) **حضرت مفتی اشفاق بن عبدالستار صاحب سورتی مدظلہ:** جامعہ حسینیہ راندیر کے فاضل ہیں۔ مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد سے افتا کی تکمیل فرمائی، بعدہٗ جلگاؤں میں حضرت خادم القرآن والمساجد مولانا غلام محمد وستانوی صاحب دامت برکاتہم کے زیرِ سرپرستی ایک مدرسے کے ناظم رہے۔ فی الحال یوکے میں مقیم ہیں اور وہاں مسجد میں خطابت وامامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

اقرا سوسائٹی:

جلسہ سے فارغ ہوکر ''مدرسہ انوار العلوم'' کے رکن کے مکان پر مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور کھانے سے فارغ ہوکر ''اقرا ایجوکیشن سوسائٹی'' کی ماتحتی میں چلنے والے اسکول اور ٹیکنیکل اسکول میں حاضری دی، بہت خوشی ہے کہ اب مسلمان ہر جگہ دینی اور دنیوی تعلیم کے سلسلہ میں کوشاں ہیں، اگرچہ ابھی تک خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوسکی ہے؛ مگر قدم آگے بڑھ رہے ہیں، اس لیے منزل پر پہنچنا آسان ہوگا، انشاءاللہ! اللہ مدد فرمائے۔ آمین!

''اقرا انجمن'' میں تھوڑی دیر قیام کے بعد بھساول کے لیے روانگی ہوئی، اسی اسٹیشن سے باندہ کے لیے ریزرویشن کرایا گیا تھا۔ ظہر کی نماز پلیٹ فارم پر ادا ہوئی، گرمی کی شدت اور سفر کی طوالت کے سبب عزیزم مولانا غلام محمد صاحب وستانوی سلمہٗ نے ہماری سیٹیں اے-سی میں کرادیں، جس سے سفر میں بہت آرام ملے گا؛ مگر راستہ میں کسی اور ٹرین کا انجن خراب ہونے کے سبب پانچ گھنٹہ تک ہم لوگ رکے رہے اور اس طرح گاڑی پانچ گھنٹہ لیٹ ہوگئی۔

راستہ میں برہان پور' کھنڈوہ وغیرہ اسٹیشنوں پر مولانا وستانوی صاحب کے اہلِ تعلق اور شناسا حضرات آتے رہے اور ہر جگہ کھانا پھل وغیرہ ماکولات ومشروبات سے ضیافت ہوتی رہی، جس سے اندازہ ہوا کہ مسلمانوں میں اب بھی علما اور خدامِ دین کے ساتھ محبت اور گہرا تعلق موجود ہے۔

دارالعلوم علی متقی:

برہان پور میں ایک اشتہار نظر سے گزرا جس میں علامہ علی متقیؒ کے نام پر ''دارالعلوم شیخ علی متقی'' کی بنیاد رکھنے کا مژدہ تھا، اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی یاد برسوں کے بعد بھی زندہ فرماتے ہیں، اللہ کرے یہ دارالعلوم ترقی کرے اور شیخ علی متقی جیسے عظیم محدث پھر برہان پور کی سرزمین میں پیدا ہوں۔ وما ذالك على الله بعزيز!

۳؍اپریل ۱۹۹۶ء: ہم کو صبح پانچ بجے باندہ اترنا تھا؛ مگر گاڑی کے لیٹ ہونے کے سبب ہم ۱۰:۳۰ (ساڑھے دس بجے) پہنچ سکے.....ع

تجري الرياح بما لا تشتهي السفن(۱)

ابھی سامان اتار رہے تھے کہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب زید مجدہم کے فرزند مولانا حبیب احمد صاحب پر نظر پڑی، دوتین آدمیوں کے ہمراہ اسٹیشن تشریف لاکر انتظار فرمارہے تھے، ان سے معانقہ ہوا اور جلدی سے سامان موٹر میں رکھا گیا کہ ہتھورہ میں حضرت اقدس کو شدید انتظار تھا۔

جامعہ عربیہ ہتھورہ:

ہتھورہ چھوٹا سا قریہ ہے؛ مگر حضرت اقدس کی ذاتِ گرامی کی برکت سے یہاں دین کا عظیم مرکز بن چکا ہے اور حضرت والا کی خدمت میں ظاہری وباطنی اصلاح کے خواہش مند جوق درجوق آتے رہتے ہیں۔ دارالعلوم کے احاطہ میں داخل ہوتے ہی دل باغ باغ ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک صالح اور مجاہد بندہ کے ذریعہ

(۱) ترجمہ: ہوائیں کشتی کی مخالف سمت ہی میں چلتی ہیں۔

اس دورافتادہ اوربنجر علاقہ میں دین وایمان اوررشدوہدایت کا یہ عظیم مرکز قائم کروادیا ہے۔ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ پورے بنڈیل کھنڈ میں ایک حافظِ قرآن نہیں مل سکتا تھا اورآج اس ادارہ کی برکت سے صدہا حفاظ صحت وتجوید کے ساتھ تعلیم قرآن مجید، تدریس کتاب وسنت میں مختلف علاقوں میں مشغول ہیں، اس دارالعلوم میں ایک طرف صرف ونحو، فقہ واصول، حدیث وتفسیر کی تعلیم ہورہی ہے تو دوسری طرف تزکیۂ نفس اورعلاج امراضِ روحانی کے لیے بھی حضرت والا کا فیض جاری ہے۔

ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء!

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب:

جیسے ہی گاڑی حضرت اقدس کے کمرہ کے سامنے رکی، حضرت والا باہر تشریف لائے اور گلے لگایا، حضرت اقدس کے بلند مقام، شدید مصروفیات، پیرانہ سالی کے باوجود اس خردنوازی سے دل پانی پانی ہوگیا، ہم نے سوچا یہی وہ بلند اخلاق ہیں جن کو سیکھنے کے لیے ان بزرگوں کی صحبت ضروری ہے، کیسی تواضع، کس قدرانکسار، سعدیؒ نے صحیح فرمایا ؎

نہد شاخِ پُر میوہ سر بر زمیں(۱)

اللہ تعالیٰ ان اکابر کی اقتدا کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

حضرت والا کی ملاقات سے سفر کا سارا تعب دور ہوگیا، آج جامعہ عربیہ ہتھورہ کی مجلس شوریٰ کا جلسہ ہے، اراکین محترم تشریف لاچکے ہیں، ہم لوگوں کی وجہ

(۱) ترجمہ: پھلوں سے لدی ہوئی شاخ اپنا سر زمین پر رکھتی ہے۔

سے جلسہ شروع نہ ہوا تھا، اس لیے فوراً چائے ناشتہ سے فارغ کر دیا گیا اور جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، مولوی یوسف اور حافظ اسماعیل صاحب کو مہمان خانہ پہنچایا گیا۔

مؤقر علمائے کرام:

شوریٰ کے اراکین میں حضرت مولانا عبدالوحید صاحب فتح پوری شاگردِ رشید علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا محمد فاروق صاحب میرٹھی خلیفہ حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہٗ(۱)، حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب مجاز حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ، حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق صاحب بھوپالی اور بہار ویوپی کے علما موجود تھے، ان اللہ والوں کی ملاقات سے دل کو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالوحید صاحب فتح پوری مدظلہٗ نے علامہ عثمانیؒ کی تقریر بخاری شریف مرتب فرمائی تھی، جس کی ایک جلد نظر سے گزری تھی اور اسی کتاب کے ذریعہ حضرت سے غائبانہ تعارف تھا، آج ملاقات ہوئی تو مزید مسرت ہوئی۔

شوریٰ کا اجلاس بہت سکون اور اطمینان سے ہوا، مختلف مسائل پر اراکین نے سنجیدگی سے اپنی اپنی رائے پیش کی اور مدرسہ کے تعلیمی اور تعمیری کاموں کی رفتار سے کلی اطمینان کا اظہار فرمایا۔ جلسہ کے اختتام پر دعا ہوئی، کھانا اور ظہر کی نماز سے فراغت کے بعد ہم نے حضرت اقدس سے الٰہ آباد کے سفر کی اجازت چاہی، حضرت والا نے دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ حضرت والا کی صحت خراب رہتی ہے، بمبئی میں آپریشن ہوا تھا؛ مگر اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا، ضعف غالب ہے، اس لیے

(۱) اب رحمہ اللہ

رخصت ہوتے ہوئے دل میں عجیب کیفیت تھی، اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے سایہ کو تا دیر قائم رکھے اور امت کو فیض پہنچائے۔ آمین!

اس مختصر قیام میں مولانا زید صاحب(۱)، مولانا عبید اللہ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، مولانا عبید اللہ صاحب(۲) کے والد صاحب مولانا سید مرتضیٰ صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے ان کی تعزیت بھی کرنی تھی۔

انیس احمد صاحب انیسؔ:

حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مدظلہ العالی الٰہ آباد سے بذریعہ کار تشریف لائے تھے، اسی کار میں ہم نے بھی سفر کیا۔ مولانا مدظلہٗ کے ساتھ تین اور رفقا تھے، ان میں مکرم انیس احمد صاحب انیسؔ الٰہ آبادی بھی تھے، انیس صاحب کو شاعری

---

(۱) اس سے مراد حضرت مولانا زید صاحب مظاہری ندوی زیدہ مجدہٗ، حال استاذ دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ ہیں۔ موصوف متعدد کتابوں کے مصنف اور اکابر خصوصاً حضرت حکیم الامتؒ کے علوم وافادات کے نہ صرف محافظ بل کہ آپ نے نئی نسل کے سامنے اُن کو تسہیل وترتیب کے ساتھ پیش فرما کر علومِ اکابر سے روشناس کرایا ہے۔ ماشاء اللہ! اکابر کے منظورِ نظر اور حضرت باندویؒ کے معتمد رہے ہیں۔

(۲) **حضرت مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی دامت برکاتہم:** دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ اور دار العلوم دیوبند کے خوشہ چین ہیں۔ فی الحال جامعہ عربیہ ہتھورہ باندہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا وغیرہ کئی ملی تنظیموں کی رکنیت بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ کا خصوصی اعتماد آپ کو حاصل ہے۔ حضرت باندویؒ نے آپ کو اپنی حین حیات ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز فرما دیا تھا، جسے آپ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔ تحریر کا بہت ہی اچھا ذوق پایا ہے۔ ''تذکرۃ الصدیق'' اور ''الموجز فی اصول الفقہ'' وغیرہ کئی مفید اور لاجواب کتابیں آپ کے پُر بہار قلم سے نکل کر عوام وخواص سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ خاموش، متواضع اور خلیق طبیعت کے حامل ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عافیت کے ساتھ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا فیض عام وتام فرمائے۔ آمین!

کا اچھا ذوق ہے، بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں، اس لیے مکمل دینی مزاج ہے، راستہ میں اپنے کچھ اشعار بھی سنائے۔ ہتھورہ سے الٰہ آباد کا راستہ خاصہ طویل ہے، پھر راستہ میں فتح پور آیا تو ریلوے پھاٹک بند ہو گیا اور پونے دو گھنٹہ تک پھاٹک بند رہا، یہ بھی ہمارے لیے آزمائش کا مرحلہ تھا، ہم لوگ گاڑی سے اترے اور مسجد تلاش کی، ایک چھوٹی سی مسجد میں عصر اور مغرب کی نماز ادا کی، نماز کے بعد چائے اور ہلکا سا ناشتہ کیا اور الہ آباد کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں مسلمانوں کی ایک بستی میں لب سڑک مسجد میں داخل ہوئے اور عشا کی نماز ادا کی۔ حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب مدظلہٗ کی نسبت سے کچھ حضرات جمع ہو گئے اور چائے بسکٹ سے تواضع کی، ٹھیک دس بجے الٰہ آباد پہنچے، حضرت مولانا مدظلہٗ کے دولت کدہ پر شام کا کھانا کھایا اور مدرسہ بیت المعارف کے ایک کمرہ میں آرام کرنے پہنچ گئے، حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب نے فرمایا کہ اسی کمرہ میں تقریباً پندرہ سال حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھیؒ کا قیام رہا اور اسی کمرے میں ہمارے مشائخ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہٗ وغیرہم اکابر امت قیام فرماتے ہیں، اہل اللہ کی متبرک قیام گاہ میں ہم ناکارہ کا قیام کرنا اللہ تعالیٰ کی بخشش ہی سمجھنا چاہیے، جس پر ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

دائرۂ شیخ محبّ اللہ:

۴؍اپریل ۱۹۹۶ء: صبح کی نماز بیت المعارف کی مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا، پھر ناشتہ سے فارغ ہو کر مختلف خانقاہوں کی ملاقات کا پروگرام

بنایا گیا۔ الٰہ آباد میں مشائخ کے بہت سے دائرے ہیں، بیت المعارف کے مدرس مولانا ابوالحسن صاحب کی معیت میں ہم سب سے پہلے شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی کے دائرہ میں پہنچے۔ شیخ محبّ اللہ الٰہ آباد کے معروف بزرگ اوراہلِ دل گزرے ہیں، کسی زمانہ میں ان کی خانقاہ کا دور دور شہرہ تھا؛ مگر اب کمرے شکستہ اور ویران ہیں۔ سجادہ نشیں صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے محبت اور اخلاق سے باتیں کیں، اصرار فرما کر چائے سے تواضع کی اور خانقاہ کے کمرہ میں بعض قیمتی مخطوطات کی زیارت کرائی، عربی فارسی کے ان نادر مخطوطات میں سے اکثر تصوف کی کتابیں تھیں، رسالہ قشیریہ کی عربی شرح، مکتوبات شیخ یحییٰ شرف الدین منیریؒ اور بعض دیگر کتب دیکھ کر خوشی ہوئی۔ افسوس ہے کہ بہت سی خانقاہوں میں اس طرح کے علمی خزانے موجود ہیں؛ مگر ان کی حفاظت کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں ہوتی، ہم نے یورپ میں مخطوطات کی حفاظت کا جو ذوق دیکھا وہ قابل تقلید ہے، یورپ کے ہزاروں عیوب کے باوجود ان کی علم دوستی اور علمی کاموں میں ہر طرح تعاون کے جذبہ کا ہمیں اعتراف کرنا چاہیے۔ وہاں پر کتب خانہ میں فوٹو اسٹیٹ مشین، میکروفلم مشین موجود ہے، کسی بھی مخطوطہ کی فلم دینے میں بخل نہیں ہوتا، اس کے برخلاف ہم نے اپنے آبا واجداد کے قیمتی خزانوں کو الماریوں، صندوقوں میں مقفل کر رکھا ہے اور ہزاروں مخطوطات دیمک اور نمی کے سبب بیکار اور ناقابل استفادہ ہو گئے ہیں، کاش کہ باقی ماندہ سرمایہ کی حفاظت کی فکر کی جائے اور جدید طریقوں کو استعمال کر کے ان علم کے موتیوں کو بربادی سے محفوظ کر لیا جائے۔

دائرۂ اجمل:

خانقاہ کے قریب تاریخی مسجد بھی ہے، اس کو بھی حسرت کے ساتھ دیکھا اور سجادہ نشیں صاحب کا شکریہ ادا کر کے باہر نکلے اور ''دائرۂ اجمل'' کا رخ کیا؛ مگر وہاں عورتوں کا ہجوم دیکھ کر طبیعت مکدر ہوئی، بعض سر جھکا کر بیٹھے تھے، بعض نذریں اور منتیں چڑھا رہے تھے، جن اولیاء اللہ نے زندگی بھر توحید وسنت کی تعلیم دی، ان کے عقیدت مند انہی کی قبروں پر یہ غیر اسلامی اعمال کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ امت کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

مدرسہ افضل المعارف:

دائرۂ اجمل سے ہم مدرسہ افضل المعارف گئے، حضرت مولانا محمد عمار صاحب مدظلہٗ (۱) سفر میں تھے، اس لیے ان سے ملاقات نہ ہوسکی؛ مگر ان کے فرزند گرامی مولانا افضال قاسمی صاحب اور مولانا انس ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دونوں حضرات بہت اکرام سے ملے، مولانا انس ندوی صاحب سے ان کی ندوہ کی طالب علمی کے زمانہ سے واقفیت ہے، اس کے بعد بھی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، پھر وہ لندن مبعوث ہوئے تو وہاں بھی خوب ملاقاتیں رہیں، آج کل اپنے وطن میں درس وتدریس میں مشغول ہیں، اس اتفاقی ملاقات سے خوشی ہوئی اور شام کو اپنے گھر کھانے کی دعوت پیش فرمائی۔

---

(۱) افسوس! اب حضرت مولانا بھی مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے۔

ڈاکٹر صلاح الدین صاحب:

افضل المعارف کی زیارت کے بعد ہم ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کی ملاقات کرنا چاہتے تھے؛ مگر ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ محترمہ کے شدید علیل ہونے کے سبب ڈاکٹر صاحب ہسپتال تشریف لے گئے تھے، ڈاکٹر صاحب حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے زمانہ میں ہمیشہ حضرتؒ کے ساتھ رہتے تھے اور شاہ صاحبؒ کے مجاز بھی ہیں۔اس لیے ہم نے ہسپتال پہنچ کر ملاقات کی، گھر والوں کی خیریت معلوم کی اور دعا کی درخواست کر کے واپس ہوئے، گھر والوں کی شدید علالت کے باوجود ڈاکٹر صاحب کو ہم نے پیکرِ صبر و رضا پایا، صلاح وتقویٰ کے آثار ان کے چہرے پر نمایاں تھے، اللہ والوں کی صحبت کا اثر ہوتا ہی ہے۔ كثر الله أمثالهم!

مولانا سعید احمد صاحب:

ہسپتال سے ہم سیدھے حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مدظلہٗ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے، مولانا مدظلہٗ کے لائق وفاضل فرزند مولانا سعید احمد صاحب -جو ان دنوں بحرین میں سعودی حکومت کی طرف سے مبعوث ہیں اور وہاں کے اسلامی مرکز میں خدمت انجام دے رہے ہیں- الہ آباد تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے مختلف مسائل اور عرب ممالک کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی، موصوف نے چند عربی کتابوں کو اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے، وہ رسائل ہدیہ میں پیش فرمائے۔

جزاه الله خيرًا!

مولانا منظوراحمد مظاہری:

دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب مدظلہٗ اوران کے فاضل صاحب زادگان کے ساتھ کھایا، کھانے سے فراغت ہورہی تھی کہ کان پور کے معروف عالم ماہنامہ ''نظام'' کان پور کے مدیر مولانا منظوراحمد صاحب مظاہری(۱) اپنے رفقا کے ساتھ تشریف لائے، الٰہ آباد میں تبلیغی اجتماع ہونے جا رہا ہے، اسی سلسلہ میں حضرت مولانا مدظلہٗ کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔

دارالمعارف:

ظہرتاعصر آرام کیا، عصر کے بعد حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب مدظلہٗ کی معیت میں ''دارالمعارف'' نامی دینی ادارہ اور مسجد کی بنیاد رکھنے کے لیے روانہ ہوئے، حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب مدظلہٗ، ڈاکٹر صلاح الدین صاحب، مولانا سعیداحمد صاحب اور بعض اور مخلصین کی موجودگی میں سنگ بنیاد رکھا گیا اور دعا ہوئی۔

دعا کے بعد مولانا سعیداحمد صاحب کے تعمیر شدہ مکان میں نشست ہوئی، وہاں چائے اور اس کے لوازمات سے حاضرین کی تواضع کی گئی اور دعا ہوئی، مغرب سے پہلے اس مسجد کو دیکھنے گئے جہاں پچھلے سالوں میں غیرمسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا اختلاف ہوا تھا اور گولی چلنے کی نوبت آ گئی تھی۔

---

(۱) حضرت مولانا منظوراحمد صاحب مظاہریؒ سابق رکنِ شوریٰ دارالعلوم دیوبند و جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور ۳؍نومبر ۲۰۱۹ء کوانتقال فرماگئے۔ رحمه الله رحمةً واسعةً!

مسجد کی طرف جاتے ہوئے اتفاقاً ماسٹر عیسیٰ صاحب سے ملاقات ہوگئی، موصوف حضرت مولانا مسیح اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفا میں ہیں، ان کا لباس اور چال ڈھال اپنے شیخ کے طرز پر ہے، خیرو عافیت اور مزاج پرسی کے بعد دعا کی درخواست کی گئی اور حضرت مولانا مدظلہٗ کے کسی عزیز کے گھر دس منٹ حاضری دی، مغرب کا وقت ہوا تو اسی مسجد میں مغرب ادا کی اور بیت المعارف آ گئے۔

مولانا انس صاحب ندوی:

عشا کے بعد حضرت مولانا مدظلہٗ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے تھوڑی دیر دینی گفتگو کرنی پڑی، پروگرام سے فارغ ہوکر مولانا انس ندوی صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ مولانا انتظار ہی کرر ہے تھے، مولانا انس ذی استعداد اور باذوق عالم ہیں، سعودیہ، برطانیہ وغیرہ مما لک کا سفر کر چکے ہیں، مکان بھی بہت سلیقہ کا بنایا ہے، ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، مولانا سعید صاحب، مولوی مرغوب صاحب بھی ساتھ تھے، پُرلطف مجلس رہی، ۱۰؍بجے بیت المعارف واپس آ گئے۔

مرج البحرین:

۵؍اپریل ۱۹۹۶ء: صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا، حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب مدظلہٗ کے ملنے والوں میں سے ایک صاحب نے ناشتہ پر مدعو کیا تھا، مولانا مدظلہٗ اور صاحب زادگان کے ہمراہ ان کے کاشانہ پر حاضر ہوکر ناشتہ کیا، آدمی مخلص اور علما سے عقیدت ومحبت رکھنے والے معلوم ہوئے۔ ناشتہ سے فارغ ہوکر ہم وہ جگہ دیکھنے گئے جو مرج البحرین ہے، گنگا اور جمنا کا سنگم، ہندوقوم کے لیے تو بہت

متبرک جگہ ہے، وہاں لاکھوں ہندو آتے رہتے ہیں، ہم نے قریب جا کر سنگم دیکھا، صبح کا وقت تھا، بھیڑ بہت کم تھی، اس لیے کوئی دقت بھی نہیں ہوئی، اب ہماری منزل جون پور تھی، اس لیے ہم نے حضرت مولانا مدظلہٗ اور ان کے صاحب زادگان گرامی کو الوداع کہا اور دعا کی درخواست کی۔

حضرت مولانا مدظلہٗ اور ان کے فرزندان گرامی نیز مدرسہ کے اساتذہ نے بہت ہی محبت واخلاص کا برتاؤ فرمایا اور دوروزہ قیام میں ہر طرح تعاون فرما کر بہت سے اہلِ علم اور بزرگانِ دین سے ملاقات کرائی۔ مولانا مدظلہٗ نے حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے مکان میں حضرتؒ کی نشست گاہ اور کتب خانے کی زیارت بھی کرائی۔

فجزاهم الله عنا خير الجزاء!

جون پور کے اس سفر میں مدرسہ بیت المعارف کے دو استاذ مولانا ابوالحسن صاحب(۱) اور مولانا مقصود احمد صاحب(۲) بطور رفیقِ سفر ساتھ رہے، ان دونوں فاضلوں سے راستہ میں مفید معلومات حاصل ہوتی رہیں۔

---

(۱) **حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زیدہ مجدہٗ**: پرتاپ گڑھ کے باشندے ہیں۔ ابتدائی تعلیم ''بیت المعارف'' الٰہ آباد اور ''افضل المعارف'' میں حاصل فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ فی الحال بیت المعارف الٰہ آباد میں علیا کے مدرس ہیں۔ حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب دامت برکاتہم کے معتمد ومجاز بھی ہیں۔

(۱) **حضرت مولانا مقصود بن محمد ہاشم صاحب گورکھ پوری زیدہ مجدہٗ**: ۱۵؍اگست ۱۹۶۵ء کو گورکھ پور میں پیدا ہوئے۔ جامعہ اسلامیہ گورکھ پور میں درجۂ عربی چہارم تک تعلیم حاصل فرمائی۔ بعدہٗ جامعہ ریاض العلوم گورینی سے ۱۹۸۴ء میں سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔ ۱۹۸۵ء میں افتا کی مشق کی، ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں حاضر ہو کر مکرر دورہ پڑھنے کی سعادت حاصل فرمائی۔ بعدہٗ ۱۹۸۷ء میں تکمیل ادب کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی محمد حنیف صاحب جون پوریؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوریؒ، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا سعادت علی صاحب، =

مدرسہ حسینیہ جون پور:

آج جمعہ ہے ہم ٹھیک ۱۲:۳۰ کو مدرسہ حسینیہ جون پور کے احاطہ میں داخل ہوئے، پانچ سوسال کی تعمیر شدہ مسجد جو ویران ہوچکی تھی اوراس کے مختلف حصے شکستہ ہوگئے تھے، اس کی اصلاح ومرمت کرکے مدرسہ کی ابتدا کی گئی۔ حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہٗ اس ادارہ کے نگران اعلیٰ ہیں اور حضرت مولانا توفیق احمد صاحب اس کے مہتمم ہیں، جون پورشہر کے باہراس وسیع مسجد کے ساتھ کچھ اراضی خریدی گئیں اور وہاں بہت سلیقہ سے دار الاقامہ کی تعمیر بھی ہوچکی ہے، درمیانی حصہ میں چمن بندی سے اس کی رونق میں اضافہ ہوگیا ہے۔ مولانا توفیق احمد صاحب بہت مستعد اور بااخلاق عالم ہیں، موصوف سے اس سے قبل نہ ملاقات ہوئی تھی نہ کسی قسم کا تعارف تھا؛ مگر اس محبت سے ملے جیسے سالہا سال سے تعارف ہو۔ جمعہ کی اذان کا وقت قریب تھا اس لیے عجلت میں چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی، ہم جمعہ کی نماز کے لیے اسی تاریخی مسجد میں چلے گئے، اسی مدرسہ کے مدرس صاحب نے زبانی خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، خطبہ اور نماز میں لطف آیا، حضرت شیخ الاسلامؒ کا مشہور خطبہ کافی عرصہ کے بعد عمدہ عربی لہجہ میں سنا۔

= حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب بلند شہریؒ، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ، ملا حسین بہاریؒ وغیرہ اکابر علما ہیں۔ رسمی فراغت کے بعد سے ''بیت المعارف'' الہ آباد سے وابستہ ہیں اور علیا کی کتابوں کے مدرس ہیں۔ شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ حضرت دامت برکاتہم کے تصنیفی وتالیفی کاموں میں معاونت بھی فرماتے ہیں۔ خلیق اور متواضع آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا فیض عام وتام فرمائے۔ آمین!

مدنی خاندان کی ضیافت:

اس مدرسہ میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہٗ کے دو صاحب زادگان گرامی بھی تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

صلاۃِ جمعہ سے فارغ ہوکر مولانا توفیق صاحب مدظلہ نے انہی کے آستانہ پر پہنچایا، موصوف نے کھانے کا انتظام وہیں کیا تھا، حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کی معروف مہمان نوازی کا سلسلہ ان کی اولاد واحفاد تک اسی طرح جاری ہے، ان کے مزاج میں سادگی، بے تکلفی اور چہرہ پر ذکر واذکار کے آثار دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے، اور سادات گرامی کے اس خانوادہ کا فیض عام وتام فرمائے، اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو ہر طرح کی ترقیات سے مالا مال فرمائے اور اس کو اسلام کا مضبوط قلعہ بنادے۔ آمین!

گورینی کا سفر:

نماز اور دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ وحضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضری دینے اور مدرسہ کی زیارت کے لیے گورینی کا سفر شروع ہوا۔

حضرت مولانا توفیق احمد صاحب مدظلہٗ ازراہ عنایت گورینی تک سفر میں ساتھ رہے، پہلے جون پور کی ترکی مسجد کو دیکھا۔ مسلمانوں کی غفلت اور لاابالی پن کے سبب ہماری عظیم مساجد ہر جگہ کس مپرسی کی حالت میں ہیں، اگر ان مساجد اور اس کے ملحقہ اراضی کا صحیح انتظام ہوتا تو امت کو بہت زیادہ فائدہ ہوسکتا تھا، ہمارے بڑے

بڑے اوقاف ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جن کو نہ امت کا درد ہے نہ ان تاریخی عمارتوں اور اوقاف کی قدر و قیمت ہے۔ فإلی اللہ المشتکی!

عصر کی اذان سے کچھ پہلے گورینی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب آرام فرما رہے ہیں، اس لیے حضرت والا کے مکان کے قریب مہمان خانہ میں ہم لوگ بھی دراز ہو گئے؛ تاکہ کچھ آرام مل جائے۔

حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ:

عصر کی نماز مسجد میں ادا کی، یہاں جمعہ کے روز عصر کے بعد دور دشریف کے وظیفہ کا معمول ہے، اساتذہ، طلبا و دیگر حاضرین درود شریف پڑھتے رہے، معمولات سے فراغت کے بعد حضرت اقدس سے ملاقات ہوئی، کبرسنی اور امراض کے سبب حضرت والا پر ضعف ونقاہت غالب تھی؛ مگر قربان جائیں ان اکابر کی استقامت پر کہ انتہائی ضعف کے باوجود پنج وقتہ جماعت کی پابندی جاری ہے، عمر مبارک ۹۴ کے قریب ہے؛ مگر حافظہ میں کوئی کمی نہیں۔، ملاقات ہوتے ہی فوراً پہچان لیا اور محبت و شفقت سے مجلس میں قریب بٹھایا، مجلس میں امت کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی، ان اللہ والوں کے دل میں امت کی اصلاح اور مسلمانوں کی دینی ودنیوی ترقی کا جذبہ غالب رہتا ہے، امت میں جو بھی خیر نظر آتا ہے انہی نفوس قدسیہ کی توجہات اور برکات کے سبب ہے، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔آمین!

مغرب سے کچھ پہلے مجلس ختم ہوئی تو ہم مدرسہ کے احاطہ میں داخل ہوئے، ہمارے اندازہ کے خلاف بہت وسیع وعریض زمین پر دارالاقامہ، دارالتعلیم، مسجد،

کتب خانہ ہر قسم کی ضروریات پر مشتمل مہمان خانہ کی تعمیر ہوئی ہے۔ گورینی جیسے چھوٹے گاؤں میں ایک عظیم اسلامی درس گاہ صرف حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہٗ کی توجہات عالیہ کے سبب قائم ہوئی ہے، دارالعلوم، مظاہر علوم سہارن پور اور ان جیسے مدارس کے فضلا نے تعلیمی میدان میں کس قدر عظیم خدمات انجام دی ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں، وہ ان مدارس کو دیکھے بغیر شاید کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ طلبا کی وضع قطع اور مسجد کی پابندی دیکھ کر بہت مسرت ہوئی، تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت کے اثرات نمایاں نظر آرہے تھے۔ اللّٰھم زد فزد!

حضرت مولانا مدظلہٗ کے فرزندان گرامی مولانا عبدالرحیم صاحب ومولانا عبدالعظیم صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، الولد سرٌّ لأبیہ کے بموجب خوش اخلاق، صاف گو اور طلبا اور اساتذہ کے معاملات میں فکر مند پایا، اس دارالعلوم کی نظامت انہیں صاحب زادگان کے ہاتھوں میں ہے اس لیے یقین ہے کہ یہ دارالعلوم اسی طرح تعلیم وتربیت کے میدان میں ترقی کے منازل طے کرتا رہے گا۔

مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث:

مغرب کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، موصوف سے مل کر اسلاف کی یاد تازہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ، حدیث شریف وغیرہ علوم میں بلند مقام عطا فرمایا ہے، علم کی پختگی اور گہرائی کے باوجود اس طرح سادہ زندگی گزارتے ہیں کہ اجنبی آدمی آپ کو معمولی دیہاتی آدمی سمجھتا ہے۔ درس کی یکسوئی اور انہماک کا یہ حال ہوتا ہے کہ تقریبا پچاس

سال سے درس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا، کمروں میں چاروں طرف کتابیں پھیلی ہوئیں اورالماریاں ذاتی کتابوں سے بھری ہوئی دیکھیں، اللہ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا دینی فیض عام ہوتا رہے۔ مولانا مدظلہ نے اپنی تعلیمی زندگی کے بعض دل چسپ حالات بھی سنائے، بعض احباب سے معلوم ہوا کہ مولانا مدظلہ نے کچھ بکریاں بھی پال رکھی ہیں، کبھی کبھی ان کو چرانے کے لیے بذاتِ خودتشریف لے جاتے ہیں اور کبھی گھاس چارہ سر پر اٹھا کر گھر پر لاتے ہیں، الحمدللہ! اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے بے نفس متبع سنت علما موجود ہیں؛ مگراب ایسے علما کم سے کم تر ہوتے جارہے ہیں۔

قاری محمد اسماعیل صاحب:

عشا قبل ہم قاری محمد اسماعیل صاحب- جواس مدرسہ میں فن تجوید وقراءت کے استاذ ہیں اور سبعہ عشرہ میں بھی دست گاہ کامل رکھتے ہیں- کی خدمت میں حاضر ہوئے، موصوف گاوں کی مسجد میں اوراد و وظائف میں مشغول تھے، ہماری آمد کی اطلاع پاکر باہر تشریف لائے اور ملاقات کی، قاری صاحب جیسے فن کے کامل اساتذہ بہت کم ہیں۔ ہم نے آپ کو دارالعلوم فلاح دارین تشریف لاکر شعبۂ تجوید کی جانچ کرنے اور مشورہ کی درخواست پیش کی، صحت کی خرابی کے سبب ان کو اتنا دوردراز سفر دشوار معلوم ہوتا ہے؛ مگر ہمارے اصرار پر کسی مناسب وقت پر چندروز کے لیے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔(۱)

---

(۱) الحمدللہ! حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے حسبِ وعدہ کئی باردارالعلوم فلاحِ دارین کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا۔ فجزاھم اللہ خیرا!

آٹھ بجے حضرت اقدس کے آستانہ پر حاضر ہوکر کھانا کھایا اور عشا کے لیے مسجد میں حاضر ہوئے ،عشا کے بعد حضرت والا سے الوداعی ملاقات کی کہ ہمیں علی الصبح جون پور جاکر لکھنؤ کی گاڑی پکڑنا تھا۔حضرت والا نے دارالعلوم فلاحِ دارین اور وہاں کے اساتذہ وطلبا کے بارے میں کلمات خیر فرمائے اور دعائیں دیں، ہمارے لیے تو ان اہل اللہ کی دعائیں ہی اصل سرمایہ ہیں، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نواز کر خیر کے فیصلے فرمائے۔آمین!

ہم نے مہمان خانہ میں آرام کیا، اول وقت نماز پڑھ کر جون پور کے لیے روانہ ہوئے ،مولانا ابوالحسن صاحب اور مولانا مقصود صاحب جون پور اسٹیشن تک ساتھ رہے ان دونوں علمائے کرام نے پورے سفر میں آرام وراحت پہنچانے اور علاقے کے دینی حالات سے واقفیت حاصل کرنے میں بہت تعاون فرمایا۔

فجزاهم الله أحسن الجزاء!

۶ر اپریل ۱۹۹۶ء ٹھیک چھ بجے صبح گاڑی جون پور اسٹیشن پر آ گئی، اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اژدحام کم تھا، مناسب جگہ مل گئی، گاڑی کی رفتار اچھی تھی، ساڑھے دس بجے ہم لکھنؤ اسٹیشن پہنچ گئے۔باہر نکل ہی رہے تھے کہ ضلع بستی کے دو معمر بزرگوں سے ملاقات ہوگئی، ہم کو ندوہ جانا تھا اور ان دونوں بزرگوں کو لکھنؤ یونی ورسٹی میں کسی سے ملاقات کرنی تھی، انہوں نے فرمایا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ ہی ٹیمپو میں آجائیں، گومتی کے پل تک ساتھ رہے، وہاں سے سائیکل رکشا کے ذریعہ ندوہ کے مہمان خانہ تک پہنچے۔

مفکرِ ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب مدظلہ:

حسنِ اتفاق سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ مہمان خانہ ہی میں تشریف فرما تھے، حضرت والا ان دنوں "السیرۃ النبویۃ" کے گیارہویں ایڈیشن کی طباعت کے لیے کتاب پر نظر ثانی فرما رہے ہیں اور اس کام میں ناشتہ کے بعد سے ظہر کے قریب تک مصروف رہتے ہیں۔ مہمان خانہ کے خدام میں سے کسی نے ہمارے آنے کی اطلاع کی تو حضرت والا نے فوراً اندر بلایا اور سلام ومصافحہ کے بعد خیریت دریافت فرمائی، خدام سے چائے ناشتہ کے لیے فرمایا اور ہمارا سامان مہمان خانہ سے کمرہ تک پہنچا دیا گیا۔ حضرت نے بہت شفقت سے فرمایا یہ آپ کا گھر ہے، آرام سے قیام فرمائیں اور ظہر کے بعد کھانا میرے ساتھ تناول فرماویں، آپ بہت عرصہ کے بعد ندوہ آئے ہیں، اس لیے اطمینان کے ساتھ رہیں۔

ہم مہمان خانہ (جدید) کے کمرہ نمبر (۴) میں آگئے، سفر کا تعب تھا، غسل کیا اور تھوڑی دیر چارپائی پر لیٹ گئے، ہمیں سب سے پہلا کام واپسی کے ریزرویشن کا کرنا تھا، اتفاق سے شمالی گجرات کے ایک طالب علم عزیزم منذر پالن پوری سلمہ جو حضرت مولانا اکبر میاںؒ کے پوتے ہیں اور ندوہ میں کئی سال سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ملاقات کے لیے کمرہ میں تشریف لائے، انھوں نے ریلوے بکنگ کے کام کی ذمے داری لی اور الحمدللہ! دوپہر ہی میں واپسی کا ٹکٹ لا کر سپرد کر دیا جس سے کافی اطمینان ہو گیا۔ فجزاهم الله خير الجزاء!

ندوہ کے بارے میں بندہ کے تاثرات:

بندہ ۱۹۵۹ء میں پہلی بار دارالعلوم ندوۃ العلما میں حاضر ہوا تھا، اس کے بعد کئی بار حاضری ہوتی رہی۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے دورِ نظامت میں دارالعلوم ندوۃ العلما کے زمین وآسمان بدل گئے، ایک طرف تعمیرات کا پھیلاؤ اور کئی نئی پرشکوہ عمارتوں کا طویل سلسلہ تو دوسری طرف تعلیم وتربیت کے شعبہ میں اہم تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اب ندوۃ العلما صرف عربی زبان وادب کا ہی مرکز نہیں رہا، بل کہ علومِ شرعیہ اور تربیتِ دینیہ کا بھی مرکز بن چکا ہے۔ ندوۃ العلما کی خوب صورت مسجد دن رات کے اکثر حصہ میں تلاوت قرآن شریف کی صداؤں سے گونجتی رہتی ہے؛ گویا ندوہ زبان ہوش مند کے ساتھ دل دردمند کا بھی حامل ہوگیا ہے، یہ ساری تبدیلیاں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہ کی توجہات اور مساعیٔ جمیلہ کا ثمرہ ہیں۔ فجزاہ اللّٰہ عن جمیع المسلمین خیر الجزاء!

حضرت مولانا نے ندوہ کے فضلا کی ایسی جماعت بھی تیار فرمادی ہے جو اپنے قلم کے ذریعہ اسلام کا دفاع کرتی ہے، حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مفید اور اہم کتابوں کی نشر واشاعت کا کام بھی انجام دیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ دین وایمان کے اس عظیم قلعہ کو نظر بد سے بچائے اور اس کی ترقی کے اسباب پیدا فرمادے۔ آمین!

ندوہ سے شائع ہونے والے دونوں عربی پرچوں ''البعث الاسلامی'' اور ''الرائد'' کو عرب ممالک میں بھی کافی مقبولیت حاصل ہے اور ان دونوں رسالوں کے دعوتی مضامین سے عرب فضلا اور طلبا استفادہ کرتے ہیں، نوجوانوں کو فکری غذا ملتی ہے،

ندوہ کے اردو ترجمان ''تعمیر حیات'' کا معیار بھی بلند سے بلندتر ہو رہا ہے' اس رسالے کے مضامین ملک کی دیگر زبانوں کے اسلامی پرچوں میں بھی شائع ہو رہے ہیں۔

ظہر کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر ہم نے "المکتبة الندوية" جاکر چند مفید کتابیں خریدیں، تعمیر حیات کے دفتر میں حاضری دی، دار القضاء، كلية اللغة العربية، الثانوية کی عمارتوں کو دیکھ کر کمرہ میں واپس آئے۔

اس کا تذکرہ رہ گیا کہ حضرت مولانا مدظلہ کے کمرہ میں کھانے میں بہت سے علمائے کرام اور ندوۃ العلما کے ذمے دار موجود تھے جن سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، جن میں حضرت مولانا معین اللہ صاحب نائب ناظم ندوۃ العلما' حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب مہتمم ندوۃ العلما، حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب معتمد تعلیمات، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مدیر البعث الاسلامی، مولانا سید محمد واضح صاحب مدیر الرائد، حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی مدظلہ، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن بستوی اور مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری مدظلہٗ قابل ذکر ہیں۔ ندوۃ العلما کے ان فاضل اساتذہ سے مل کر قلبی مسرت ہوئی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع الحسنی الندوی مدظلہٗ تھوڑے دنوں پہلے دو شدید غم ناک حادثوں کے شکار ہوئے تھے، مولانا کی والدہ محترمہ اور اہلیہ محترمہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے انتقال فرما کر داغ مفارقت دے چکی تھیں، مولانا کے لیے یہ دو بہت بڑے صدمات تھے، ہم نے تعزیتی کلمات عرض کیے تو ہم نے محسوس کیا کہ مولانا نے ان صدمات کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کیا ہے، ایک مومن صادق کی

طرح امرالٰہی پر راضی رہ کر دارالعلوم کے کاموں میں پوری توجہ سے مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین!

دارالعلوم فلاح دارین کے فاضل عزیزم مولوی حبیب الرحمٰن بمبئی آج کل ندوہ میں عربی ادب کے درجات میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، ہماری آمد کی اطلاع پاتے ہی مہمان خانہ تشریف لائے اور بہت ہی مخلصانہ خدمت کرتے رہے، ان کی وجہ سے ہمیں بہت راحت ملی، اللہ تعالیٰ علم وعمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

عصر کے بعد حضرت مولانا مدظلہ کی مجلس میں شرکت کی، چائے کے بعد حضرت نے قریب بلاکر فلاح دارین اوراساتذۂ کرام کی خیریت معلوم فرمائی، یہ ہماری سعادت ہے کہ حضرت والا کئی بار فرما چکے ہیں کہ فلاح دارین سے ہمیں خاص تعلق اورانس ہے، اس ادارہ کو ہم اپنا ہی ادارہ سمجھتے ہیں۔

عصر کی اس مجلس میں دارالعلوم کے اساتذہ اورمولانا کے اہلِ تعلق کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، لکھنؤ یونی ورسٹی کے شعبۂ عربی کے استاذ جناب فراہی صاحب بھی شریک مجلس تھے، انہوں نے اپنی کسی کتاب پر مقدمہ تحریر کرنے کی درخواست کی، حضرت مولانا نے مسکرا کر فرمایا کہ کسی مناسب وقت پر کچھ لکھیں گے ابھی تو سر پر بہت سے مقدمات قائم ہیں' اس پُر لطف جملہ پر سامعین محظوظ ہوئے۔حضرت مولانا مدظلہ نے اپنی جدید تالیف ''الأضواء'' بندہ کو عنایت فرمائی، اس کتاب میں ہمارے اکابر دیوبند اوران کی دینی خدمات کا بہت جامع طریقہ سے تعارف کرایا گیا ہے، بدقسمتی

سے ہمارے ملک کے بعض تنگ نظر حلقے علمائے دیوبند کے خلاف عرب ممالک میں غلط پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، اس کتاب نے ان علمائے حق کی خدمات اوران کی روشن زندگی کی صحیح تصویر پیش کر کےان ہفوات کا پردہ چاک کردیا ہے۔ فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين أحسن الجزاء!

مغرب کی نماز ندوہ کی مسجد میں ادا کی، مسجد اساتذہ اورطلبا سے بھری ہوئی تھی، عجیب روحانی منظر تھا، نماز کے بعد حضرت والا کے ساتھ کھانا کھایا اورشریک مجلس رہے۔ عشا کے بعد کھانے سے فارغ ہوکرنصف گھنٹہ مجلس ہوتی ہے، اس مجلس میں بعض اساتذہ اورندوہ کے ہونہار طلبا شریک ہوتے ہیں، حضرت مولانا مدظلہ مختلف سوالات کے جوابات دیتے ہیں، اس طرح طلبا اوراساتذہ کو بہت مفید معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔

حضرت مولانا نذرالحفیظ صاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ نے ایک مرتبہ تاریخ کی کتابوں کی جدید تدوین کی ضرورت کے بارے میں فرمایا تھا تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ تاریخ ہی قوموں کی زندگی بنانے اوربگاڑنے میں اہم کردارادا کرتی ہے، ہندوستان میں انگریز آئے اورایسی تاریخ مرتب کر گئے کہ جس نے یہاں کی مختلف قوموں میں عداوت ونفرت کے بیج بودئے، اس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، اگرتاریخ کوصحیح اورحقیقت پسندانہ طریقہ پرمرتب کیا جائے تو بہت سی غلط فہمیاں دورہوسکتی ہیں، آنے والی نسلوں کورواداری اورمیل جول کے ساتھ رہنے کا سبق صحیح تاریخ سے ہی مل سکتا ہے، نصف گھنٹہ کی اس مجلس کے بعد ہم مہمان خانہ آ گئے۔

معہدالقرآن:

۷اپریل ۱۹۹۶ء صبح کی نماز دارالقرآن کی مسجد میں ادا کی، اس کے بعد گومتی کے کنارہ پر چہل قدمی کے لیے نکلے، واپسی میں ''معہدالقرآن'' کی عمارت کو اندر داخل ہوکر دیکھا، ''معہدالقرآن'' درجات حفظ کے طلبا کی رہائش گاہ ہے، ان کی تعلیم مسجد میں ہوتی ہے، اس عمارت میں ہمیں صفائی کی کمی نظر آئی، اگر چھوٹے طلبا کو ابتدا سے صفائی ستھرائی اورسلیقہ مندی کا پابند بنایا جائے تو بڑے ہوکر بھی وہ اسی کے خوگر ہو جائیں گے۔ یہاں سے واپس ہوکر مہمان خانہ کے سامنے چمن میں تھوڑی دیر بیٹھ گئے، سرخ گلاب کے پھول ہلکی ہلکی ہوا کے جھونکوں سے جھوم رہے تھے، ہم کو انتخاباتِ شبلی میں سیدسلیمان ندوی کانقل کردہ شعر یادآ گیا ؎

دیدہ ام شاخ گلے برخویش می پیچم کہ کاش

می توانستم بہ یک دست ایں قدر ساغر گرفت

میں نے ایک پھول کی شاخ دیکھی، مجھ کو رشک آتا ہے، کاش میں بھی ایک ہاتھ میں اتنے پیالے لے سکتا۔

مولاناعتیق احمدبستوی:

۷؍بجے ہم مولانا عتیق احمد بستوی کے مکان پر حاضر ہوئے، موصوف تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیفی کام بھی خوب انجام دے رہے ہیں، مطالعہ وسیع ہے، حالات حاضرہ اورکئی علمی موضوعات پر گفتگو ہوئی، مولانا نے چائے مع لوازمات سے ذرہ نوازی فرمائی۔

ندوہ کا کتب خانہ:

ہمیں بعض مخطوطات اور مسند احمد بن حنبلؒ کے بارے میں معلومات درکار تھیں، اس لیے ناشتہ کے بعد مکتبہ عامہ- جو علامہ شبلی کے نام پر ''شبلی لائبریری'' سے معروف ہے- کی عمارت میں داخل ہوئے۔ ندوہ کے اس نادر کتب خانہ میں داخل ہوتے ہی حضرت مولانا مرتضی صاحبؒ کی یاد تازہ ہوگئی، مولاناؒ کو اہلِ گجرات اور خاص طور پر اس ناچیز کے ساتھ عجیب تعلق تھا، سالہا سال سے ناظر کتب خانہ کی حیثیت سے انہوں نے بڑی مخلصانہ خدمات انجام دی ہیں، کتابوں کے نام اور دیگر مراجع ان کے حافظہ پر نقش تھے، آج ان کی جگہ خالی دیکھ کر دل پر اثر ہوا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا طٰہٰ صاحب مدظلہٗ جو مولانا مرحوم کے عزیزوں میں ہیں، انہوں نے تعاون فرمایا، مخطوطات کی فہرست عنایت فرمائی، مسند احمد کے مقدمہ کی فوٹو کاپی کی ضرورت تھی وہ بھی چند منٹوں میں ہوگئی۔ ندوہ کا کتب خانہ بہت قیمتی کتب خانہ ہے، کتابوں کی ترتیب بھی کارڈ سسٹم سے کر دی گئی ہے۔ فوٹو کاپی مشین موجود ہے اس لیے علمی کام کرنے والوں کے لیے آسانی ہوگئی ہے، بعض جدید کتب پر صرف سرسری نظر ڈالی اور مجلس تحقیقات ونشریات کے دفتر میں آگئے، چند عربی کتابیں خرید کر ہم واپس ہوئے۔

دوپہر کا کھانا حضرتِ اقدس کے ساتھ ہی کھایا گیا، کھانے کے بعد ڈاکٹر مکرم عبداللہ عباس صاحب سے ملاقات کر کے ترکیسر دارالعلوم تشریف لانے کی دعوت

پیش کی، مولانا نے قبول فرما کر اوائل محرم الحرام کی کسی تاریخ میں سفر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، عصر کے بعد بھی حضرت کی مجلس میں شریک رہے۔

جمعیۃ الاصلاح:

مغرب کے بعد ندوۃ العلما کے طلبا کی ''انجمن جمعیۃ الاصلاح'' کا افتتاحی اجلاس تھا، اراکین نے بندہ کو بھی بطور مہمان یاد فرمایا، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی صدارت میں اجلاس شروع ہوا، ناظمِ اصلاح نے مختصر؛ مگر جامع رپورٹ پیش کی، مضمون اور القا دونوں پسندیدہ تھے، ایک طالب علم نے علامہ اقبالؒ کے اشعار عمدہ طرز پر پڑھے، آخر میں حضرت والا کا خطاب ہوا۔ حضرت نے ''جمعیۃ الاصلاح'' کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود میری بعض تصنیفات کے لیے ''جمعیۃ الاصلاح'' کے کتب خانہ سے استفادہ کیا ہے، اور فرمایا کہ طلبا کو بدلے ہوئے حالات کو سمجھنا ہے، علمی وفکری اعتبار سے پوری تیاری کر کے میدان میں آنا ہے، اسلام کے خلاف جو فکری حملے ہو رہے ہیں اس کے دفاع کے لیے گہرا علم اور وسیع مطالعہ درکار ہے، حضرت کی دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

عشا کے بعد کی مجلس میں حضرت والا نے فرمایا کہ کتابوں کا صرف سرسری مطالعہ کافی نہیں بل کہ اس کا پی لینا ضروی ہے۔ فرمایا کہ ہم نے احمد امین کی کتاب کو اس طرح پڑھا ہے جیسے ہمیں اس کا امتحان دینا ہے، ان کتابوں کا صرف مطالعہ نہیں کیا بل کہ ان کو پی لیا ہے، (حضرت مولانا مدظلہ کے اسلوب نگارش میں احمد امین کا اسلوب جھلکتا ہے) فرمایا کہ ''ماذا خسر العالم'' کی تصنیف کے وقت میری عمر

صرف ۲۹؍سال تھی؛ مگراللہ تعالیٰ نے غیبی مددفرماکراس طرف متوجہ فرمایا،اس عمر میں بہت کم لوگوں کواسلامی تاریخ کواس زاویہ سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء!

مولانا عبدالقادر پٹنی:

اس مجلس کے اختتام کے بعد ہم رفیق محترم مولانا عبدالقادر پٹنی صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے،مولانا موصوف علامہ محمد بن طاہر پٹنی کے وطن کے باشندے ہیں اور بہترین علمی ذوق رکھتے ہیں، گجرات کے علما کی صدہا کتابیں گجرات والوں کی بے پرواہی کے سبب ضائع ہوگئی ہیں،مولانا کوان گم شدہ مخطوطات کوحاصل کرنے کا شوق ہے، اس کے لیے کافی محنت اور روپیہ صرف کرتے ہیں، ہم نے مولانا مدظلہ کے کمرے میں دس گیارہ مخطوطے دیکھے اور دیر تک ان قیمتی کتابوں کے سلسلہ میں بات چیت ہوتی رہی۔

مولانا محمد رابع صاحب:

۸؍اپریل ۱۹۹۶ء: صبح ناشتہ کے بعد دارالعلوم کے مختلف درجات کا معائنہ کرتے ہوئے دفتر اہتمام میں حاضر ہوئے اور حضرت مولانا سید محمد رابع الحسنی مدظلہ سے ملاقات کرکے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی،خصوصاً الندوة العالمية للأدب الإسلامي کے سلسلہ میں بات چیت ہوئی۔مولانا مدظلہ نے کاروان ادب اور ریاض سے صادر ہونے والا عربی پرچہ ملاحظہ کے لیے عنایت فرمایا،مولانا نے ازراہ عنایت چائے منگواکرتواضع فرمائی۔

مولانا سید سلمان ندوی:

یہاں سے فارغ ہوکر ہم ندوہ کے جواں سال وجواں ہمت وفعال استاذ مولانا سید سلمان ندوی مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عربی، اردو دونوں زبانوں کا بہترین خطیب بنایا ہے، نیز نوجوانوں کو تعمیری کاموں میں لگانے اور امت کے لیے قربانی دینے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ''شباب الاسلام'' نامی انجمن بھی قائم فرمائی ہے، نیز اس انجمن نے چند سالوں میں بہت سے تعمیری کام انجام دینا شروع کردیئے ہیں، اگر دیگر مدارس عربیہ اور جامعات عصریہ کے طلبا مولانا مدظلہ کے پروگرام کے مطابق کام کرنا شروع کردیں تو امتِ اسلامیہ کے لیے کافی نفع کی امید کی جاسکتی ہے۔

تحریکِ شباب الاسلام کی طرف سے شفاخانے، مسلم اسکول اور ملیح آباد میں جامعہ الامام سید احمد شہیدؒ کی بنیاد ڈال کر مولانا نے کام کرنے کی راہ بتائی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی ہر طرح مدد فرمائے۔ آمین!

مولانا سلمان صاحب مدظلہ بہت محبت سے ملے، اپنے بعض رفقا سے تعارف کرایا اور مغرب کے بعد ''شباب الاسلام'' کے دفتر میں نوجوانوں سے ملنے اور ان سے مختصر بات کرنے کا پروگرام بنایا۔ مولانا کے دفتر میں ہمیں اطلاع ملی کہ ۱۲ر بجے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں مدظلہ مسجد میں طلبہ سے خطاب فرمائیں گے، ہمیں مسرت ہوئی اور ۱۲ر بجے سے قبل مسجد میں حاضر ہوگئے، حضرت نے طلبہ کو بہت مفید وکارآمد باتوں کی طرف متوجہ فرمایا۔

شیخ التفسیر مولانا برہان الدین صاحب:

عصر کے بعد حضرت مولانا مدظلہٗ کی مجلس میں شرکت کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی مدظلہٗ (۱) کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے، مولانا برہان الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر وفقہ میں گہری بصیرت عطا فرمائی ہے، عصری تقاضوں کے مطابق مسائلِ جدیدہ پر بہترین کتابیں تیار کر چکے ہیں، مغرب تک مفیداور معلومات افزا گفتگوفرماتے رہے، مولانا کے فرزندار جمند مولوی نعمان الدین بھی حیدرآباد سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے بھی علیک سلیک ہوگئی۔

مغرب کے بعد حسبِ پروگرام ''شباب الاسلام'' کے دفتر میں مجلس ہوئی، حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہٗ نے بہت سے رسائل اور نصابِ تعلیم پیش فرمایا، مولانا ہی کے ایما پر ایک صاحب نے بندہ کا تعارف کرایا اور پھر بندہ نے حالات حاضرہ کے تقاضوں اور یورپ ومغربی ممالک میں کام کرنے کے لیے علما کو تیار کرنے کے سلسلہ میں چند باتیں پیش کیں۔

ہم نے اس مجلس میں مولانا سلمان صاحب کی تربیت کا اثر دیکھا، طلبا بہت خاموشی اور قطار میں شریکِ مجلس رہے، اس طرح کا نظم وضبط عام طور پر مدارس میں نہیں پایا جاتا، چوں کہ ہمیں سفر کرنا تھا اس لیے مجلس جلد ختم ہوگئی۔

اختتام مجلس کے بعد حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہٗ اور مولانا عبدالقادر صاحب پٹنی مدظلہٗ کی معیت میں مولانا ہی کی کار میں اسٹیشن پہنچے اور گجرات کے لیے

(۱) ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۷/ جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعہ آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

روانہ ہوئے، مولانا عبدالقادر صاحب نے ازراہِ عنایت زادراہ تیارفرما کر سپرد فرمایا، جس سے سفر میں سہولت ہوئی۔

اس طرح سورت سے لکھنؤ تک کا یہ سفر علمی وروحانی اعتبار سے اس کم مایہ کے لیے مفید ثابت ہوا، اللہ تعالیٰ تمام اکابر اور علمائے کرام کو ان کے مخلصانہ برتاؤ اور شفقتوں کا اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور ان اکابر کا سایہ تادیر قائم رکھئے۔

آمین!

پردیس ہو، وطن ہو صحرا ہو یا چمن ہو
میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں سامانِ مغفرت کو
پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا اور چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے
(حکیم اختر صاحبؒ)

سفرنامۂ امریکہ

۶۰-۱۹۵۹ء کے عرصہ میں گجرات کے مشہور عالم اور جنوبی افریقہ کے معروف تاجر حضرت مولانا اسماعیل گارڈی صاحبؒ کے دو فرزند مولوی عبد الرحمٰن گارڈی سلمہٗ اور حافظ حبیب الرحمٰن سلمہٗ دار العلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھے۔ مولانا اسماعیل گارڈی(۱) ذی استعداد اور پرہیز گار عالم تھے اور اپنے فرزندوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے کافی فکر رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے اس ناچیز کو ان دو سالوں میں دونوں عزیزوں کی تعلیمی نگرانی و تربیت کے لیے ساتھ میں رکھا تھا اور ناچیز کو ان دو سالوں میں دار العلوم دیوبند کے اساتذہ سے استفادہ کا خوب موقع ملا تھا۔ ان دونوں بھائیوں میں مولانا عبد الرحمٰن گارڈی سلمہٗ تو اپنے والد کی جگہ جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں سنبھالے ہوئے ہیں؛ مگر حافظ حبیب الرحمٰن گارڈی سلمہٗ پچھلے پچیس سالوں سے امریکہ کے صوبہ نیو جرسی میں مقیم ہیں۔ ناچیز کے کینیڈا آنے کا علم ان کو ساؤتھ افریقہ کے سفر میں ہوا، جہاں وہ بھائیوں اور رشتے داروں کی ملاقات کے لیے گئے ہوئے تھے، عزیزم قاری احمد امین چوکسی صاحب نے ان کو میرا پتہ اور فون نمبر لکھوا دیا تھا۔ ایک مرتبہ امریکہ سے یکایک ان کا فون آیا؛ چوں کہ عرصہ سے ملاقات نہیں

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۲۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہوئی تھی، اس لیے جلد آواز نہ پہچان سکا، انہوں نے جب نام بتایا تو فوراً خیال آیا، حافظ حبیب الرحمٰن نے خیریت معلوم کی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔اس طرح کئی سال کے بعد پھر ان سے ربط پیدا ہوا، اس کے بعد وقتاً فوقتاً خیریت دریافت کرتے رہے اور ہر طرح تعاون کے لیے پیش کش فرماتے رہے، ہم دونوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی وقت ملاقات ہو اور باتیں ہوں، انہوں نے مجھے امریکہ کے سفر کی دعوت دی اور سفر کا سب انتظام اپنے ذمے لیا۔

ٹورنٹو سے روانگی:

۱۲ر اپریل ۱۹۹۵ء کو ایرکینیڈا سے نیو یارک (New York) نامی ایئرپورٹ اترنا تھا، یہ شہر نیویارک سے تقریباً بیس میل دور ہے،ٹورنٹو سے سوا بارہ بجے ہوائی جہاز نے پرواز شروع کی اور پونے دو بجے (New York) اتر گیا، چھوٹا جہاز تھا اس لیے بہت جلد باہر نکل آئے۔کینیڈا اور امریکہ میں ایئرپورٹ پر مسافروں کے لیے ہر طرح سہولت ہے، مولانا قاسم صاحب امیگریشن تک میرے ساتھ رہے اور کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی۔ جو لوگ کینیڈا کا اقامہ رکھتے ہیں ان کو امریکہ کے ویزا کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اس لیے اقامہ کا نمبر دیکھ کر کمپیوٹر سے دو منٹ میں متعلقہ افسر معلومات حاصل کر لیتا ہے، مسافروں میں سب ہی سفید فام باشندے تھے اور سنجیدہ قسم کے لوگ تھے۔

۱۲ر اپریل کو تقریباً ایک بجے باہر آ گیا تو حافظ حبیب الرحمٰن گارڈی سلمہٗ استقبال کے لیے موجود تھے، عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی تھی، بہت محبت سے معانقہ

مصافحہ ہوا اور اپنی کار میں سامان رکھ دیا، چوں کہ نیویارک شہر قریب تھا، اس لیے یہ طے ہوا کہ پہلے اس کی سیر کر لی جائے۔

شہر نیویارک میں:

نیویارک امریکہ کا مشہور شہر ہے، یہ شہر اپنی تجارت، اپنی اونچی عمارتوں اور اقوام متحدہ کے مرکزی مقام ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتا ہے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے ہم ''لنکن ٹرنل'' میں داخل ہوئے، یہ ٹرنل جس کو عربی میں ''نفق'' کہتے ہیں، پانی کے نیچے بنایا ہوا نفق ہے، اوپر ندی بہتی ہے اور زیر زمین یہ راستہ بنایا گیا ہے، امریکہ کے مشہور صدر ابراہیم لنکن کے نام سے یہ ''نفق'' مشہور ہے۔ یہ وہی نفق ہے جس کے بارے میں پچھلے دنوں اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ اس کو بعض عرب نوجوان اڑا دینا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں کئی عرب نوجوانوں کی گرفتاری بھی ہوئی ہے۔ واللہ أعلم بحقيقة الحال!

نیویارک شہر میں مشرق سے مغرب جانے والے راستوں کو اوینیو اور شمال سے جنوب جانے والے راستوں کو اسٹریٹ کہتے ہیں، اس لیے اجنبی آدمی بھی اسٹریٹ اور اوینیو نمبر معلوم ہونے پر سہولت سے اپنے مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ ہم ۴۲ رنمبر اسٹریٹ سے گزرتے ہوئے فرسٹ اوینیو آئے، وہاں سے مختلف سڑکوں پر گزرتے ہوئے ۴۷ راوینیو پر آئے، جہاں اقوام متحدہ (یونائیٹڈ نیشن) کا مرکزی دفتر ہے، تمام ممبر ممالک کے جھنڈے لمبی قطار میں لہرا رہے تھے اور دفتر کے احاطہ میں باہر سے آنے والے مسافروں کی بڑی تعداد موجود تھی، ہم اندر نہ جا سکے۔

اقوام متحدہ کا دفتر:

یہ وہی جگہ ہے جہاں طاقت ور ممالک اپنی مرضی کے مطابق کمزور ملکوں کی تقدیر کا فیصلہ کرتے ہیں اور جس جگہ سے عدل وانصاف کے نام پر ظلم وستم ہورہے ہیں اور کمزور قومیں چاروناچار ان ظالمانہ کارروائیوں پر سر تسلیم خم کرتی ہیں۔ ہم تھوڑی دیر اس عمارت کے باہر ٹھہرے اور آگے روانہ ہوگئے، میں حرب خلیج اور بوسنیا، صومال اور افغانستان اور ظالم روس کے چیچنیا پر حملہ اور اقوام متحدہ کے منافقانہ رویہ کے بارے میں سوچتا رہا۔ حکیم مشرق نے سچ فرمایا ؎

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام　　چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

دنیا میں ضعیفی کی سزا تو یہی ہوتی ہے، کاش مسلمان ﴿و أعدّوا لهم﴾ کی آیت پر غور کرتے، مسلمان قرآن کے الفاظ پڑھتے رہے؛ مگر اس کی روح سے بے خبر رہے۔ دین کی بعض چیزوں کو مضبوط پکڑا اور بعض کو بالکل ترک کردیا؛ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے احکامات کو عملاً بتلا دیا تھا، اگر اس نمونہ پر مسلمان اپنی زندگی تعمیر کرنے لگیں تو بلندی وسرفرازی کا وعدۂ الٰہی آج بھی موجود ہے۔

عربوں کی مسجد:

دفتر اقوام متحدہ سے آگے بڑھتے ہوئے ہم ایک مسجد کے قریب سے گزرے، جس کو عرب حضرات نے تعمیر کیا ہے، نیویارک کے مختلف علاقوں میں مسجدیں اور جماعت خانے بنتے جارہے ہیں، اور الحمد للہ! بعض جگہوں پر دعوت کا کام بھی پوری قوت سے ہورہا ہے۔

ہالم کا علاقہ:

پھر ہم اس علاقہ میں پہنچے جہاں سیاہ فام باشندوں کی آبادی ہے، اس کو ہالم کا علاقہ کہا جاتا ہے، اس علاقہ میں ہر طرف گندگی اور دکانوں و گھروں کے دروازوں میں بڑے بڑے حروف سے لکھی ہوئی تحریریں نظر آئیں۔ اس علاقہ میں رات کے وقت گزرنا بھی مشکل ہوتا ہے؛ مگر اس علاقہ میں بھی بلالی مسلمانوں کی ایک مسجد ہے جہاں کالے مسلمان نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو صرف امریکن مسلم کہلانا پسند کرتے ہیں، بلیک مسلم لفظ کو بہت خراب سمجھتے ہیں؛ اسی لیے ان کو بلالی مسلمان بھی کہتے ہیں (حضرت بلالؓ کی طرف نسبت ہے) واقعی یہ اچھی تعبیر ہے۔

سینٹرل پارک:

ہالم کے بعد ہم سینٹرل پارک کے قریب سے گزرے، یہ پارک وسط شہر میں وسیع علاقہ میں پھیلا ہوا ہے اور روزانہ ہزاروں لوگ سیر وتفریح اور عیاشی کے لیے اس پارک میں آتے ہیں، وقت کی قلت کے سبب ہم پارک کو باہر سے ہی دیکھتے گزرتے رہے، ایک جگہ درمیان سے گزر کر اپونیو (۵) پر آگئے اور وہاں سے اسٹریٹ (۹۵) پر آگئے۔

اسٹریٹ ۹۵:

یہ علاقہ نیویارک شہر کا قلب ہے اور خوب صورت علاقہ ہے، یہاں سیاحوں کی بھیڑ تھی، گھوڑا گاڑیوں پر سوار ہو کر تفریح کے لیے شاید پارک کے اطراف میں گھومتے ہوں گے۔

امپائر بلڈنگ:

نیویارک شہر میں امپائر بلڈنگ مشہور عمارت ہے جو دنیا کی سب سے بلند ترین عمارت تھی؛ مگر اب سنا ہے کہ شکاگو وغیرہ میں اس سے بھی بلند عمارتیں تعمیر ہوچکی ہیں، ۱۰۲/منزلہ بے مثال ہے، اس کے اوپر کی منزلوں کے قریب بادل گزر رہے تھے اور نیچے سے نظر میں بھی نہیں آرہے تھے، اس کو دیکھ کر عربوں کی تعبیر "نـاطـحـات السـحـاب" اچھی طرح سمجھ میں آگئی اور عربی زبان کی لطافت تعبیر پر مسرت ہوئی۔ جب ہم وہاں سے نکلے تو اسٹریٹ ۲۸ پر گزرتے ہوئے ایک بورڈ پر ابراہیم لونت صاحب کا نام نظر آیا۔

جناب ابراہیم لونت صاحب:

جناب ابراہیم لونت صاحب جیتالی کے باشندے اور ہمارے رشتے دار ہیں، انگریزی تعلیم یافتہ ہیں؛ بہت صالح اور اسلامی زندگی کے دل دادہ ہیں، فوراً گاڑی روک کر اوپر گئے، دوسری منزل پر ان کا دفتر تھا، بہت ہی مصروفیت کا زمانہ تھا، اس لیے کہ ۱۶/اپریل تک لوگوں کو اپنے حسابات حکومت میں بھیجنے ہوتے ہیں، لوگوں کی قطار تھی، تاہم جب ہم نے اطلاع دی تو فوراً دفتر میں بلایا اور گلے ملے، کھانے کا پوچھا؛ مگر ہم نے معذرت کی تو چائے پلائی، دفتر میں نماز کے لیے الگ کمرہ تھا، وہاں ظہر ادا کی۔ ان کے دفتر میں اور بھی دین دار مسلمانوں سے ملاقات ہوئی، جناب ابراہیم بھائی کی مساعئ جمیلہ سے ایک اسلامک سینٹر کی تعمیر اب مکمل ہونے والی ہے، دو چار ماہ میں اس کا افتتاح ہوگا، ایسے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اسلام کے لیے

محنت بہت ہی قابلِ قدر معلوم ہوتی ہے، افسوس ہے کہ ہم زیادہ وقت نہ بیٹھ سکے، کسی دوسری ملاقات پر تفصیلی بات چیت کا وعدہ کر کے ہم باہر آگے۔

ان کے دفتر سے باہر نکل کر گاڑی پارک کردی، پارکنگ کی الگ الگ جگہیں بنی ہوئی ہیں، جہاں مختلف کرایہ ادا کر کے لوگ گاڑی پارک کر سکتے ہیں، اب ہم ہندو پاک اور ایران والوں کی دکانوں کے قریب پیدل چلتے رہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے لوگ اس علاقہ میں اپنے ملک کی مصنوعات، مصالحہ جات، ہر قسم کے اچار، ساڑیاں، سوٹ وغیرہ فروخت کرتے ہیں اور اسی علاقہ میں ان کے کھانے کے ہوٹل بھی ہیں۔

لاجواب ہوٹل:

ایک جگہ بورڈ پر انگریزی اور اردو میں ''لاجواب ہوٹل'' کا لفظ دیکھا، اندر داخل ہوئے تو دو پاکستانی عورتیں اردو میں بول رہی تھیں، پاکستانی اخبار بھی رکھے ہوئے دیکھے، ہم نے وہاں چاول' دال' سبزی وغیرہ منگوا کر کھایا، کھانا عمدہ تھا اور ہر تھالی کی قیمت پانچ ڈالر تھی جو یہاں والوں کو سستا معلوم ہوتا ہے؛ مگر ہم ہندوستان والوں کو تو ۵۰؍روپے زیادہ ہی معلوم ہوتے ہیں، کھانے سے فارغ ہوکر ایک ایرانی کی دکان میں داخل ہوئے اور ایران کی بنی ہوئی مٹھائی خریدی، اللہ تیری شان ہے! ہندوستان کے گاؤں کا رہنے والا امریکہ کے شہر میں ایران کی مٹھائی کھاتا ہے، صحیح ہے: ''الرزق مقسوم والحريص محروم'' جس کے مقدر میں لکھا ہے اس کو اللہ تعالیٰ پہنچاتا ہے۔ فلك الحمد والشكر يا ربنا!

نیویارک سے واپسی:

اب چار بجنے والے تھے اور ہم تعب محسوس کررہے تھے، اس لیے واپسی کا ارادہ کیا اور گاڑی پارک کرنے کا کرایہ ادا کرکے واپس نکلے، نیویارک پر نظر ڈالتے وقت علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آیا ؎

ہیں گرچہ بلندی میں عمارت فلک بوس
ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانہ آباد

اب ہم حافظ حبیب الرحمٰن سلمہٗ کے شہر ٹرینٹن (TRENTON) جارہے تھے جو نیویارک سے تقریباً ۸۰/میل دور ہے۔

روٹ ون پر گزرتے ہوئے ہم نے ایک جدید عمارت دیکھی جو بہت خوب صورت عمارت تھی، یہ اسلامک سینٹر آف سینٹرل نیوجرسی کی عمارت ہے۔

اسلامک سینٹر نیوجرسی:

اس میں مسجد اور اسلامی اسکول ہے، عصر کی نماز کے لیے وہاں اترے؛ مگر افسوس کہ مسجد بند تھی، کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا، اس لیے سیدھے گھر کے لیے روانہ ہوگئے، ساڑھے چھ بجے ٹرینٹن پہنچے اور عصر ادا کی، آج کل مغرب ۷/بج کر ۴۰ منٹ پر ہوتی ہے، اس لیے کافی گنجائش رہتی ہے، نماز کے بعد چائے اور ہلکا ناشتہ کیا گیا۔

ٹرینٹن شہر:

امریکہ کے دوسرے شہروں کے مقابل میں یہ چھوٹا ہے؛ مگر بہت پھیلا ہوا اور خوب صورت شہر ہے، حافظ حبیب صاحب سلمہٗ کا مکان شہر کے اچھے علاقہ میں

ہے اور ماشاء اللہ! کشادہ مکان ہے۔ عصر کے بعد شہر میں سیر کے لیے نکلے اور مغرب کے وقت واپس آ گئے، حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سادہ مزاج اور بے تکلف شخص ہیں، ماشاء اللہ بہترین ڈاڑھی ہے، گھر میں نہ ٹی وی ہے اور نہ آرائش، پچیس سال سے زائد امریکہ میں رہنے کے باوجود یہ پابندی اللہ تعالیٰ کی دَین ہے، صاحبِ اولاد ہیں، بیوی امریکی نومسلمہ ہے؛ مگر بہت شریف اور اسلامی لباس میں، اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ رات کو جناب اسماعیل پٹیل جیتالی والے کو فون کیا اور خیریت معلوم کی۔ ۱۳/اپریل ۱۹۹۵ء صبح فجر کی نماز دونوں نے گھر پر جماعت کر کے ادا کی، مسجد دور ہے، پھر تھوڑی دیر آرام کیا، ۹/بج کر ۱۵/منٹ پر چائے ناشتہ سے فارغ ہوئے اور ایک مسجد دیکھنے گئے، جہاں بنگلہ دیش کے ایک عالم مفتی جمیل صاحب ایک دو سال سے مقیم ہیں، بہت نیک اور ذی استعداد معلوم ہوئے، ڈھاکہ میں حدیث شریف کا درس دے چکے ہیں۔ اس علاقہ میں بنگلہ دیش کے کچھ لوگ ہیں، ان کے بچے ہندوستانی لباس میں تھے، بہت خوشی ہوئی، تین بچے حفظ کر رہے تھے، بنگالی مسلمان دین کے معاملہ میں ہمارے لوگوں کی نسبت زیادہ حساس معلوم ہوئے، یہاں ایک مدرسہ بھی ہے جہاں کچھ بلالی مسلمانوں کی عورتیں مکمل حجاب کے ساتھ آتی ہیں اور تعلیم حاصل کرتی ہیں، ان کی یہ پابندی دیکھ کر ہم کو اپنے لوگوں کے حالات پر شرم آتی ہے۔

پرنسٹن یونی ورسٹی:

مفتی صاحب کی ملاقات کے بعد جب باہر نکلے تو حافظ حبیب الرحمٰن نے فرمایا کہ اب ہم پرنسٹن یونی ورسٹی جائیں گے، ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مجھے کتب خانوں کا شوق ہے۔ شہر پرنسٹن ٹرینٹن سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور اس شہر میں امریکہ کی مشہور و معروف درس گاہوں میں سے ایک پرنسٹن یونی ورسٹی بھی ہے۔ بہت وسیع علاقہ میں صاف ستھری اور ہر طرح کے شور و غوغا سے دور علاقہ میں یہ یونی ورسٹی تعمیر ہوئی ہے، پوری یونی ورسٹی کے علاقہ میں پیدل چلنا دشوار ہے، ہم نے اسلامی لائبریری کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کی عمارت میں داخل ہوئے۔ یہ صرف شعبۂ اسلامیات کی لائبریری ہے، ساڑھے چار لاکھ کتابیں موجود ہیں، بڑے بڑے وسیع ہال اور اس میں ترتیب سے لگی ہوئی الماریاں دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے، اور اس کتب خانہ کے ممبر بننے کے لیے ۱۵ ڈالر فیس ادا کرنی ہوتی ہے۔ میں نے اپنے رسالہ ''ماضی اور حال کے اہم کتب خانے'' میں اس کا تذکرہ لکھا تھا؛ مگر مجھے یاد نہ رہا؛ مگر یہاں معلوم ہوا کہ اس لائبریری میں مخطوطات کی تعداد دس ہزار ہے تو ہم نے اس کمرہ کا رخ کیا جہاں مخطوطات ہی رکھے ہوئے ہیں۔ پہلے بڑے ہال میں حبر و زبان کے نادر مخطوطات اور تاریخی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، اس کے بعد والے کمرہ میں دفتر تھا، جہاں ہمارا نام اور پتہ، تعارفی نشان وغیرہ لکھا گیا اور تیسرے کمرہ میں داخل ہوئے، وہاں مخطوطات کی فہرستیں، میکروفلم مشین وغیرہ رکھا ہوا دیکھا۔ میز پر عربی مخطوطات کی تین ضخیم جلدیں رکھ دی گئیں، پہلی جلد میں ۵۲۰۰ (پانچ ہزار دوسو)

کتابوں کے نام ہیں، دوسری جلد میں ۳۳۰۰ (تین ہزار تین سو) نام ہیں اور تیسری میں ۱۲۰۰ (بارہ سو) ہیں، اس طرح مجموعی ۹۷۰۰ رکتابوں کی فہرست ہے۔

ظاہر ہے کہ اتنی ضخیم جلدوں کے مطالعہ کے لیے چند گھنٹے کافی نہیں ہو سکتے مگر ہم نے تین گھنٹہ تک پہلی جلد کا مطالعہ کیا، صرف تفسیر اور حدیث شریف کی بعض کتابوں کے نام دیکھ سکے، بہت ہی اہم اور نادر نسخے موجود ہیں، دل حسرت کرر ہا تھا کہ کاش! یہ علمی خزانہ ہمارے ملکوں کی لائبریریوں میں ہوتا، البتہ جس حسن وخوبی کے ساتھ ان مخطوطات کو یہاں رکھا گیا ہے شاید ہمارے ملکوں میں ان کو اس اہتمام کے ساتھ نہ رکھا جا سکتا، اس لیے ایک طرح خوشی بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے۔ فللّٰه الحمد والشكر!

چند اہم کتابیں:

ہم فہرست کے صفحات الٹ رہے تھے تو علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "مجمع بحار الأنوار" کا نام بھی نظر سے گزرا، ہمارے یہاں چندسال پیش تر حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کی کوششوں سے حیدرآباد سے دوبارہ یہ کتاب طبع ہوگئی ہے؛ مگر سنا ہے کہ اس کی تصحیح کا کام کماحقہٗ نہیں ہوا، اگر کوئی صاحب ہندوستان میں موجود قلمی نسخوں کے ساتھ اس نسخہ کو بھی دیکھ لیتے تو شاید تحقیق کا کام مکمل ہوتا۔ اس کتاب کا فہرست نمبر ۱۴۱۰ ر ہے اور المباری ۳۳۷/۴ ہے، یہاں کسی کتاب کی تلاش کے لیے یہ دونوں نمبر لکھ کر دینے پڑتے ہیں۔ شیخ علی القاریؒ کی "ضوء المعاني" بھی موجود ہے؛ مگر میری نظر جب بدرالدین عینیؒ کی "شرح طحاوی"

پر پڑی جس کا نام ”مباني الأخبار شرح معاني الآثار“ ہےتواس کودیکھنےکوجی چاہا،حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ کو ”أماني الأحبار“ کی تالیف کے وقت اس کی ضرورت پڑی تھی تو مصر سے اس کی فوٹو کاپی منگوائی گئی تھی۔اس لائبریری میں جونسخہ ہے وہ مصنف کے قلمی نسخے سے مقابلہ اورتصحیح کے بعد لکھا گیا ہے، بہت ہی قیمتی نسخہ ہے، یہاں کے قانون کے مطابق ایک وقت میں ایک ہی کتاب دی جاتی ہےاور اس کی تلاش میں ۱۵-۲۰ منٹ کا وقت لگتا ہے، پھر اس کو مطالعہ کے کمرہ میں- جو الگ کمرہ ہے- رکھ دیا جاتا ہےاور ہم کو اطلاع کرتے ہیں کہ آپ کی مطلوبہ کتاب میز پر رکھ دی ہے،اس کمرہ میں تحقیق کرنے والے لوگ بیٹھتے ہیں، ملازم یاملازمہ بھی اگر کچھ کہنا چاہےتو سرگوشی کے انداز میں بات کرتے ہیں، بہت اعلیٰ نظام ہے۔ ”مبانی“ کانسخہ منگوایاتو باوجوداس کے کہ تقریباً آٹھ سوسال کانسخہ ہے، بہت صاف خط اورعمدہ تحریر ہے،جگہ جگہ لکھاہے: ”بلغ مقابلة و تصحيحًا مع خط المؤلف“ بعض مشکل ناموں پر اعراب لگے ہیں۔مثلاً: سعید بن سلیمان الواسطی المعروف سعدویہ وغیرہ۔گجرات کے دورزرّیں میں حضرموت کے جید عالم علامہ جلال الدین بن عمر بحرق احمد آباد تشریف لائے تھےاورکئی سال علمی افادہ فرماتے رہے، ان کی کتاب ”نشر العلم في شرح لامية العجم“ بھی موجود ہے،افسوس ہے کہ وقت کی تنگی کےسبب اس کو نہ دیکھ سکا۔

مختصر الصبح المنبئي عن حيثيات المتنبي کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں اورمحی الدین محمد بن عبدالرحمٰن کی مختصر علوم التفسیر کا نام بھی نظر سے گزرا،

برہان الدین بن ابی شریف کی ''المواهب المذخرة في تفسير سورة البقرة'' بھی موجود پائی۔علوم القرآن کی فہرست دیکھ رہا تھا تو فنِ قراءت کے مندرجۂ ذیل مخطوطات کے نام نظر آئے:

١) لطائف الإشارات في فنون القراء ات/ أبوالعباس أحمد بن محمد بن أبي بكرالخطيب شهاب الدين.

٢) رسالة في فنون القراء ات / عبد الرحمٰن المقري المالكي أبواللطائف.

٣) رسالة في قراء ة الإمام الكسائي و رواية أبي الحارث والإمام حفص محمد بن سلامة عبد الخالق بن حسن الشهير بالجمل.

٤) الإفادة المقنعة في قراء ات الأئمة الأربعة/ هاشم بن محمد المغربي.

٥) حجة القراء ات / أبو زرعة عبد الرحمٰن بن محمد نجلة.

٦) غيث النفع / محمد سلامة الواعظ بن سلامة.

٧) حصن القاري في اختلاف المقري / هاشم بن محمدالمغربي.

٨) الإشارات في فنون القراء ات.

٩) غاية المطلب في قراء ة أبي جعفر وخلف.

١٠) حذب القراء ات في علم القراء ة.

١١) حاشية على الجزري/ عبد الرحمن النجراوي أبوالنصر.

١٢) النكت ا لوذعية في شرح الجزرية.

١٣) رسول البيان في رسوم مصاحف عثمان/ محمد بن علي الويياني الكرماني.

١٤) أفضل القرىٰ لقراء ة أم القرىٰ.

المنتهی في القراء ات — یہ نسخہ جرجان میں مکمل ہوااوراس کی کتابت ۴۶۸ھ میں ہوئی ہے، اب اندازہ لگائیں کہ اس لائبریری میں ہمارے اسلاف کا کیسا قیمتی خزانہ موجود ہے، کاشِ گجرات کے اصحابِ مال علما اور قرا کو بھیج کراس خزانہ کو اپنے وطن میں واپس لانے کی سعی کریں، یہاں میکروفلم کے ذریعہ نسخہ حاصل ہوتا ہے، مجھے اس موقع پر عزیزم قاری محمد صدیق سانسرودی سلمہٗ (۱) بہت یاد آرہے ہیں۔

ایک اور ہندوستانی عالم کی کتاب ہے، ''رسالۃ صوفیہ'' مصنف ہیں عبدالرحمٰن بن جلال الدین بن اسماعیل عبدالکریم الہندی، عیدروسی خاندان کے کسی فرد نے کتابت کی ہے۔ وکان الفراغ من کتابة هذه النسخة رابع عشر جمادی الأولٰی ۱۰٤۸ھ بید العبد علي العیدروسي عفا اللّٰه عنه و لطف به و بالمسلمین. آمین!

اس عظیم کتب خانہ کو دیکھ کر مغربی اقوام کی علم دوستی اور علم کے لیے بے دریغ خرچ کا اندازہ ہوتا ہے، ہمارے ملکوں میں جلسہ جلوس' قوالی اور مجالس پر خرچ ہوتا ہے اور یہ قومیں جامعات و مدارس' کتب خانوں اور تحقیقی مراکز یعنی (ریسرچ سینٹر) پر لاکھوں ڈالر خرچ کرتی ہے۔ ہمارے گجرات کے سب ہی عربی اداروں کو ملا کر بھی دس ہزار مخطوطات نہیں ہوتے اور یہاں صرف ایک یونی ورسٹی کا یہ حال ہے، اس یونی ورسٹی میں بڑی مختلف قسم کی بڑی بڑی دس لائبریریاں ہیں، کاش کہ ہماری قوم بیدار ہو اور بہترین کتب خانے تعمیر کرائیں۔ سنا ہے کہ واشنگٹن کی کانگریس لائبریری میں اس سے زائد کتابیں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ توفیق دیں گے تو اس کی زیارت بھی ہوگی۔ انشاءاللہ!

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرملت جلد دوم صفحہ ۳۸۲ پر گزر چکا۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ کی "مجمع بحار الأنوار" کی دوسری جلد کے آخر میں عبارت ہے، معلوم نہیں مطبوعہ نسخے میں یہ عبارت موجود ہے یا نہیں، دار العلوم فلاح دارین ترکیسر کے کتب خانہ میں نسخہ موجود ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔(۱)

علامہ محمد بن طاہرؒ کی عبارت مجھے بہت پسند آئی، اس عبارت سے ان کی پرہیز گاری اور انابت الی اللہ کا پتہ چلتا ہے، کیسی عبدیت ہے، ماشاء اللہ!:

"تم بحمد اللّٰه وحسن توفيقه السفر الثاني من مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل و لطائف الأخبار، في الحادي عشر من شهر اللّٰه المبارك رمضان، ضوعف قدره و أجر من عظمه سنة ست و سبعين و تسع مأة الهجرية، في البلد المسمّى بالفتن، صانها اللّٰه من موجبات الفتن، و صان أهلها من موجبات النقم، و تاب عليهم مما يوجب صولة الأيام و استمرار الزمن، و يوفقهم لما يوجب استمرار النعم، و ذالك في بلاد الكجرات من أقطار الهند. والحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة و السلام التام على سيد رسله المقدام، وعلى جميع صحبه الكرام، و تابعيهم بالإحسان على الدوام، وبارك اللّٰه لنا في أقوالنا و أحوالنا و أفعالنا ببركة أولٰئك العظام، و بحرمة الشهر الحرام، و تاب علينا بالتوبة المدام، و غفر ذنوبنا الجسام، مع والدينا، و أولادنا وأخلائنا بحرمة اسمه السلام".

---

(۱) مذکورہ عبارت مطبوعہ نسخے میں جلد۳، ص۲۲۷ پر موجود ہے۔ دیکھئے مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل و لطائف الأخبار، ط. مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية، الطبعة الثالثة۔ یہ عبارت مطبوعہ نسخے میں معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے۔

۴/اپریل ۱۹۹۵ء جمعہ: آج بھی ناشتہ سے فارغ ہوکر یونی ورسٹی لائبریری گئے اور بارہ بجے تک تحقیقات کرتے رہے، ہم نے فہرستوں کی میکروفلم کی درخواست دی ہے، ایک فہرست شاید مل سکے، بقیہ دو یونی ورسٹی پریس سے ملتی ہے؛ مگر اس کی قیمت سو ڈالر ہے۔ لائبریری سے سیدھے نکل کر اسلامک سینٹر آف سینٹرل نیوجرسی کی مسجد میں نمازِ جمعہ کے لیے گئے، وہاں عربوں کی کثرت دیکھی، پاکستانی اور بنگلا دیش کے لوگ بھی تھے اور عورتیں بھی جو عموماً مصری اور شامی ہیں مسجد آتی ہیں، پوری مسجد بھر گئی، اس سے اندازہ ہوا کہ مسلمان کافی تعداد میں اس علاقے میں ہیں۔ نماز سے قبل مصری رواج کے مطابق قراءت کی کیسٹ لگا دی گئی تھی، شاید محمد محمود طبلاوی کی قراءت تھی، بہت عمدہ قراءت پڑھتے ہیں، خطبہ مصری صاحب نے دیا جو حج کے عنوان پر تھا اور اچھا مضمون تھا اور نماز بہت مختصر ہوئی۔ خطیب اور امام دونوں الگ الگ تھے اور دونوں محلوق اللحیہ تھے، شوافع کے نزدیک ڈاڑھی سنتِ مؤکدہ ہے، اس لیے شاید مصری اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے۔ واللہ اعلم!

نماز کے بعد لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، عورتیں بھی مصافحہ کرتی ہیں؛ مگر یہ مصریات ہی میں رواج ہے، پاکستانی عورتیں ابھی اس منزل پر نہیں آئیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد گھر آ کر دوپہر کا کھانا کھایا اور قیلولہ کیا، اس کے بعد قریب کے اور ایک شہر میں گئے، جہاں شری لنکا کے لوگوں نے بابا محی الدین قادری کے نام سے ایک مسجد نئی بنائی ہے (بابا محی الدین شری لنکا سے آئے تھے اور صوفی تھے، ذکر کے حلقے ہوتے تھے اور تقریر بھی کرتے تھے) یہ خوب صورت مسجد ہے اور بہترین

عربی خط میں آیات قرآنی کی کتابت ہوئی ہے۔ کرسی وغیرہ بطور آثارِ قدیمہ مسجد کے ساتھ ہے؛ مگر بدعات پسند لوگ معلوم ہوئے، بابا کی تصویریں بھی لگی ہوئی تھیں؛ بہر حال عشا تک وہاں رہے۔ وہاں ایک تعلیم یافتہ شخص ملے جن کا نام ڈاکٹر احمد تھا، آج کل امام غزالیؒ کی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں، فرمانے لگے کہ تصوف کے بغیر سکون ملنا مشکل ہے، ہم نے ان کو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور دیگر علمائے حق کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا اور گھر واپس آ گئے۔

۱۵/اپریل ۱۹۹۵ء ہفتہ: آج ناشتہ کے بعد ہم کو وور لیش (Vooraees) نامی مقام پر جانا تھا، وہاں جیتالی کے ہمارے رشتے دار جناب اسماعیل پٹیل مقیم ہیں، ان کے صاحب زادے سعید پٹیل ہمارے حافظ سعید صاحب کاپودروی کے داماد ہیں۔ ساڑھے دس بجے ہم ان کے گھر پہنچے تو گھر والے انتہائی مسرت اور خوشی سے ملے، وطن کے آدمی پھر رشتے داری ہو تو خوشی ہونا طبعی بات ہے۔ ظہر کے وقت نماز کے لیے مسجد جانے کے لیے روانہ ہوئے، ایک قدیم عمارت کو خرید کر جماعت خانہ بنایا گیا ہے؛ مگر وہ مسلم آبادی سے کافی فاصلہ پر ہونے کے سبب سوائے ہفتہ و اتوار کے لوگ کم ہی آتے ہیں، البتہ جمعہ کی نماز کے لیے ۳۰/آدمی ہو جاتے ہیں۔ پاکستان کے کچھ لوگ ملے اور مختلف مسائل پر بات ہوتی رہی، ایک صاحب اندور کے بھی تھے، وہ جناب عبدالحمید صاحب اندور والوں کے بھتیجے ہوتے ہیں، درمیانِ گفتگو عبدالحمید صاحب کا ذکر آیا تو میں نے ان کو بتلایا کہ میں ان سے اچھی طرح واقف ہوں، وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں کے مضامین اور رسالوں کا انگریزی ترجمہ کرتے

ہیں اور کبھی کبھی میرے پاس بھی گجراتی کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ابھی پچھلے دنوں بھی ان کا ایک خط بندہ کو موصول ہوا تھا، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔سعید پٹیل صاحب بھی صحیح الخیال اور اسلام پسند نوجوان ہیں، اس ملک میں رہ کر مسائلِ دینیہ اور حقوقِ شرعیہ کی رعایت کرنا بہت بڑی بات ہے،ظہر کے بعد چائے کی مجلس ہوئی اور حافظ حبیب الرحمٰن اوران کے گھر والےتو واپس ٹورنٹن چلے گئے؛ مگر بندہ رات گزاری کے لیےٹھہر گیا، ہم نے یہاں سے اور رشتے داروں کوبھی فون کیےاور خیریت معلوم کی۔امریکہ میں لوگ بہت دوردور رہتے ہیں،رات مغرب کے بعدکھانے سے فارغ ہوئےتو ڈاکٹر اسلم صاحب اوران کے گھر والےتشریف لائے،ڈاکٹر اسلم صاحب اصلاً سورت کے رہنے والے ہیں؛ مگر وہ برما سے یہاں آئے ہیں، بہت ذہین اور بااخلاق ہیں، گجراتی اچھی طرح بولتے ہیں،ان کا خاندان جوسمیجی فیملی سے مشہور ہے، تعلیم یافتہ خاندان ہے،خاندان میں ۱۹رڈاکٹر ہیں،ان کی عورت بھی دین دار عورت ہے،بچوں کودینی تعلیم بھی دیتی ہیں،رات بارہ بجے تک ان کی گفتگوہوتی رہی۔

ڈاکٹر اسلم نے بتایا یہاں امریکہ میں ڈاکٹروں کا کام بہت ہی ذمے داری کا ہے، اگرتھوڑا سا بھی غلط فیصلہ ہوگیا تو پریشانی ہوتی ہے،اس لیے ڈاکٹر بہت احتیاط اورغوروفکر کے بعد دوا تجویز کرتے ہیں،کمپیوٹر کا نظام ایسا ہے کہ چھوٹے شہروں کے ڈاکٹر واشنگٹن کے ان کے سینٹر کو مریض کی حالت بتاتے ہیں اور کمپیوٹر پرمختلف سوالات کرتے ہیں اور پھر مریض کے بارے میں مشورہ دیتے ہیں،اس طرح مرض کی تشخیص میں ڈاکٹروں کو مدد ملتی ہے،ڈاکٹروں کی فیس بہت زیادہ ہے۔

امریکہ میں اکثر مسلمانوں کو اپنی اولاد کی دینی تعلیم کی فکر ہے؛ مگر اس کے لیے جس قربانی کی ضرورت ہے وہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اسکول اور کالج کا تو نظام ہی ایسا ہے کہ بچوں کا دین دار رہنا مشکل ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط اور ٹی وی کے اخلاق سوز پروگرام ایسے ہیں کہ خاندان کے خاندان برباد ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، رات کو دیر تک گفتگو کے بعد آرام کیا۔

اتوار ۱۶/ اپریل: فجر کی نماز گھر پر جماعت کے ساتھ ادا ہوئی، آرام کیا اور ۷:۳۰ بجے غسل سے فارغ ہوا، پھر سعید صاحب اور ان کے والد محترم اور سب گھر والوں نے ناشتہ کیا۔ سعید پٹیل صاحب کی چار سالہ بچی انیسہ بہت ذہین بچی ہے، ابھی صرف چار سالہ عمر ہے؛ مگر بہت سی مسنون دعائیں یاد کرلی ہیں، جب والدین فکرمند ہوں تو اولاد کو بچپن سے ہی دینی تربیت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ مزید پختگی نصیب فرمائے۔

مختلف حالات پر گفتگو ہوتی رہی، خصوصاً امریکہ کے مسلمان بچوں کی تعلیم اور بعض مسلمانوں کے قابلِ افسوس حالات کا تذکرہ ہوتا رہا۔ آج کل پوری مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے اور سب ہی مسلمانوں کو دہشت پسند بتلایا جاتا ہے، مسلمانوں کی کمزوری کو بہت نمایاں کیا جاتا ہے اور خود کے مظالم کو اور ناانصافیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بنگلہ دیش کے ایک غیور مسلمان ڈاکٹر کا ''ٹورنٹن ٹائمس'' میں ایک مراسلہ چھپا، حافظ حبیب الرحمٰن صاحب نے مجھے اس کا ترجمہ سنایا تو بندہ کو پسند آیا۔ ناچیز نے سعید پٹیل سے عرض کیا کہ اس قسم کے مراسلہ کی کاپیاں بنا کر مسجدوں میں اور مسلمانوں میں پھیلانے کی ضرورت ہے

چناں چہ انھوں نے اس کی کئی کاپیاں تیار کرالیں اور مجھے بھی عنایت کیں، جس کو اس خط کے ہمراہ منسلک کرتا ہوں، دوپہر کا کھانا کھایا اور ظہر ادا کی اور ہم لوگ ٹورنٹن کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں ٹورنٹن میں گجرات اور جنوبی افریقہ کے ایک دو خاندان اور بھی ہیں، جناب مبین الحق صاحب اصلاً گجراتی بل کہ سورتی ہیں؛ مگر پیدائش جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن میں ہوئی ہے، ان کے گھر بھی جانا ہوا، محبت سے ملے، دینی خیالات بھی اچھے ہیں۔ دوسرا خاندان گجرات کے نریاڈ کے قریب کا ہے، جناب ابراہیم شیخ صاحب انجینئر ہیں اور یہاں اچھی ملازمت ہے، دعوت کے کام کی وجہ سے دین کے بارے میں فکرمند ہیں، ان کی اہلیہ بھی اچھی گجراتی اور انگریزی بولتی ہے۔ جب ان کو میری آمد کی اطلاع ہوئی، ملاقات کے لیے تشریف لائے؛ مگر ہم یہاں تاخیر سے پہنچے تو ابراہیم بھائی تو کام پر چلے گئے؛ مگر ان کی اہلیہ ٹھہر گئیں اور مزید قیام اور دینی تعلیم کے سلسلہ میں اصرار کرنے لگیں؛ مگر کچھ عوارضات کے سبب بندہ نے مزید ٹھہرنے سے معذرت کی۔ میرا خیال تھا کہ شام کو پھر یونی ورسٹی لائبریری جاکر علامہ بحرق کی کتاب دیکھ لوں؛ مگر معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا تہوار ہے جو ایسٹر کہلاتا ہے، آج ہی ہے، اس لیے لائبریری بند ہے، اس سے افسوس ہوا۔

شام کو حبیب الرحمٰن کی اہلیہ کے والدین کے گھر جانا پڑا، وہ عیسائی ہیں: مگر تعلیم یافتہ اور ملنسار، شہر کے باہر رہتے ہیں، وہاں امریکیوں کی بودوباش اور ملنے جلنے کے آداب کا کچھ اندازہ ہوا، یہ لوگ کتابیں پڑھنے کے بہت شوقین ہیں۔ ان کے صدر دروازہ میں داخل ہوتے ہی ایک بڑی تصویر لگی تھی، جس میں کچھ بڑے بڑے ہاتھی

ایک بچہ کے ارد گرد کھڑے تھے اور انگریزی عبارت لکھی تھی، جس کا مفہوم یہ تھا کہ یہ جانور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو پھر انسان کیوں ایک دوسرے کی مدد نہ کرے۔ حنان کی والدہ نے اس کی طرف اشارہ کیا، بندہ کا خیال تھا کہ ان کے سامنے اسلام کے بارے میں چند باتیں عرض کروں؛ مگر رات دس بج چکے تھے، اس لیے ہم شکریہ ادا کر کے واپس ہوئے، واپسی میں تھوڑی دیر جناب ابراہیم شیخ صاحب کے ساتھ ان کے گھر داخل ہوئے، ان کے گھر والوں نے جلد ناشتہ تیار کر لیا اور پھلوں وغیرہ سے ضیافت کی، ہم گھر واپس آئے اور فوراً بستر کا حق ادا کیا۔

صبح فجر کی نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ ابراہیم بھائی شیخ بھی دوبارہ ملاقات کے لیے تشریف لائے، جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات کرتے رہے، چائے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر ابراہیم بھائی کام پر چلے گئے اور ہم سفر کی تیاری کرنے لگے۔ دس بجے گھر سے نکل کر حافظ حبیب الرحمٰن صاحب اسٹورس لے گئے اور بچوں کے لیے کھانے کی چیزیں خرید کر سپرد کیں، ایرپورٹ پہنچ کر چند منٹوں میں کارروائی مکمل کی اور گیٹ ١٠٩ پر آ گئے، جہاں سے ٹورنٹو کے لیے پرواز تھی۔

حافظ حبیب الرحمٰن اور ان کے دو صاحب زادے ابراہیم اور اسماعیل بھی اندر تک ساتھ آئے اور آخری روانگی تک ساتھ بیٹھے رہے۔ واقعی انھوں نے دل و جان سے ہر طرح خدمت کی۔ ان کی اہلیہ جدید الاسلام ہونے کے باوجود ہر طرح خدمت کرتی رہی اور روانگی کے وقت اپنے لیے اور بچوں کے لیے دعا کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے اور بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

ٹھیک ۱۲ر بج کر ۴۵ منٹ پر ہوائی جہاز کی پرواز شروع ہوئی اور ۲ر بجے ٹورنٹو پہنچ گئے، مولانا قاسم صاحب، ان کے بھائی عبد العزیز اور عزیزم قاسم سلمہٗ (۱) گاڑی لے کر آئے تھے، ان کے ہمراہ خیر وعافیت کے ساتھ گھر آئے۔

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا وشفيعنا محمد و علىٰ اٰله وأصحابه وأتباعه وسلم تسليمًا.

نوٹ: امریکہ میں ایک قرآن مجید دیکھا جو دمشق میں چھپا ہوا تھا، بہت عمدہ طباعت اور خوش خط تھا، دمشق کے مشہور خطاط عثمان صاحب کی کتابت تھی، آخر میں لکھا تھا: نال شرف كتابته العبد عثمان طٰه.

مجھے یہ جملہ بہت پسند آیا، اس جملہ میں قرآن شریف کا احترام اور اس کے ساتھ تعلق ٹپک رہا ہے، شامی لوگوں میں جو ادب ہے وہ شاید مصریوں میں نہیں، واللہ اعلم! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی کتاب کے ساتھ یہ تعلق نصیب فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جا کے بیٹھیں ایسے دیوانے کو ہم

---

(۱) آپ حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ آپ کی ولادت ترکیسر میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے مکتب میں حاصل فرمانے کے بعد درجۂ عربی اول تک دار العلوم فلاحِ دارین میں تعلیم حاصل فرمائی۔ درجۂ دوم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ میں مکمل کیا، بعدہٗ دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں تخصص فی التجوید کی تعلیم حاصل کی۔ فی الحال کینیڈا میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور مبارک مشغلوں میں مصروف رکھے۔ آمین!

امریکہ میں چند روز

امریکہ کی ریاست کیلی فورنیا (California) کے صدر مقام سکرامنٹو (Sakramonto) میں چار سال قبل ایک دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی، جس کا نام ''دارالعلوم سکرامنٹو'' رکھا گیا۔ اس درس گاہ میں ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' ترکیسر کے دو فضلا عزیزم مولوی حافظ سعید احمد فلاحی سلمہٗ اور مولوی حافظ فرید بیگ فلاحی تدریس ونظامت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہ درس گاہ ابھی ابتدائی درجے میں ہے، اور ''شعبۂ تحفیظ القرآن'' میں ۳۵ر طلبہ داخل ہوئے ہیں۔ ہر سال کچھ طلبہ حفظ کی تکمیل کرتے ہیں۔ چناں چہ امسال بھی دو خوش نصیب طالب علموں نے حفظ مکمل کرلیا، اور حسبِ معمول اختتامِ سال سالانہ جلسے کی تاریخ طے ہوئی؛ تا کہ دارالعلوم کے کوائف عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کیے جائیں اور حفظ کی تکمیل کرنے والوں کو دستار بندی کر کے سندِ حفظ دی جائے۔

امسال اس تقریبِ سعید میں شرکت کرنے اور برادرانِ اسلام سے دینی باتیں کرنے کی غرض سے اس ناچیز کو دعوت ملی تھی۔ ایک دینی درس گاہ میں حاضر ہونے اور تکمیلِ حفظ کی مجلس میں شرکت کو بندے نے باعثِ خیر وبرکت سمجھ کر دعوت قبول کرلی۔ اور ناظمِ دارالعلوم مولوی سعید صاحب نے ٹکٹ بھیج دیا۔

۷؍جولائی ۲۰۰۱ء کو جلسے کی تاریخ کا اعلان ہو چکا تھا، اس لیے بندے کو ۵؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز جمعرات شام ٹورنٹو سے روانہ ہونا تھا؛ تا کہ ۶؍تاریخ کو آرام اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ہفتہ کو جلسے کی کارروائی شروع ہو سکے۔

امریکن ویسٹ ایئر لائن سے مجھے سفر کرنا تھا۔ چار بج کر ۴۳؍منٹ پر روانگی کا وقت تھا؛ مگر ہوائی جہاز کی روانگی میں تاخیر ہوگئی۔ مولوی محمد سلیم چوہان فلاحی سلمہٗ اور عزیزم محمد قاسم سلمہٗ ضروری کارروائی کر کے رخصت ہو گئے، اور بندہ ایمیگریشن جانچ کے بعد انتظار کے کمرے میں بیٹھ گیا۔

انگریزی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے تنہا سفر میں پریشانی ہوتی ہے۔ اتفاق سے ایک مسافر پر نظر پڑی، چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ برصغیر کے باشندے ہیں۔ قریب جا کر دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ جالندھر کے رہنے والے ہیں اور ہندی زبان جانتے ہیں، ان سے بات چیت ہوتی رہی۔

ہمارا جہاز ٹورنٹو سے روانہ ہو کر پہلے Phoenix کے مطار پر اترنے والا تھا اور وہاں سے دوسرے جہاز سے سکرامنٹو پہنچنا تھا؛ مگر ٹورنٹو سے تاخیر سے روانگی کی وجہ سے دوسری فلائٹ چھوٹ جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے مولوی سعید صاحب سلمہٗ کو اس کی اطلاع کر دی گئی، رات میں جالندھری صاحب خیر و عافیت پوچھتے رہے۔

مولوی سعید صاحب نے ''فنیکس'' میں اپنے بعض احباب کو کئی فون کیے اور ان سے درخواست کی کہ ہوائی اڈہ پہنچ کر میری مدد کریں۔ چناں چہ جب ہوائی جہاز سے باہر نکلے تو بالکل سامنے ایک مولوی صاحب پر نظر پڑی جو چیئر والے کو لے کر میرا

انتظار کررہے تھے۔ بہت محبت اوراکرام سے ملے اور چیئر میں بٹھا کراس دروازے تک لے گئے جہاں سے دوسرے ہوائی جہاز میں سفرکرنا تھا۔

امریکہ میں چھوٹے ہوائی اڈے بھی ہمارے ملک کے مقابل کافی بڑے ہوتے ہیں، اس لیے اجنبی آدمی کے لیےاورخاص طورپرزبان سے ناواقف شخص کے لیے الجھن کا باعث بن جاتے ہیں، مگرمولوی صاحب کی تشریف آوری نے سارامسئلہ آسان کردیا۔

مولوی حنیف سیدات افریقی صاحب:

یہ استقبال کرنے والے مولوی محمد حنیف سیدات اصلاً گجراتی ہیں، مگران کے والدین ساؤتھ افریقہ کے شہر بینونی میں مقیم ہیں۔ انہوں نے گجرات جاکر ڈابھیل اور جوگواڑ کے دارالعلوم میں علم حاصل کیا، پچھلے چھ ماہ سے امریکہ کے شہر فنیکس میں امامت اورتعلیم کے کام میں مشغول ہیں۔ مسجد نور 55N.Mattokk st. میں رہتے ہیں، بہت شریف الطبع اور خدمت گزار معلوم ہوئے۔ ابھی ہم ان سے مل کرآگے جارہے تھے کہ ایک اورمتشرع سفید پوش شخص نظرآئے، ان سے ملاقات ہوئی تو بغل گیرہوئے۔ معلوم ہوا کہ ان کا اسمِ گرامی ڈاکٹرمحمد ندیم صاحب ہے اورشہر کے اچھے ڈاکٹروں میں شمار ہے۔ دعوت کے کام میں بڑے منہمک ہیں، ڈاکٹر ہیں؛ مگرشکل صورت سے مدرسے کے فارغ نظرآتے ہیں۔

محترم ڈاکٹرصاحب اپنے ساتھ کھانا، پلیٹیں اور جائے نماز بھی لے کرآئے تھے، ان کی مسجد میں گشت کا دن تھا؛ اس لیے چاہتے تھے کہ واپس ہوجائیں۔ ہمارے جہاز میں دوگھنٹہ باقی تھا، اس لیے شہر میں جاسکتے تھے؛ مگر بندے نے ہوائی اڈہ پر

ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ ڈاکٹر صاحب نے مولوی محمد حنیف صاحب کو ساری چیزیں سپرد کردیں اور معذرت کرکے واپس ہوئے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت کا اثر:

ڈاکٹر صاحب کی آمد اور محبت بھری ملاقات اور ان کی میزبانی کی زحمت اور پھر دینی کام کی فکر دیکھ کر دل بہت متاثر ہوا، اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور دیگر اکابرین کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں، کہ اگر ہمارے ان بزرگوں کی محنت نہ ہوتی تو کسی اجنبی ڈاکٹر کا اس طرح شہر سے ہوائی اڈہ آنا اور اس طرح خدمت کرنا ناممکن تھا۔ خصوصاً امریکہ کے ماحول میں جہاں پانچ پانچ منٹ کا حساب لگایا جاتا ہے، یہ قربانی دینی محنت کا ہی اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرماوے اور ہمارے اکابرین کی قبروں کو نور سے بھردے۔ آمین!

ڈاکٹر صاحب کی واپسی کے بعد عصر ادا کی گئی اور مولوی محمد حنیف صاحب کے ہمراہ کھانا کھایا اور یہاں کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی؛ حتی کہ ۹:۴۶ ر بجے فلائٹ نمبر۳۷۷ سے سکرامنٹو کے لیے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولوی محمد حنیف صاحب کو اس طویل رفاقت پر بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

سکرامنٹو کے اڈے پر:

رات بارہ بجے کے بعد سکرامنٹو اترے۔ یہاں امریکہ میں ایک سہولت یہ ہے کہ بالکل اندر تک استقبال کرنے والے اور الوداع کرنے والوں کو آنے کی اجازت ہے، اس میں مسافر کو بہت سہولت ہوتی ہے۔ مولوی سعید صاحب فلاحی

سلمہٗ، مولوی فرید صاحب فلاحی سلمہٗ، مولوی قاری فرید شبلی صاحب سلمہٗ، مولوی معراج صاحب فلاحی اور مولوی یوسف بھولا صاحب منتظر تھے(۱)۔ عرصے کے بعد اپنے طلبا سے مل کر دل خوش ہوا، اور سفر کا تعب کم ہو گیا۔

نیچے اترے اور سامان کا انتظار کرنے لگے۔ الحمدللہ! تقریباً ایک بجے ''دارالعلوم سکرامنٹو'' پہنچ گئے، مولوی سعید صاحب فلاحی دارالعلوم ہی کے احاطے میں مقیم ہیں، چند کمروں پر مشتمل ایک مکان میں مولوی سعید صاحب کے ہمراہ قاری شبلی صاحب بھی رہتے ہیں۔ تاخیر سے شام کا کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔

جمعہ ۶/ جولائی ۲۰۰۱ء: آج صبح ۴:۳۰ بجے اٹھے اور فجر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں ادا کی۔ قاری شبلی صاحب نے جو بنگلہ دیش کے باشندے ہیں اور اچھے قاری ہیں، صبح کی نماز پڑھائی، تجوید کے ساتھ قرآن مجید سننے سے طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ نماز کے بعد دارالعلوم کے احاطے میں چہل قدمی کی، اچھے وسیع قطعۂ زمین پر مدرسے کی عمارت ہے، اگر اربابِ انتظام پوری توجہ کریں تو بہترین درس گاہ اور دارالاقامہ بن سکتا ہے۔ موسم بھی بڑا خوشگوار تھا، میدان میں مختلف رنگوں کے خرگوش دوڑتے ہوئے نظر آئے، معلوم ہوا کہ مولوی سعید صاحب کے پروردہ ہیں۔ مولوی سعید صاحب کے اہل وعیال ہندوستان میں ہیں؛ اس لیے ایسے معصوم خوب صورت

(۱) **قاری یوسف صاحب بھولا کفلیتوی مدظلہ:** فاضل جامعہ ڈابھیل، جماعتِ تبلیغ کے سرگرم رکن، مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک، خوش مزاج وخوش اخلاق۔ امریکہ جا کر ایک معیاری ادارہ قائم کیا، بہت سے سیاہ فام حضرات آپ کے دستِ بابرکت پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے متعدد مساجد ومکاتب وجود میں آئے۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرما کر مزید خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

جانور پال کر تنہائی کی تلافی کرتے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے!

آج جمعہ ہے، مشورہ یہ ہوا کہ قریب کے شہر لوڈے (Lodi) میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔اس بستی میں پٹھانوں کی آبادی کافی ہے، کچھ عرب حضرات بھی رہتے ہیں، جمعہ کے دن مسجد تقریباً نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔ پاکستان کے خالد صاحب امامت کرتے ہیں، خالد صاحب عربی اور انگریزی جانتے ہیں، کالج میں اسلامیات کے استاذ رہ چکے ہیں۔ کسی مدرسے سے فراغت نہیں ہے؛ مگر آدمی بااخلاق اور ملنسار ہیں، نماز سے قبل ۲۰/منٹ دینی بات کی اور بہت سے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔

اس مسجد میں پہلے مولوی قاری یوسف بھولا کفلیتوی صاحب امامت کرتے تھے، جو فاضل جامعہ ڈابھیل اور اچھے قاری بھی ہیں، بہت مخلص اور اپنے اساتذہ اور اکابرین کا دل سے اکرام کرنے والے عالم ہیں۔۱۹۹۲ء میں بندے کا امریکہ کا سفر ہوا تھا، اس وقت بھی مولانا موصوف نے اس مسجد میں پروگرام رکھا تھا اور بستی کے ذمے داروں کو بندے کے ہمراہ دعوت پر بلایا تھا۔اب اس وقت مولانا ''اسٹوک ٹن'' کی مسجد میں امام ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ دینی کاموں میں مشغول رکھے۔

غیروں کی عیاری:

نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دیکھا کہ مسجد کے بالکل مقابل نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا ایک کلب کھول دیا گیا ہے، جس میں نوجوان لڑکے لڑکیاں آکر کھیلتے ہیں۔اس طرح وہ ہماری نوجوان نسل کو راہِ حق سے دور لے جانے کا سامان

کرتے ہیں؛ تاکہ مسجد کی آبادی کم ہو جائے اور یہ نسل امریکی کلچر میں اپنے آپ کو ڈھال دے۔ اس کلب کی وجہ سے مسلمان بچے اور بچیوں پر بہت غلط اثر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ امت کے نونہالوں کی حفاظت فرماوے۔ آمین!

خطبہ اور نماز سے فارغ ہوکر پھر دارالعلوم پہنچ گئے، دوپہر کا کھانا کھایا اور آرام کیا، اس طرح رات کی بیداری کی تلافی ہوگئی۔ مولوی یوسف بھولا صاحب اور مولوی سعید صاحب اردو، گجراتی رسائل اور ماہنامے پاک وہند سے منگواتے ہیں۔ رسالہ البلاغ کراچی، الفاروق کراچی، دارالعلوم (دیوبند)، الحق (اکوڑہ کھٹک) وغیرہ کئی رسائل نظر سے گزرے۔ وطن سے دور ایسے مفید علمی رسائل کا مطالعہ بہت ہی مفید ثابت ہوتا ہے، ان رسائل اور مقالات کے ذریعے اپنے اکابرین سے تعلق قائم رہتا ہے اور فراغت کا وقت علمی استفادے میں گزر جاتا ہے۔

ہفتہ ۷/ جولائی ۲۰۰۱ء: حسبِ معمول صبح ۴/ بجے اٹھے اور فجر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد مختصر مجلس رہی، پھر تھوڑی دیر آرام کیا۔ ۸:۳۰ بجے عزیزم مولوی فرید فلاحی سلمہٗ ناشتہ لائے، مولوی فرید صاحب مع اہل وعیال مقیم ہیں؛ اس لیے ازراہِ محبت کھانا اور ناشتہ کا انتظام برابر کرتے رہے۔ امریکہ آئے ہوئے ابھی سال بھر ہوا ہے، اس سے قبل چند سال ساؤتھ افریقہ میں دینی خدمت انجام دیتے رہے؛ اس لیے ان کے گھر والے گجراتی افریقی کھانے خوش اسلوبی سے تیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین بدلہ عطا فرمائے!

آج دارالعلوم کا سالانہ جلسہ ہے، جس کے اشتہارات اور پروگرام شہر اور اطراف کی مسجدوں میں لگائے گئے تھے۔ طلبا کے والدین، رشتے دار اور دینی مزاج رکھنے والے مسلمانوں کی اچھی تعداد اپنی اپنی کاروں میں آنے لگی۔ میرے ماموں جان الحاج غلام حسین پٹیل صاحب (باجی پٹیل) مع اپنے تینوں داماد اور بہنوں کے تشریف لائے، جو قریب کے شہر ''اسٹوک ٹن'' میں مقیم ہیں؛ ان سب رشتے داروں سے ملاقات کر کے بہت خوشی ہوئی۔

ظہر کی نماز کے بعد کارروائی شروع ہوئی، جلسے کی کارروائی کی نظامت مولوی فرید بیگ فلاحی سلمہٗ سنبھالے ہوئے تھے۔ دارالعلوم کے چند بچوں نے تلاوتِ قرآن پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔ الحمد للہ! طلبا صحتِ مخارج سے تلاوت کر رہے تھے، امریکہ میں پیدا ہونے والوں بچوں کا اس طرح تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا اساتذہ کی محنت ہی کا نتیجہ تھا۔ مولوی فرید صاحب اردو، انگریزی میں تمہیدی کلمات بہت اچھے انداز سے فرماتے جاتے اور طلبا کو تقریر، مکالمہ کی دعوت دیتے، ہر طالب علم کے عنوان پر کچھ نہ کچھ اردو اشعار بھی پیش کرتے۔ حاضرین نے طلبا کی تقریریں، مکالمات بہت دلچسپی کے ساتھ سنے اور بہت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

امریکہ کے ماحول میں ایسے جلسوں کا انعقاد بہت ہی مفید اور پاک و ہند کے مدارس کے جلسوں کی یاد تازہ کرنے والے تھے۔

طلبا کے پروگرام کے اختتام پر مدرسے کی مختصر روئداد پیش کی گئی، اور اس کے بعد اس ناچیز نے علم کی اہمیت اور مدارسِ دینیہ کی ضرورت پر ایک گھنٹہ گفتگو کی، جس کا

انگریزی ترجمہ بھی ہوتا رہا۔ اخیر میں مولانا احمد علی بن مولانا آدم مانکپوری مدظلہٗ فاضل ''دارالعلوم بری'' نے قیمتی نصائح اور ارشادات سے سامعین کو محظوظ کیا۔

مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کینڈا کے شہر ''وین کوور'' سے تشریف لائے تھے، جہاں آپ ایک دینی ادارہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ! مغرب سے قبل خیر وخوبی کے ساتھ جلسے کا اختتام ہوا۔

مولانا محمد عادل صاحب بن مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہٗ، مولانا یوسف بھولا صاحب، مولانا معراج صاحب ودیگر اصحابِ خیر اور شرکائے جلسہ کو بعد مغرب کھانا کھلایا گیا؛ عشا کے بعد تھوڑی دیر مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، پھر آرام کیا۔

بندہ بستر پر لیٹے لیٹے ہمارے اکابرین کی بصیرت اور دینی معاملات میں ان کے سوز وگداز کے بارے میں غور کرتا رہا کہ ان کی مخلصانہ محنت اور پُر اثر دعاؤں کا اثر یہ ہوا ہے، کہ آج امریکہ میں اور یورپ کے دیگر مختلف ممالک میں مدارس کا جال پھیلتا جا رہا ہے۔ جس اسلام کو ختم کرنے اور اس کو مٹانے پر ہندوستان میں محنت ہوئی تھی، وہی اسلام اور اس کی تعلیمات انہی کے ملکوں میں مضبوطی سے پیر جما رہا ہے، اور آج مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ان مدارس میں اپنے بچوں کو بھیج رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے ہمارے اکابرین کو اجرِ عظیم عطا فرماوے اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ آمین!

۸رجولائی اتوار: آج صبح کی نماز کے بعد مختصر مجلس رہی، پھر ناشتہ سے فارغ ہوئے۔ مولوی معراج بن مولانا غلام محمد ڈیسائی ترکیسری فلاحی فالسوم (Falsom) نامی شہر میں درجۂ حفظ کے مدرس اور مسجد کے امام ہیں۔ ان کی دعوت پر مولوی سعید صاحب، مولوی فرید صاحب اور مولوی یوسف کفلیتوی صاحب کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ مولوی معراج صاحب نے اپنے شہر کے چند حضرات کو بھی مدعو کر رکھا تھا، ان کے ہمراہ کھانا کھایا، مسجد اور مدرسے کا معائنہ کیا۔ ظہر کے بعد آرام کر کے مدرسے کے لیے خریدی گئی نئی زمین دیکھنے گئے، وہاں سب نے مل کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کو علوم اسلامیہ کا مرکز بناوے اور دین کے داعی تیار ہوتے رہیں۔ و ما ذٰلك علی اللّٰہ بعزیز! بعض تفریحی مقامات کا چکر لگا کر اسٹوک ٹن (Stokton) کے لیے روانہ ہوئے۔

محترم مولوی یوسف صاحب کفلیتوی فاضل ’جامعہ ڈابھیل‘ بڑے مخلص اور دین کی فکر رکھنے والے عالم ہیں۔ ان کی مسجد میں مغرب کے بعد مختصر بیان ہوا اور مولانا کے مکان پر شام کی دعوت ہوئی۔ مولانا نے از راہِ کرم اور اہلِ تعلق کو مدعو کر رکھا تھا، جس میں میرے محترم ماموں جان، باجی پٹیل صاحب اور ان کے تینوں داماد– جو ڈاکٹر ہیں– شامل تھے۔ پُر لطف کھانے اور پُر لطف جملوں سے محظوظ ہو کر اور عشا ادا کر کے ماموں جان کے ہمراہ ڈاکٹر موسیٰ صاحب کے گھر آ گئے، رات کا قیام یہیں طے ہوا تھا۔ ڈاکٹر موسیٰ صاحب کا مکان ایک مصنوعی جھیل کے کنارے پر ہے، بہت خوش منظر جگہ ہے۔ رات بہت پر ہمشیرہ رابعہ اور ماموں جان کے ساتھ بات چیت ہوتی رہی۔

۹؍جولائی پیر: آج اسٹوک ٹن میں قیام رہا، ناشتے کے بعد بعض تجارتی مراکز گئے اور چند ضروری اشیا خریدیں۔

۱۰؍جولائی منگل: آج ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' جانے اور مشہور امریکی داعی حمزہ یوسف کی ملاقات کا پروگرام طے ہوا تھا۔ چناں چہ مولوی سعید صاحب وقتِ مقررہ پر مولوی فرید احمد صاحب کے ہمراہ اسٹوک ٹن تشریف لائے اور ماموں جان کے ساتھ ہم ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' تقریباً ۱۲؍بجے پہنچ گئے۔

حمزہ یوسف اصلاً امریکی ہیں اور جدید الاسلام ہیں۔ اسلام لانے کے بعد باقاعدہ عربی زبان کی تعلیم ''موریتانیہ'' جا کر حاصل کی؛ نیز دینی معلومات بھی حاصل کرتے رہے۔ اسلامی دعوت کے لیے مختلف مقامات پر ان کے محاضرات ہوتے ہیں جو کیسیٹوں کے ذریعہ امریکہ کے مختلف شہروں میں فروخت ہوتے ہیں اور بہت مقبول ہو رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعے دوسرے ملکوں کے مسلم نوجوان بھی مستفید ہوتے ہیں۔ ہر سال موسم گرما میں جب کالج اور یونی ورسٹیوں میں تعطیل ہوتی ہے، طلبا اور طالبات کے کیمپ چلاتے ہیں، جہاں امریکہ اور دیگر ملکوں کے طلبا آ کر دینی محاضرات و دیگر پروگرام میں شرکت کرتے ہیں۔

امسال انھوں نے ''جامعہ عبدالعزیز جدہ'' کے استاذ اور معروف موریتانی عالم شیخ عبداللہ البیّاع حفظہ اللہ کو فقہ پر محاضرے کے لیے مدعو کیا ہوا ہے۔ شیخ موصوف 'مجمع الفقه الإسلامي العالمي' کے رکن اور ذی استعداد عالم ہیں، مالکی المذہب

ہیں، چہرے سے تقویٰ اور دینداری کے آثار نمایاں تھے۔ ہم جب پہنچے شیخ کا محاضرہ ہو رہا تھا، شیخ عربی میں تقریر فرماتے تھے اور حمزہ یوسف انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے۔ ۳۰ یا ۳۵ ر طلبہ اور شاید اتنی ہی تعداد طالبات کی تھی جو ایک بڑے کمرے میں جمع تھے۔ طلبہ اور طالبات کے درمیان آڑ کردی گئی تھی۔ طلبا نوٹ بک میں محاضرے کے اہم نکات نوٹ کرتے تھے۔ شیخ سے سوالات بھی ہوتے تھے، شیخ اطمینان و احتیاط سے جواب دے رہے تھے۔ عرب علما بہت سے مسائل میں پاک و ہند کے علما کے مقابل توسع کا رجحان رکھتے ہیں، شیخ کی تقریر میں بھی یہ بات نظر آرہی تھی۔

محاضرہ ظہر تک ہوتا رہا، پھر ظہر کی نماز باجماعت اسی کمرے میں ادا کی گئی۔ نماز سے فارغ ہوکر حمزہ یوسف اور شیخ عبداللہ بیّاع حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ طلبا مختلف خیموں میں کھانا کھانے جمع ہو گئے۔ ہم بھی شیخ کے ہمراہ ایک خیمے میں داخل ہوئے جہاں فرش پر دسترخوان بچھا تھا، سب نے شیخ کے ہمراہ کھانا کھایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

ناچیز نے سعودی عرب میں علمائے احناف اور ہندوستانی اکابر علما –خصوصاً علمائے دیوبند کے خلاف جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں– کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی، تو فرمانے لگے ہم لوگ اس تشدد کو بالکل غلط سمجھتے ہیں اور اس پر نکیر کرتے ہیں۔

شیخ عبداللہ البیّاع کے علاوہ شام کے مشہور عالم شیخ رمضان البوطی کے فرزند ڈاکٹر توفیق سعید رمضان البوطی بھی تشریف لائے ہوئے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی، علمائے ہند و پاک کی کتابوں سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ظفر احمد

تھانوی رحمہ اللہ کی ’’اِعلاء السنن‘‘ کے بعض مقامات پر ان کو اشکال تھا، بندے نے عرض کیا کہ آپ ان سوالات کو حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے پاس لکھ کر بھیج دیں۔شیخ بیّاع حفظہ اللہ مسائل میں فقہا کے اقوال نقل کرتے تھے، یہ نوجوان اس میں اپنی سہولت کے مطابق قول کو اختیار کرلیں گے۔چوں کہ شیخ اور حمزہ یوسف دونوں مالکی مذہب کے پیرو ہیں؛ اس لیے امام مالکؒ کے اقوال کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ بہت سے نوجوان جو حنفی یا شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں مالکی مذہب کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔

جب ہمارے بعض دوستوں نے اس کا ذکر کیا تو ناچیز نے عرض کیا کہ ہمارے علما اگراس طرح بہترین انگریزی میں دعوتی کام کریں اورکیمپ قائم کریں،تو پھراس طرح کا رجحان پیدا نہیں ہوگا؛ مگر ہم لوگ ایسے میدانوں میں آتے نہیں تو پھر شکوہ کی گنجائش نہیں۔

بندے کے نزدیک فسق وفجور اورالحادو بے دینی کے ماحول میں اس طرح کے جولوگ کام کررہے ہیں اس کو سراہنا چاہیے، اوران سے ربط رکھ کرممکنہ اصلاح کی سعی ہونی چاہیے۔منفی طرزِفکر سے نقصان ہی کا اندیشہ ہے۔واللہ اعلم!

جب طلبا وطالبات کھانے سے فارغ ہوگئے تو ان کو پانچ سات بسوں اور کاروں میں ’’سان فرانسسکو‘‘ لے جایا گیا، وہاں فلکیات کی کسی رصدگاہ میں ان کو جانا تھا۔اس طرح علمی محاضرے کے ساتھ خارجی معلومات بھی دی جارہی تھیں؛ تاکہ طلبا اِن کیمپوں میں تنگ نہ ہوجائیں۔

بہرحال ہمارے علما کو دعوتی کام کے لیے ایسے علما تیار کرنا ضروری ہے جو بہترین انگریزی کے ساتھ مغربی نوجوانوں کی نفسیات سے واقف ہوں۔امریکہ میں کام کا بہت وسیع میدان ہے۔

ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں تھا ورنہ دو تین روز رہ کر ''زیتونہ انسٹی ٹیوٹ'' کی کارکردگی کا مطالعہ کرتے۔ بہرحال شیخ سے دعا کی درخواست کر کے اور حمزہ یوسف صاحب کو ساؤتھ افریقہ کے سفر کی دعوت دے کر روانہ ہوگئے۔ رات ''اسٹوک ٹن'' میں آرام کیا۔

لیک ٹاہو کی سیر:

۱۱/جولائی ۲۰۰۱ء بروز بدھ لیک ٹاہو جانے کا پروگرام تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق مولوی سعید صاحب سلمہٗ تشریف لائے اور مولوی یوسف بھولا صاحب، مولوی فرید بیگ فلاحی صاحب سلمہٗ اور مولوی معراج ڈیسائی فلاحی صاحب سلمہٗ کے ساتھ لیک ٹاہو کی سیر کے لیے گئے۔ پانی کی بہت بڑی جھیل ہے اور راستہ بھی درختوں اور اونچے پہاڑوں کے بیچ سے گزرتا ہے۔ دوسری جگہ کی نسبت یہاں موسم بھی سرد تھا۔ یہاں پہنچ کر ظہر کی نماز ادا کی گئی اور کھانا گرم کر کے سب نے مل کر ظہرانہ کا حق ادا کیا۔ مولوی فرید بیگ صاحب اور مولوی سعید صاحب نے کئی قسم کے کھانے تیار کیے تھے، لیک کے کنارے باغ میں کھانا کھایا۔ بہت سے لوگ بوٹ کرایہ پر لے کر پانی میں دور تک جاتے ہیں، بعض ہیلی کوپٹر سے سیر کرتے ہیں؛ مگر ہم لوگوں نے کنارے پر بیٹھ کر لطف اٹھایا۔

مغربی ملکوں میں حکومتیں ہر علاقے میں تفریح گاہیں بناتی ہیں اور وہاں ہر طرح کا انتظام کرتی ہیں، بیت الخلاء کا نظم ہوتا ہے، کچرہ اور کوڑا کرکٹ کے لیے جگہ متعین ہے؛ اس لیے ہر جگہ ماحول صاف ستھرا رہتا ہے، ہر تفریح گاہ میں بچوں کے کھیلنے کے سامان موجود ہیں، اور وہ بھی اچھی حالت میں ہوتے ہیں۔

ہمارے ملکوں میں بہت سی اچھی جگہیں ہیں، جن کو تفریح گاہ بنایا جا سکتا ہے، مگر حکومتیں متوجہ نہیں اور نہ لوگ سلیقہ مندی سے رہنے کے عادی ہیں؛ اس لیے دریا کے کناروں، باغوں، پارکوں میں بھی صفائی کا اہتمام نہیں ہوتا۔ مگر اب آہستہ آہستہ تبدیلی آرہی ہے، لیک ٹاہو سے واپسی میں ہم Niwada اور Rinu کے راستہ سے واپس ہوئے۔ ان شہروں میں قِمَار بازی کے بڑے بڑے اڈے ہیں، شراب اور جوا عام ہے، لوگ دور دور سے اسی مقصد سے اِس طرف آتے ہیں۔ اور افسوسناک بات یہ ہے کہ ان کلبوں، ہوٹلوں اور کازینوں میں کام کرنے والے مسلمان لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا(۱)

مادیت کا رجحان جب انسانوں میں عام ہو جاتا ہے تو پھر ایمان واخلاق اور اپنی تہذیب وثقافت کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نفس پرستی ایٹم بم سے زیادہ خطرناک ہے۔ (عبادة النفس أدهى و أمر من القنبلة الذرية) اللہ تعالیٰ امت کی حفاظت فرماوے۔

---

(۱) میرے باغ سے میری بَہار کا اندازہ لگا۔

Nevda پہاڑی علاقہ ہے، اس لیے یہاں گرمی کا احساس زیادہ رہا۔ شام کو فرحت کے ساتھ Stokton پہنچ گئے، شام کا کھانا سب رشتے داروں کے ساتھ کھایا، عشا پڑھ کر آرام کیا۔

اہم تبلیغی اجتماع:

۱۲ر جولائی ۲۰۰۱ء جمعرات: ریاست کیلی فورنیا میں ''سن ہوزے'' بھی مشہور شہر ہے۔ وہاں سہ روزہ تبلیغی جوڑ تھا، ہمیں بھی اس مبارک مجلس میں شرکت کرنی تھی۔ پروگرام یہ طے ہوا کہ پہلے جناب عثمان پٹیل صاحب کے مکان پر سامان رکھ دیا جائے، پھر اجتماع گاہ دیکھی جائے۔ جناب عثمان پٹیل گجرات کے باشندے ہیں؛ مگر عرصے سے امریکہ میں تجارت کرتے ہیں، دیندار اور دعوتی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا دونوں میں حصۂ وافر عطا فرمایا ہے۔ دو سال قبل ٹورنٹو اجتماع میں تشریف لائے تھے، اس وقت سے برابر دعوت پیش کر رہے تھے؛ اس لیے ان کے گھر قیام کا طے کرلیا، کہ اجتماع گاہ سے ۲۵ر منٹ کی دوری پر ایک بلند پہاڑی پر ان کا مکان ہے، اور ہر طرح کے شور وشر سے یکسو ہے۔ ان کے گھر پہنچے، ان کے بچوں نے استقبال کیا اور ہم نے چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر شہر میں جانے کی تیاری کی۔

آج مغرب بعد مولوی محمد طاہر بن مولوی محمد انور پٹیل ترکیسری جو ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں، اور ماشاء اللہ تجوید وقراءت کے ساتھ دینی کتابوں کے مطالعے کے بھی شائق ہیں۔ یہاں کی مسجد میں امام وخطیب اور مدرس ہیں، ان کی مسجد میں گئے اور مختصر بیان ہوا۔ اتفاق سے ان کے والد مولوی محمد انور پٹیل بھی لندن سے تشریف

لائے ہوئے تھے، ان کے بھائی مولوی محمد الیاس اور دیگر چند معزز حضرات سے بھی ملاقات ہوئی اور ہم لوگ جناب عثمان پٹیل صاحب کے مکان پر واپس آ گئے۔

۱۳/ ۷/ ۲۰۰۱ء جمعہ: صبح کی نماز عثمان بھائی کے گھر پر جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر آرام کیا، ناشتے کے بعد سب رفقا غسل سے فارغ ہوئے۔ ہمارے ساتھ ماموں جان باجی پٹیل، مولوی سعید پٹیل صاحب، جناب شمیم احمد صاحب دہلوی جو ٹورنٹو سے اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، اور عزیزم قاسم سلمہٗ بھی یہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جمعہ کی نماز اجتماع گاہ میں ادا کرنی تھی، اس لیے وقت سے پہلے پہنچ گئے۔

مجمع آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا، کافی وسیع ہال میں تقریباً تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقع ملا۔ امریکہ جیسے ملکوں میں دینداروں کا اتنا بڑا مجمع دیکھ کر دل مسرت سے لبریز ہو رہا تھا۔ اس دینی محنت نے کتنے انسانوں کی زندگی تبدیل کر دی، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ہر طرف سفید کرتوں میں اور بہت سوں کے سروں پر عمامے، پھر ان میں عرب بھی، عجم بھی، ہند و پاک کے علاوہ بنگلہ دیش، ایران، افغانستان، صومالیہ اور امریکی مسلمان بھی نظر آ رہے تھے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملائے اپنے رب کے حضور کھڑے تھے۔ مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ (۱) نے عربی میں بہترین خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ اجتماع گاہ میں بہت سے علما فضلا اور دعوتی کارکنوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

---

(۱) حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی دامت برکاتہم (ولادت: ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۱ء): فاضل ''ندوۃ العلما''، لکھنؤ، =

اس اجتماع میں شرکت کے لیے یو کے (برطانیہ) سے جناب حافظ پٹیل صاحب(۱) مع اپنے رفقا اور فرزند مولوی عبدالرحمٰن صاحب تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی قیام گاہ پر جا کر ملاقات کی، مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ کے پاس بھی تھوڑی دیر حاضر ہو کر خیر و عافیت دریافت کی، مولانا مدظلہٗ آج کل گھٹنوں کی تکلیف سے پریشان ہیں؛ مگر پھر بھی طویل طویل سفر فرماتے ہیں اور اپنے پُر اثر بیانوں سے دعوتی کام میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مدتِ دراز تک ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کے فیض کو عام و تام فرماوے۔

=مُجازِ حضرت مفکرِ اسلامؒ، عالمگیر شہرت یافتہ داعیٔ اسلام، مشہور خطیب، لسان التبلیغ اور یکے از ذمے داران عالمی شوریٰ، صوبۂ گجرات کا مردم خیز قصبہ ''کاوی'' کو موصوف کی جائے ولادت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی دینی فکروں نے عرب و عجم کو سیراب کیا۔ سیکڑوں علما آپ کے درِ دولت سے تربیت پا کر میدانِ دعوت و تبلیغ کے شہسوار بن کر نکلے۔ خدا تعالیٰ باعافیت عمر دراز عطا فرمائے، اور آپ کا فیض جاری و ساری رہے۔ آمین!

(۱) حضرت حافظ محمد پٹیل صاحبؒ گجرات کے باشندے تھے، ۱۹۴۷ء میں پڑوسی ملک ہجرت فرما گئے تھے، پھر وہاں سے برطانیہ منتقل ہو گئے، نوجوانی ہی میں حج کرنے کی سعادت حاصل فرمائی، اِسی دوران امیرِ تبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ سے ملاقات ہوئی اور تبلیغ کا خصوصی ذوق پیدا ہوا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے آپ کے لیے خانۂ کعبہ کے سامنے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے یورپ میں تبلیغ کا کام لے؛ چناں چہ کچھ سال کارخانوں میں کام کرنے کے بعد دیوز بری مرکزی مسجد کے ذمے داروں نے آپ کو امامت کے لیے مدعو فرمایا؛ چناں چہ آپ یہاں تشریف لائے اور ایک عظیم الشان مرکز قائم فرمایا جو آج پورے یورپ کا سب سے بڑا مرکز شمار ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک عظیم الشان دارالعلوم بھی قائم فرمایا جہاں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ آپ یورپ کے امیر تھے، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ کے خلیفہ اور دینی اداروں کے سرپرست تھے۔ مانک پور ٹکولی گجرات میں ایک دینی ادارہ بھی قائم فرمایا ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۲۶ء میں ہوئی اور انتقال ۱۸/فروری ۲۰۱۶ء کو دیوز بری میں ہوا اور ایک جمِ غفیر نے آپ کی تدفین میں شرکت کی۔ رحمه الله رحمةً واسعةً و أعلى الله مراتبه!

جمعہ بعد قیام گاہ آئے اور کھانا کھا کر آرام کیا۔اس اجتماع میں شرکت کے لیے کئی شہروں کے ائمہ اور علما بھی تشریف لائے تھے۔ مفتی نوال الرحمٰن حیدرآبادی مدظلہٗ، بنگلہ دیش کے مفتی صاحب، نیز مولوی ہارون امریکی فلاحی، مولوی ظلال الرحمٰن فلاحی، مولوی روشن علی فلاحی سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ جن طلبا نے ''فلاحِ دارین'' میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی، اُن کو اِن دور دراز علاقے میں دینی کاموں میں مشغول دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ اللہ تعالیٰ اِن سب علما وفضلا کی خدمات کو قبولیت عطا فرماوے، اور آخرت میں ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

یہ روح پرور اجتماع تین روز تک جاری رہا، اردو تقریروں کا عربی؛ انگریزی ترجمہ کا بہت اچھا نظام رکھا گیا تھا؛ دیگر انتظامات بھی اچھے تھے۔

البتہ ایک بات یہ دیکھنے میں آئی کہ پہلے ایسے اجتماعات میں اصل امریکی بلالی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد شرکت کرتی تھی؛ مگر اب ان کی شرکت کم ہوتی جارہی ہے۔ بعض دوستوں سے اس کی وجہ معلوم کی تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کو ہمارے ہندو پاک کے کارکنوں سے شکایت ہے کہ ان کو اجتماعات میں زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو اس کا تدارک کرنا چاہئے، ان سے بھی بیانات کروانے چاہیے؛ تاکہ ان کا یہ احساس ختم ہو جائے، اور اگر کوئی اور وجہ ہے تو اس پر بھی غور کر کے اصلاح کی سعی کرنی چاہیے۔ **والأمر بيد الله!**

ان سہ روزہ قیام میں جناب عثمان پٹیل صاحب نے ہماری ہر طرح خاطر تواضع کی، اور ان کے بچوں نے بھی دل سے خدمت کی۔ ہمارا قافلہ ناچیز کے علاوہ

ماموں جان، جناب فاروق بسر صاحب - جو بمبئی سے تشریف لائے تھے - مولوی سعید پٹیل صاحب، جناب برادر شمیم احمد صاحب اور عزیزم قاسم سلمہٗ پر مشتمل تھا؛ مگر سب کو بہت آرام پہنچا، اور سب نے عثمان بھائی اور ان کے نیک دل گھر والوں کے لیے دعائیں کیں۔ فجزاه الله عنا أحسن الجزاء!

۱۵/ جولائی اتوار کو ظہر سے پہلے دعا ہوئی اور اور ظہر کی نماز کے بعد فوراً ہم لوگ اسٹوک ٹن کے لیے روانہ ہوگئے۔ دو گھنٹے کا سفر کر کے ہم اسٹوک ٹن پہنچ گئے، اور ڈاکٹر عباس صاحب کے بنگلے پر شام کی دعوت میں شریک ہوئے۔ ہمارے ماموں جان کے تین داماد اسٹوک ٹن میں مقیم ہیں: (۱) ڈاکٹر عبدالرشید قاضی صاحب، ان کو عربی زبان سیکھنے کا بھی بہت شوق ہے، فرنچ اور بعض دوسری زبانوں سے بھی دلچسپی ہے۔ ان کے ایک صاحب زادے ڈاکٹر مسعود ماہرِ دندان ہیں، ایک حافظِ قرآن ہیں اور چھوٹے نبیل سلمہٗ ابھی اسکول میں ہیں۔ (۲) دوسرے داماد ڈاکٹر موسیٰ لُونَت ہیں جو امراضِ اطفال کے ماہر ہیں، پُر لطف آدمی ہیں۔ (۳) تیسرے ڈاکٹر عباس صاحب ہیں جو امراضِ قلب کے ماہر ہیں۔ ماشاء اللہ! تینوں ڈاکٹر اور ہماری بہنیں نماز وتلاوت کے پابند اور دینی کتابوں کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود سلمہٗ اچھے انگریزی کے مضمون نگار بھی ہیں۔ ان سب نے بہت محبت وخلوص کے ساتھ ہماری مہمانی کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرماوے اور دینی استقامت نصیب کرے۔ آمین!

۱۶؍جولائی ۲۰۱۰ء بروز پیر: صبح کی نماز اور ناشتے سے فراغت کے بعد لاس انجلس (L.A) کے سفر کی تیاری کی۔ ''لاس انجلس'' ریاست کیلی فورنیا کا بڑا اور مشہور شہر ہے، مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد اس شہر میں مقیم ہے۔ عزیزم مولوی سعید احمد پٹیل سلمہٗ اور مولوی فرید بیگ فلاحی سلمہٗ حسبِ پروگرام گاڑی لے کر تیار تھے، صبح ۱۰؍بجے روانہ ہوئے۔ ہماری پہلی منزل Santa Barbra (سانتا باربرا) تھی، جو .L.A کے مُضافات میں بہت خوبصورت اور پُر فضا ساحلی شہر ہے۔ سیاح اور امرا اس علاقے میں کثرت سے آتے ہیں۔ ہرے بھرے گھنے درخت، پہاڑ، نیز دوسری طرف ٹھاٹھیں مارتا سَمُندر نظر آتا ہے۔ اس شہر میں مولوی عبدالرحمٰن بن مولوی یوسف صاحب لندنی ایک مسجد میں امام وخطیب اور دعوت کا کام کرتے ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ کے والد مولوی یوسف صاحب ضلع بلساڑ کے باشندے ہیں اور 'فلاحِ دارین ترکیسر' کے محنتی اور ذہین فضلا میں ہیں؛ لندن میں مقیم ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن نے بھی ایک سال ''فلاحِ دارین'' میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر 'دارالعلوم بری' بولٹن سے تکمیل فرمائی۔ جنوبی افریقہ بھی رہے اور شام میں بھی کچھ مدت قیام کر کے عربی زبان سیکھی۔ ذہین اور مطالعہ کا ذوق رکھنے والے نوجوان عالم ہیں۔

ہم تقریباً ۳:۳۰؍بجے ان کے مکان پہنچ گئے۔ طویل سفر سے تھکن ہوگئی تھی، چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی، اور ان کے چار سالہ چھوٹے لڑکے کی دلچسپ باتوں سے محظوظ ہوتے رہے۔

مولوی عبدالرحمٰن سلمہٗ کے کمرے میں بعض نئی اور بہت مفید کتابیں – جو

حلب اور بیروت سے شائع ہوئی ہیں۔نظر سے گزریں اور بہت خوشی محسوس کی۔کاش کہ ہمارے ہندوستان کے علما بھی لندن اور افریقہ کے سفر کے ساتھ قاہرہ، دمشق اور بیروت کا سفر بھی کرتے رہیں: کہ ایسی مفید کتابوں سے واقف ہوں، اور ہمارے مدارس کے کتب خانے بھی ان جدید مطبوعات سے مالا مال ہوں۔

عصر کی نماز پڑھی اور اُس کے بعد سَمُنْدر کے کنارے چلے گئے، وہاں باربا کیو کا پروگرام تھا۔صاف ستھرہ ماحول اور ٹھنڈی ہواؤں نے لطف دوبالا کردیا۔ مغرب کے بعد مسجد میں مختصر بیان کیا، مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔کچھ عرب نوجوانوں سے ملاقات کی اور عشا سے فارغ ہوکر گھر آئے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہٗ کوتصنیف وتالیف کا بھی شوق ہے۔فقہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ یہاں Islamic society of santa barbara کی طرف سے Al-Quran نامی مختصر انگریزی ماہنامہ بھی شائع کرتے ہیں۔

۱۷ر جولائی ۲۰۱۰ء: آج صبح ناشتے سے فارغ ہوکر ایک عرب نوجوان برادر مُصْعَبْ کے ساتھ شہر کے مختلف علاقوں کو دیکھنے کا پروگرام تھا۔ برادر مُصْعَبْ یہاں ٹیکسی چلاتے ہیں، ہمیں بہت اکرام اور محبت سے شہر کے عمدہ اور خوب صورت علاقے دکھلاتے رہے اور لطائف بھی سناتے رہے۔ بہت زندہ دل نوجوان معلوم ہوئے، عام نوجوانوں کے مقابل ان میں دین کی محبت بھی زیادہ تھی۔انہوں نے وہ علاقے بھی دکھلائے جہاں عبدالعزیز بن فہد بن عبدالعزیز اور دیگر عرب امرا کے

مکانات ہیں، شاہِ ایران کی بعض اولاد بھی اسی علاقے میں قیام پذیر ہے، اور سامانِ عبرت بنی ہوئی ہے۔

شہر کے ایک میوزیم کے قریب بھی گئے، وقت کی قلت کے سبب اندر تو داخل نہ ہو سکے؛ مگر باہر ایک بہت ہی بڑی وھیل مچھلی کے ڈھانچے کو غور سے دیکھا۔ بعض احادیث میں صحابہ نے ایسی بڑی مچھلی کا ذکر کیا ہے، اس کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ مولوی فرید بیگ صاحب نے انگریزی میں لکھی ہوئی کچھ معلومات نوٹ کیں اور ہم لوگ یہاں کی معروف یونی ورسٹی Dewedsan Library میں داخل ہوتے وقت؛ وقت کی قلت کے سبب تفصیلی معلومات حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے کہ اب لائبریری میں ایک چھوٹی سی سی ڈی پر سب تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں، استقبالیہ میں ہم کو بھی وہ سی ڈی دی گئی کہ بیٹھ کر پوری تفصیلات دیکھ لیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں تھا؛ اس لیے عمارت کے مختلف حصوں کو دیکھ کر واپس آ گئے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے گھر پر دوپہر کا کھانا کھایا، مختلف مسائل پر بات چیت ہوتی رہی۔ ظہر ادا کی اور دو بجے .L.A کے لیے روانہ ہوئے۔ شام ۳ر بجے شہر کی جدید اور معروف مسجد میں جس کو خادم الحرمین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے ساڑھے آٹھ ملین ڈالر کے خرچ سے تعمیر کی ہے، دو رکعت ادا کی۔ مسجد بہت خوبصورت ہے، شہر کے اس علاقے میں ہے جہاں قومِ یہود کی آبادی زیادہ ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک عمدہ کتب خانہ بھی ہے، جس میں تفسیر و حدیث، عقائد اور دیگر فنون کی بہترین کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔

البتہ ایک بات بہت تعجب انگیز نظر آئی کہ مسجد کے لیے ڈونیشن کی اپیل آویزاں دیکھی، جس مسجد کی تعمیر پر ساڑے آٹھ ملین ڈالر خرچ کیا گیا، اس کے اخراجات کے لیے چندہ کی اپیل کرنا پڑے، یہ افسوس ناک بات ہے۔اس مسجد کے لیے ائمہ بھی ''سعودیہ'' سے آتے ہیں۔اس وقت ایک نوجوان عالم امام ہیں، سنا ہے کہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے ہیں۔

مسجد سے دوگانہ ادا کر کے مولوی عبداللہ جناح افریقی سلمہٗ کے مکان پر آ گئے۔مولوی عبداللہ صاحب ہمارے دوست اور فاضل جناب مولانا عباس علی جناح (جنوبی افریقہ) کے فرزند ہیں۔ذہین اور فعّال عالم ہیں، چند سالوں سے اس مسجد میں امامت کرتے ہیں جو شہر کا تبلیغی مرکز ہے۔امامت کے ساتھ بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔بہت اخلاص اور محبت سے استقبال کیا اور ہر طرح راحت پہنچائی۔مغرب کے بعد مختصر بیان ہوا، مولانا عبداللہ صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔شام کا کھانا کھایا اور عشا کے بعد جناب منیر بھائی جو احمد آباد کے باشندے ہیں اور عرصہ سے لاس انجلس میں مقیم ہیں، اپنی گاڑی میں ساحلِ سَمُنْدر سیر کے لیے لے گئے۔تھوڑی دیر ساحل پر رہ کر واپس آئے اور آرام کیا۔یہاں لاس انجلس میں بہت سے ساحلی مقامات سیر و تفریح کے لیے مشہور ہیں؛ مگر ہم لوگوں کے لیے بعض اوقات ہی وہاں جانا مناسب ہوتا ہے۔دیگر اوقات میں عریانیت اور فحش مناظر کا وہ طوفان ہوتا ہے کہ شریف انسانوں کے لیے اس کا دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ رات دس بجے کے بعد صرف چند مچھلی پکڑنے والے شوقین نوجوان نظر آتے ہیں۔

۱۸؍جولائی ۲۰۰۱ء بروز بدھ: صبح فجر پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کیا، پھر ناشتے سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر مزمل صدیقی صاحب ندوی سے ملاقات کا وقت طے ہوا تھا؛ اس لیے جلدی روانہ ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب فاضلِ ندوہ ہیں اور پی ایچ ڈی بھی کر چکے ہیں، امریکہ کی ایک بڑی اسلامی تنظیم کے صدر بھی ہیں۔ امریکہ اور بیرونِ امریکہ مختلف کانفرنسوں میں دعوتی خطاب کے لیے مدعو کیے جاتے ہیں۔ یہاں .L.A میں Orange کے علاقے میں ایک اچھا اسلامی سینٹر قائم کیے ہوئے ہیں۔ اس اسلامی مرکز کے ماتحت ہمہ وقتی اور جز وقتی مسلم اسکول بھی جاری ہیں۔ ہم ساڑھے نو بجے کے بعد مرکز پہنچ گئے اور اسکول، لائبریری وغیرہ عمارتوں کا معائنہ کرتے رہے۔

شاید ڈاکٹر صاحب کے ذہن سے نکل گیا تھا کہ ہم نے ان سے آج دس بجے ملاقات کا وقت طے کیا تھا؛ چناں چہ ہم انتظار کرتے رہے۔ ساڑھے دس بجے فون سے رابطہ قائم ہوا تو ان کو یاد آیا اور تھوڑی دیر کے بعد دفتر میں تشریف لائے۔ ہم نے اُن سے اِس سینٹر کے بارے میں معلومات حاصل کیں، انہوں نے جو کام ہو رہے ہیں اُن کی مختصر روئداد بیان کی؛ نیز ایک مطبوعہ رسالہ The Orange Crescent پیش کیا۔ یہ رسالہ The magazine of the islamaic society of orange county کا ترجمان ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے جمعہ کے خطبے بھی چھپ کر تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک خطبہ کی نقل بندے نے دیکھی جو Islam and human relations کے عنوان پر

تھا۔ ڈاکٹر صاحب سے ہم نے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں جگہ جگہ کھولے جانے والے مدارسِ اسلامیہ کے بارے میں بھی عرض کیا، کہ بہتر ہے کوئی ایسا جامع نصاب تیار ہو سکے جو یہاں کے ماحول اور ضروریات اور مغربی ممالک کے بچوں کی نفسیات کے پیش نظر ہو، انہوں نے فرمایا کہ ہم اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ عرض کی کہ امریکہ میں بہت سے نوجوان لڑکے لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں؛ مگر پھر ان کی تربیت کا کوئی مستقل نظام نہیں ہے، اگر آپ کے اس مرکز میں ایسا نظام ہو کہ نومسلموں کو چند سال رکھ کر اسلامی تعلیم و تربیت مل سکے تو زیادہ مفید ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ایسا مستقل نظام تو نہیں ہے؛ مگر ہم وقتاً فوقتاً تربیتی پروگرام رکھتے ہیں، آیندہ مستقل ادارے کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔

اسی مرکز میں اب ایک شاندار اور وسیع مسجد بھی تعمیر ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیں اس کی تفصیلات بتائیں۔ الحمدللہ! کافی وسیع اور ہر طرح کی سہولتوں کا خیال رکھ کر مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اور خرچ بھی بہت مناسب ہو رہا ہے۔ ''جامع ملک فہد بن عبدالعزیز'' پر ساڑھے آٹھ ملین خرچ ہوئے اور وہ مسجد اتنی وسیع بھی نہیں، اور یہاں چار پانچ ملین کا اندازہ ہے۔

امریکہ کی سوسائٹی میں مختلف الخیال اور مختلف الفکر مسلمان رہتے ہیں۔ عربی، ایرانی، ہندی، پاکستانی، افغانی، صومالی اور سوڈانی وغیرہ کئی ملکوں اور کئی زبانوں کے جاننے والے مسلمانوں کو ایک ساتھ رکھ کر چلنا بہت دشوار مرحلہ ہے۔ چاند کا مسئلہ ہو یا ذبیحہ کا، یا اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا، خیالات میں کافی

اختلاف ہے۔ یہاں کے جلسوں اور اجتماعات میں عورتیں شامل ہوتی ہیں، سُوالات کے لیے بھی کھڑی ہوتی ہیں، جمعہ میں بھی ہر مسجد میں ان کے لیے جگہ ہونا ضروری ہے، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا استعمال بھی دعوتی کاموں کے لیے ضروری ہو گیا ہے، ہمارے بعض پرہیزگار علما اس سے دور رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں بھی چند علما سے معلوم ہوا کہ مسائل میں تساہل برتتے ہیں۔ امریکہ جیسی سوسائٹی میں یہ باتیں لازمی ہیں۔ انشاء اللہ! ہر ایک شخص کو اس کی نیت اور اخلاص کے مطابق اجر ملے گا۔

مغربی معاشرہ جس تیزی سے اخلاقی گراوٹ اور مذہب بیزاری کی طرف جا رہا ہے، وہاں فروعات میں زیادہ بحث کے بجائے ان کے اصل ایمان کی فکر زیادہ ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے چائے سے تواضع کر کے ۱۱:۳۰ ربجے ہمیں رخصت کیا۔ اس کے بعد ہم بھائی عبدالخالق صاحب ترکیسری سے ملاقات کے لیے گئے، جو ترکیسر میں ہمارے پڑوسی اور مولانا ابوبکر ترکیسری مدظلہٗ (۱) کے بڑے بھائی ہیں۔ کئی سالوں کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، خوشی سے ملے۔ اس کے بعد ہم مولانا صادق مہتر

---

(۱) **حضرت مولانا ابوبکر سعید صاحب ڈیسائیؒ:** فخرِ ترکیسر، عالمِ ربانی، فاضل ''دارالعلوم ندوۃ العلما و دارالعلوم دیوبند''، سابق استاذِ فقہ و ادب ''دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر''، وجیہ شخصیت کے حامل بزرگ، کم گو و گہری فکر سے متصف، حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بانی ''دارالعلوم بولٹن'' کے برادرِ اصغر۔ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب دام ظلہٗ سے بیعت وسلوک کا تعلق تھا۔ اردو، عربی اور انگریزی پر کامل دست گاہ حاصل تھی۔ ''لندن'' کے بڑے بڑے اداروں میں تدریس کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۲۸ رجنوری ۲۰۰۵ء، بروز جمعہ، بعد نمازِ مغرب یہ مسافرِ آخرت وطنِ اصلی کی طرف چل بسا۔ رحمہ اللہ رحمةً واسعةً !

صاحب کی مسجد میں ظہر کے لیے گئے اور ان سے ملاقات کی۔ مولانا صادق مہتر جنوبی افریقہ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں، بہت صالح اور متقی عالم ہیں۔ مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ کے مسترشدین میں سے ہیں، ان کا خاندان بھی ترکیسر کے مشہور ولی حضرت موسیٰ جی مہتر رحمہ اللہ(۱) سے تعلق رکھتا ہے۔ نماز کے بعد ان کے دفتر میں مختصر مجلس رہی اور ہم رخصت ہوئے۔

حافظ اسلم پٹیل کی دعوت:

آج دوپہر کا کھانا سورت کے مرحوم ہاشم پٹیل صاحب کے نیک فرزند حافظ اسلم پٹیل صاحب کے گھر طے ہوا تھا۔ حافظ اسلم بہت صالح نوجوان ہیں، مرکز پر لینے آگئے تھے۔ ان کے گھر پہنچ کر ہم نے گجراتی کھانا کھایا اور بہت مسرت محسوس کی۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہم بازار کی طرف گئے۔ بعض علاقوں میں عربوں کی دکانیں ہیں، وہاں ''بیت الحکمت'' نامی ایک عربی کتابوں کا تجارتی مکتبہ دیکھا۔ شام ومصر کی بہت اچھی اچھی کتابیں فروخت کر رہے تھے، دینی کتابوں کے علاوہ ادبی، سیاسی کتابیں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ ناچیز نے "معجم الأخطاء الشائعة" اور "معجم

---

(۱) **شیخ موسیٰ جی مہترؒ**: مشہور نقش بندی بزرگ، صاحبِ کراماتِ کثیرہ، مُجاز حضرت نظام الدین باجوڑوی نقش بندی ترکیسریؒ۔ آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۵۴ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم صرف پندرہ پارے ناظرہ تک ہوئی؛ مگر اردو بے تکلف پڑھتے پڑھاتے تھے۔ قرآن مجید ایسا یاد تھا کہ حفاظ کو لقمہ دیتے۔ بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ بیسیوں خرقِ عادات آپ سے ظاہر ہوئیں؛ جن میں سے کچھ ''کراماتِ موسویہ'' تالیف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ، شب سہ شنبہ کو عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ مشہور فقیہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمہ اللہ آپ کے خلیفہ وجانشین ہوئے۔

الأغـلاط اللغوية المعاصرة“ خریدیں۔دونوں کتابوں میں عربی صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور خطباء کی زبان پر جو غلط الفاظ مستعمل ہوتے ہیں یا غلط تعبیرات کی جاتی ہیں، تحقیق سے ان کی غلطی واضح کی گئی ہے۔عربی زبان کے شائقین کے لیے بہت مفید کتابیں ہیں۔کاش کہ ہمارے علما جو امریکہ میں مقیم ہیں، ان جدید کتابوں سے استفادہ کریں۔

محترم قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہٗ سے ملاقات:

یہاں .L.A میں پاکستان کے معروف فاضل عالم، پاکستانی اسمبلی کے سابق رکن اور مفسرِ قرآن جناب مولانا قاضی فضل اللہ صاحب مدظلہٗ بھی مقیم ہیں۔ مولوی سعید صاحب فلاحی سلمہٗ اور دیگر دوستوں سے ان کی بہت تعریف سنی تھی، پھر اجتماع میں ملاقات بھی ہوئی؛ اس لیے ان کی مسجد میں حاضری کا اشتیاق تھا۔قاضی صاحب بہت مہمان نواز اور علمائے دیوبند کے بے حد قدر دان ہیں۔حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے گھر والوں سے عشق ہے،اور بہت ذی علم اور باغ و بہار شخصیت ہیں۔ٹیلی فون سے رابطہ ہوا تھا،اگلے روز بھی انہوں نے دعوت دی تھی؛ مگر ہم مجبوریوں کے سبب پہنچ نہیں سکے۔اتفاق سے آج بھی ایسی ہی کوئی صورت پیش آرہی تھی کہ ہم ان سے معذرت کریں؛مگر قاضی صاحب نے مزاحاً فون پر دھمکی دی کہ یا تو پٹھان کی روٹی کھاؤ یا گولی،ہم نے فوراً دعوت قبول کرکے گولی کے بجائے روٹی کو اختیار کیا۔

قاضی صاحب کا درسِ تفسیر:

مغرب سے پہلے ہم قاضی صاحب کی خوبصورت مسجد پہنچ گئے تھے۔ قبیل مغرب تھوڑی دیر دفتر میں ملاقات رہی، اس کے بعد نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ درس سے قبل قاضی صاحب نے بندے کو چند منٹ تقریر کا حکم دیا، جس کی تعمیل کی گئی۔ مولانا عبداللہ جناح صاحب نے انگریزی ترجمہ کیا، اس کے بعد درس شروع ہوا۔ سورۃ الضحیٰ کا درس چل رہا تھا۔ قاضی صاحب کبھی اردو، کبھی عربی اور کبھی انگریزی میں تفسیری نکات بیان فرمارہے تھے۔ سامعین میں کچھ عربی دان تھے، بقیہ انگریزی تعلیم یافتہ۔ مجھے اندازہ نہ ہوسکا کہ یہ لوگ محترم قاضی صاحب کے تفسیری نکات اور ائمۂ تفسیر کے مختلف اقوال کو ٹھیک سمجھ رہے ہیں یا نہیں؟ بہرحال شرکائے مجلس بہت ذوق وشوق سے درس سماعت کررہے تھے۔

بندے کے دل میں آیا کہ اس قسم کا درس تو مدرسوں کے فوقانی درجے کے طلبا کے سامنے ہونا چاہیے تو زیادہ نافع ہوگا۔ سنا ہے کہ ۲۵/اکتوبر کو ترجمۂ قرآن کے ختم کی مجلس ہے جس میں ان شرکاء کو سند بھی دی جائے گی۔ خدا کرے اس کے کوئی غلط نتائج نہ نکلیں! بعض مرتبہ اسلاف کی کتابوں پر گہری نظر نہ ہونے کے سبب انگریزی تعلیم یافتہ حضرات غلط مفاہیم کے لیے دلائل تلاش کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرماوے! ہم نے محترم قاضی صاحب کو ہندوستان کے مدارس کی زیارت کی دعوت پیش کی۔ عشا کے بعد قاضی صاحب اپنے دولت کدے پر لے گئے اور بہترین پُر تکلف کھانا کھلایا؛ خصوصاً اپنے گھر کے یارڈ (باڑا) کی سبزیوں اور مختلف اقسام کی ترکاریوں سے شکم سیر ہوئے۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء!

سفر مونٹریال کے پانچ روز

کینیڈا کے شہر مونٹریال (Montreal) میں ہمارے ایک فلاحی فاضل مولوی اسماعیل جوگیات کھروڈوی سلمہ (۱) مکہ مسجد میں امام و مدرس ہیں، ان کی پُر خلوص دعوت پر ۶/اپریل کو مونٹریال کا سفر کیا، سفر بجائے بس یا کار کے ریلوے سے پسند کیا گیا؛ تاکہ ۵۵۰/کلومیٹر کی مسافت میں سہولت سے سفر ہو سکے۔ سفر میں رفاقت کے لیے مولوی اسماعیل صاحب کے والد حاجی ابراہیم صاحب (۲) کا انتخاب ہوا، جن

---

(۱) **حضرت مولانا اسماعیل بن ابراہیم صاحب جوگیات زیدہ مجدہٗ:** کھروڈ ضلع بھروچ کے باشندے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم کھروڈ ہی میں حاصل کرنے کے بعد دیوا گاؤں میں جناب قاری ایوب صاحب جیواؒ سے حفظ کی تکمیل فرمائی۔ ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لیا اور دس سال کی مدت میں اردو تا دورہ کی مکمل تعلیم حاصل فرما کر ۱۹۹۱ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ، حضرت مولانا یعقوب گورا صاحب ترکیسریؒ، حضرت مفتی اسلم صاحب موسالی مدظلہٗ وغیرہ علمائے روزگار ہیں۔ رسمی فراغت کے بعد چار ماہ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ کی صحبت میں گزارے۔ اگست ۱۹۹۲ء سے کینیڈا میں مقیم ہیں، پچھلے ۲۸/سالوں سے مونٹریال شہر کی مکہ مسجد سے وابستہ ہیں اور امامت وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں، نیز مکتب اور حفظ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے یہاں پہنچنے کے بعد حفظ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔ حفظ اور مکتب کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ اس مدرسے کے بانی اور صدر مدرس ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو شرف قبول بخشے اور مزید خدمات کے لیے مؤفق فرمائے۔ آمین!

(۲) حاجی ابراہیم صاحب جوگیات کھروڈ کے باشندے ہیں، جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ کے ٹرسٹی اور بانی ہیں۔

سے ہندوستان ہی سے بہت اخلاص ومحبت کے تعلقات ہیں۔ دوٹکٹیں بک کرادی گئیں، ایاباً وذہاباً سفر کا کرایہ ۹۰ ر ڈالر تھا، وقت ۱۲ ر بجے دن میں تھا، کچھ ناشتہ وغیرہ کرکے ۱۱:۳۰ کو اسٹیشن پہنچ گئے، صاف ستھرا اسٹیشن، دونوں طرف مختلف قسم کی دکانیں، مسافروں کی نشست کے لیے جگہ جگہ کرسیاں رکھی ہوئیں تھیں۔ ہمیں ۹ ر نمبر کے دروازہ سے گاڑی میں سوار ہونا تھا، مسافر خاموشی کے ساتھ قطار میں کھڑے تھے، ہم لوگ کرسی پر بیٹھ گئے، پندرہ منٹ پہلے دروازہ کھولا گیا اور ہم لوگ برقی سیڑھی سے اوپر پلیٹ فارم تک پہنچے، ہر ڈبہ کے باہر ایک کنڈکٹر کھڑا پایا جو مسافروں کی رہ نمائی کرتے تھے، ہم لوگ بھی ان کی ہدایت کے مطابق مونٹریال والوں کے لیے مخصوص ڈبہ میں سوار ہو گئے۔

ہوائی جہاز کی طرح ایک مضیفہ استقبال کے لیے کھڑی تھی، جس نے مسافروں کو خوش آمدید کہتے ہوئے استقبال کیا، نشستیں اور سامان رکھنے کے لیے ہوائی جہاز ہی کی طرح نظام پایا، دو دو آدمی کی نشست، اس کے ساتھ چھوٹا ڈسک اور ہر سامان کے لیے الگ جگہ، ردی چیزیں اور مستعمل گلاس وغیرہ ڈالنے کے لیے پلاسٹک کی تھیلیاں رکھی ہوئی تھیں؛ تاکہ ڈبہ میں کہیں گندگی نہ ہو۔ چائے، کافی، بسکٹ ومشروباتِ باردہ حتی کہ چاکلیٹ اور مونگ پھلی کے نمکین دانے، ٹھنڈا پانی چھوٹے چھوٹے گلاسوں میں پیک کردہ مسافروں کے لیے موجود تھے، نہ خوانچہ فروشوں کی چیخ و پکار، نہ اخبار فروشوں کا شور وغوغا، نہ چائے کافی والوں کی کان پھوڑنے والی آوازیں، ہر شخص سکون سے اپنی جگہ پر یا تو کتاب اور رسالہ پڑھتا تھا، یا عورتیں بُننے

میں مصروف تھیں اور جو فارغ لوگ تھے آہستہ آہستہ بات کر رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے مذکورہ کھانے پینے کی چیزیں مسافروں کے پاس لائی جاتیں اور ادب سے ان کو پوچھ کر جو مطلوب ہو پیش کر دیا جاتا۔ اتفاق سے آج برف باری شروع ہوگئی، اس لیے ہم کو پورے سفر میں باہر کے مناظر صاف نظر نہ آسکے؛ البتہ جو شہر اور آبادیاں گزرتیں وہ نظر آتی تھیں، ٹورنٹو سے مونٹریال تک صرف تین چار جگہ گاڑی رکی؛ مگر کسی جگہ مزدوروں کی دوڑ دھوپ اور مسافروں سے ان کی گتھم گتھی نظر نہیں آئی، ہم یہ سب دیکھ رہے تھے اور تمنا کر رہے تھے کہ کاش ہمارے ملک میں بھی ایسے پُر سکون اور آرام دہ سفر کا نظام بن سکے۔ ٹھیک پانچ بجے Dorwal نامی ایک اسٹیشن پر اترنا ہوا جو مونٹریال ہی کا ایک اسٹیشن ہے، عزیزم مولوی اسماعیل جوگیات سلمہٗ استقبال کے لیے موجود تھے، محبت سے ملے اور اپنی کار میں سوار کر کے گھر آ گئے۔

الحمدللہ! عصر کی نماز کی تیاری کی اور نماز سے فارغ ہو کر چائے ناشتہ کیا، اس کے بعد یہاں کے پروگرام کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی، حتی کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، صلاۃ مغرب سے فراغت کے بعد قیام گاہ پر حاضر ہوئے اور کھانا وغیرہ سے فارغ ہو گئے؛ کیوں کہ عشا شہر کی قدیم اور پہلی مسجد — جس کو اسلامک سینٹر کہا جاتا ہے — میں پڑھنا تھا اور عشا بعد تبلیغی اجتماع میں دینی بات کرنی تھی، مسجد قیام گاہ سے کافی دور تھی، اس لیے وہاں پہنچے تو جماعت شروع ہو چکی تھی، جماعت میں شامل ہو گئے، بڑی کشادہ مسجد تھی اور مصلیوں میں ہندو پاک کے علاوہ گیانیز اور شری لنکا کے لوگ بھی تھے، عرب لوگ بھی اچھی خاصی تعداد میں تھے، کچھ حنفی، کچھ مالکی اور کچھ سلفی

تھے۔ مسجد کے امام صاحب پاکستانی ہیں؛ مگر جامعہ اسلامہ مدینہ منورہ کے فاضل ہیں، ”تدریب الائمہ والدعاۃ“ سے بھی فارغ ہیں، بہت عمدہ اور عربی لہجہ میں قرآن مجید پڑھتے تھے، نام دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ امام بخاری سے مشہور ہیں؛ بہرحال ان کی قراءت اور طمانینت والی نماز سے مسرت ہوئی۔ عشا کے بعد تقریباً نصف گھنٹہ اردو میں بات ہوئی، جس کا ایک طرف انگریزی ترجمہ ہو رہا تھا اور دوسری طرف عربی میں تشکیل۔ اور دعا کے بعد بہت سے اور مسلمانوں سے ملاقات ہوئی، مولوی ابراہیم لولات رویدروی صاحب، قاری محمد اقبال صاحب پانولی بھی تشریف لائے تھے، مسرت سے ملے۔ بمبئی کے ایک صاحب جو قریب ہی رہتے ہیں، گھر لے جانے پر اصرار کر رہے تھے؛ مگر ہم نے معذرت کی، کہنے لگے عرصہ کے بعد ایسی اردو تقریر سنی اور بمبئی کی یاد تازہ ہوگئی، کچھ عرب حضرات بھی بہت ہی اکرام سے پیش آئے، یہ سب دین کی دعوت کی برکت ہے، ورنہ ان ملکوں میں ایسی محنتیں دور دور نظر نہیں آتیں۔ گیارہ بجے واپس ہو کر ۱۲ ربجے کے قریب لیٹ گئے، لیٹنے سے قبل مولوی اسماعیل صاحب نے بہترین پھلوں سے ضیافت فرمائی۔ جزاهم الله خير الجزاء!

درمیان میں اس کا تذکرہ بھی کر دوں کہ ہمارے دارالعلوم فلاح دارین کے فضلا کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کے لیے ہر جگہ قبول فرمایا ہے اور ماشاء اللہ وہ ہر جگہ مقبول اور باعزت ہیں۔ ٹورنٹو کی جامع ابوبکر میں مولانا قاسم انگار صاحب امام و خطیب ہیں اور مکتب کے مہتمم ہیں، مولوی عبدالصمد دیدات مدینہ مسجد میں نائب امام ہیں، مولوی سراج ویسٹ انڈیز میں تکفین وتجہیز کا شعبہ سنبھالے ہوئے ہیں، مولوی

مفتی یوسف صاحب مدرسہ اشرفیہ کے مدرس ہیں، مولوی فاروق ویارا بھی امامت کرتے ہیں، مولوی مفتی عثمان صاحب کیمبرتج میں امام و مدرس ہیں، مولوی ابراہیم کرمالی اشاوا میں امام ہیں، مفتی آدم دیواوالے جامعہ اسلامیہ میں عربی کے مدرس ہیں اور مولوی اسماعیل جوگیات یہاں مونٹریال کی مکی مسجد کے امام ہیں۔

فالحمد لله على ذالك!

اللہ تعالیٰ اساتذہ، کارکنان اور محسنین کے لیے باعثِ نجات بنائے۔ آمین!

مکی مسجد میں بھی شام، لبنان، مصر، فلسطین، دوحہ کے عرب حضرات نماز کے لیے آتے ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب کی قراءت وغیرہ سے خوش ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

۷/اپریل ۱۹۹۵ء بروز جمعہ:

آج جمعہ کا دن ہے، نمازِ صبح کے بعد آرام کیا، ۹/ بجے غسل سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا اور مولوی اسماعیل صاحب کے مختصر کتب خانہ کو دیکھا تو اس میں دو تین عربی کتابیں نظر سے گزریں جو کسی عرب دوست نے ان کو بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔ ایک کتاب کا نام ”المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح“ ہے، مصنف کا نام الحافظ عبد المومن بن خلف الدمیاطی (۶۱۳-۷۰۵ھ) ہے، ذہبیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ”كان مليح الهيئة، حسن الخلق، بسّامًا، فصيحًا، لغويًا، مقرءًا، جيد العبارة، كبير النفس، صحيح الكتب، مفيدًا جدًا في المذاكرة، وقال المزي: ما رأيت أحفظ منه“ ”مكتبة التراث الإسلامي“

سے طبع ہوئی ہے، حدیث شریف کا بہترین ذخیرہ ہے۔ دوسری کتاب ''تنویر القلوب في معاملة علام الغيوب'' مصنف عارف باللہ شیخ محمد امین الکردی ہیں، نقش بندی سلسلے کے بزرگ ہیں، ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی، عمدہ کتاب ہے، مطبعۃ الصباح دمشق سے دار القلم والوں نے بہترین کاغذ پر طبع کرائی ہے۔ تیسری کتاب ''كتاب الفوائد'' ہے جو علامہ ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، ابن جوزیؒ کا نام ہی کتاب کے تعارف کے لیے کافی ہے۔

صلاۃِ جمعہ مکی مسجد میں ادا کرنی تھی، نماز سے قبل پندرہ منٹ بات کرنا طے ہوا؛ چوں کہ مصلیوں میں عربوں کی اکثریت تھی، اس لیے ٹوٹی پھوٹی عربی میں اظہار کرتا رہا، اگرچہ یہ احساس قوی تھا کہ مزاولت نہ ہونے کے سبب کماحقہٗ ہم صحیح ترجمانی نہیں کر پاتے؛ مگر عربوں کی روایتی فراخ دلی کے سبب ہمت کر ڈالی۔ چند فلسطینی اور لبنانی نماز کے بعد محبت اور اکرام سے ملے اور عربی زبان اور دینی مدرسوں' مسلمانوں کے احوال کے بارے میں سوالات کرتے رہے۔ اسی مسجد میں مغرب کے بعد کچھ عرب بیٹھ کر دینی کتاب کا مذاکرہ کرتے ہیں، فقہ السنہ کو پڑھا جاتا ہے۔ شیخ صالح حلبی اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں، شام کے شہر حلب کے باشندے ہیں، ہم نے چند علمائے شام اور ان کی تصانیف سے استفادہ کا ذکر کیا تو بہت خوش ہوئے، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ المحترم کے بارے میں پوچھا کہ آپ ان کو جانتے ہیں؟ ہم نے کہا جی ہاں، بندہ نے ان سے اوائلِ بخاری شریف اور آخری حدیث پڑھ کر اجازت بھی حاصل کی ہے، اس لیے ان کو مزید انس ہوا، فرمانے لگے شیخ میرے ہی شہر کے متقی عالم ہیں،

وقت مختصر تھا، اس لیے دوسری ملاقات کے وعدے پر رخصت ہوئے۔

جمعہ کی نماز اور دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر ہم کو (Macgill) میکگل یونی ورسٹی جانا تھا، یہ یونی ورسٹی کینیڈا کی (نہ صرف کینیڈا بل کہ دنیا کی مشہور یونی ورسٹیوں میں ہے) بہت مشہور ومعروف یونی ورسٹی ہے اور اس کا شعبۂ اسلامیات اور اس کے کتب خانہ کی شہرت ہم ہندوستان میں سنتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ جب علی گڑھ یونی ورسٹی میں صدر شعبۂ اسلامیات تھے، اسی یونی ورسٹی میں چھ ماہ اسلامیات پر خطبات دینے تشریف لائے تھے، واپسی میں انھوں نے مجلّہ ''برہان'' میں مقالہ لکھ کر اس کے کتب خانہ کی بہت تعریف لکھی تھی، اس لیے بندہ کو اس کو دیکھنے کا شوق تھا۔ عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کو پہلے ہی فون پر اس کے بارے میں بتلا دیا تھا، اس لیے انھوں نے احمد آباد کے ایک نوجوان سے – جو بہت دین دار اور علما سے تعلق رکھنے والے ہیں – ربط کر لیا تھا؛ تا کہ یونی ورسٹی تک رہبری کرسکیں۔ پہلے ان کی قیام گاہ پہنچے اور تعارف ہوا اور ان کے ہمراہ میکگل یونی ورسٹی گئے، شہر کے ایک وسیع علاقہ میں پھیلی ہوئی یہ درس گاہ دیکھ کر تعجب ہوا، شعبۂ اسلامیات کی عمارت مستقل الگ ہے، اس میں داخل ہوئے اور دفترِ استعلامات (انکوائری آفس) سے کچھ معلومات حاصل کیں۔ آج کل ہر تحقیق کرنے والا مطلوبہ کتاب کے بارے میں کمپیوٹر سے معلومات حاصل کرتا ہے، اس نے ہم کو بھی یہی راہ بتائی، میں نے مطلوبہ فہرست طلب کی تو انھوں نے معذرت کی، اس لیے کہ اب پوری لائبریری کمپیوٹر میں محفوظ کردی گئی ہے۔

ہم نے مخطوطات کی مطبوعہ فہرست دیکھی، ۲۶۵ر قلمی مخطوطات لائبریری میں موجود ہیں اور ایک لاکھ پانچ ہزار کل کتابیں ہیں، جس میں حدیث، تفسیر، تصوف، ادبِ عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں اسلامیات پر بے شمار کتابیں ہیں۔ سہ منزلہ عمارت میں بہت سلیقہ اور صفائی سے کتابیں رکھی ہوئی دیکھیں، دو تین گھنٹہ میں تو پورا کتب خانہ دیکھنا ممکن نہیں، ہر الماری پر سرسری نظر ڈالتے گئے اور حیرت کرتے رہے ؎

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ
(اقبالؔ)

ہمارے مدرسوں میں متنبّی کا دیوان درس میں داخل ہے؛ مگر متنبّی کے بارے میں دو تین شرحوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، یہاں دیوان متنبّی کی معروف شروحات کے علاوہ مندرجۂ ذیل کتابیں دیکھیں:

أبو الطيب قلق الشعر ونشيد الدهر (٢) المتنبي والتجربة الجمالية عند العرب (٣) لغة الحب في شعر المتنبي (٤) المتنبي بين البطولة والاغتراب (٥) المتنبي شاعر ألفاظه تتوهج فرسانًا (٦) مدخل إلى شعر المتنبي (٧) الوساطة بين المتنبي وخصومه (٨) المتنبي (٩)الحرب في شعرالمتنبي (١٠) موازنة بين حكمةٍ في شعر المتنبي والحكمة في شعر أبي العلاء.

فارسی ادب میں کلیاتِ سعدی کے الگ الگ نسخے، خاقانی، انوری، رومی کے دیوان موجود پائے، ہمارے مدرسوں میں گلستاں، بوستاں اور اس کی ایک دو اردو

شرح کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ایک چھوٹی سی اردو کتاب ''آزاد ہندفوج کا البم'' بھی نظر سے گزری،جس میں آزاد ہند کے خاص خاص لوگوں کے فوٹو بھی موجود ہیں، تاریخی چیز ہے۔قلمی کتابوں میں "الروضة البهية في شرح اللمعة الدمشقية" بہت عمدہ خط میں فن فقہ میں موجود پائی۔ہم نے عصر کی نماز بھی اسی لائبریری کے بالائی حصہ میں جماعت کے ساتھ ادا کی،وہاں کرسیوں پر چند مصلّے (جانماز) رکھے ہوئے تھے،اس سے اندازہ ہوا کہ تحقیق کے لیے آنے والے طلبہ وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔الگ الگ میز پر کتابیں رکھی ہوئیں تھیں جو طلبا کی نکالی ہوئی تھیں،ایک میز پر شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی کتابیں اور تصوف کی دیگر کتابیں تھیں،شاید تصوف پر یا ابن عربی پر کوئی طالب علم ریسرچ کرتا ہوگا،اس ٹیبل کے کنارے پر جو چٹ لگی تھی اس پر زرینہ نام لکھا تھا،اس لیے کوئی لڑکی تحقیق کررہی ہوگی۔

نماز کے درمیان ایک نوجوان جماعت میں شامل ہوئے،دعا سلام کے بعد گفتگو کی تو معلوم ہوا مراکش کے رہنے والے ہیں،یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل کررہے ہیں،چہرے پر ڈاڑھی بھی تھی،ان سے مل کر مسرت ہوئی۔

اس کتب خانہ سے واپسی پر ہمارے رہبر آصف صاحب اپنے گھر لے گئے اور چائے ناشتہ سے ضیافت کی،صالح نوجوان ہیں،ٹیپ رکارڈ وغیرہ کے ماہر ہیں، الارم سسٹم لگانے میں بھی ماہر ہیں،ہمارے علما سے بہت اچھا لگاؤ رکھتے ہیں۔مغرب کے بعد جناب حمید الدین صاحب کے گھر دعوت تھی جو اصلاً حیدرآباد کے باشندے ہیں،ان کے خسر منظور خاں بہت دین دار آدمی ہیں اور عرصہ سے یہاں دین کا کام

کرتے ہیں، مولانا علی میاں مدظلہٗ، مولانا عمران خاں صاحب کے میزبان رہ چکے ہیں۔ انہوں نے حیدرآباد کے طرز کا عمدہ کھانا کھلایا اور بہت مفید باتیں کرتے رہے۔ محمد منظور خاں صاحب کو اوقات کے سلسلہ کی بہترین معلومات ہیں، اس لیے کہ وہ ہوائی جہاز کے کسی شعبہ میں ملازمت کرتے رہے ہیں، لباس وغیرہ بالکل دیوبند وسہارن پور کے طرز کا پہنتے ہیں، نظام الدین کا سفر بھی کئی بار کر چکے ہیں۔

۸/اپریل ہفتہ:

صبح کی نماز کے بعد آرام کیا اور ۹:۳۰ بجے ناشتہ کر کے فارغ ہوئے، اس کے بعد یادداشت مرتب کرنے لگا، ۱۲/بجے مولوی ابراہیم رویدروی صاحب کے گھر حاضر ہوئے، انہوں نے گجرات کی روایتی مہمان نوازی کا ثبوت دے کر بہترین کھانا پیش فرمایا، نماز ظہر ''مصلی دارالسلام'' میں ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مکان آ گئے۔ وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر مسجد السنۃ النبویۃ دیکھنے گئے، سعودی عرب کے ڈاکٹروں نے جو یہاں تربیت کے لیے آئے ہیں، پانچ لاکھ ڈالر میں یہ وسیع ہال خریدا ہے، اس میں مسجد اور کتب خانہ ہے، احادیث کا بڑا ذخیرہ ہے، اس کے علاوہ ابن تیمیہ، ابن قیم کی اکثر کتابیں اور دیگر بہت اچھی کتابیں سلیقہ سے رکھی ہوئی تھیں۔

کچھ عرب نوجوان مذاکرہ کر رہے تھے، کچھ کتابیں برائے فروخت بھی موجود تھیں، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی سوانح ''مسـيـرة الحياة'' (کاروانِ زندگی) بھی موجود تھی، اردو میں کاروان زندگی چھپی ہے، اس کا ترجمہ ہے۔ ''مسجد السنۃ النبویۃ'' سے واپس ہوتے وقت تھوڑی دیر ماؤنٹ رویل (ماؤنٹ

رویل ایک بلند پہاڑ ہے جو وسط شہر میں ہے) پر گئے، مونٹریال شہر کے وسط میں پہاڑ ہے جس پر جانے کے لیے موٹر کا راستہ بنایا گیا ہے، اس پر سے پورا شہر نظر آتا ہے، رات کے وقت لوگ اس پر جا کر نظارہ کرتے ہیں، زائرین کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔

مونٹریال میں مختلف کھیلوں کا اسٹیڈیم ہے جس کو اولمپک اسٹیڈیم کہتے ہیں، چند سال پیش تر یہاں اولمپک ہوئے تھے اور دنیا بھر کے کھلاڑی آئے تھے، اس کا منارہ ترچھا بنا ہوا ہے، شاید دنیا بھر میں ایسا ترچھا منارہ کہیں نہیں ہے۔ الیکٹریک ڈولی سے لوگ اوپر جاتے ہیں، اسی کے قریب اولمپک ویلیج نامی دوشاندار ہوٹل ہیں، جو بعد میں فلیٹ بنا کر فروخت کر دیئے گئے، اس کے قریب سے گزرتے ہوئے مکان واپس آئے، تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی، اس لیے گھر پر عصر ادا کی اور آرام کر لیا۔

مغرب مکہ مسجد میں ادا کی اور مغرب بعد ایک گھنٹہ اردو میں بیان ہوا، جس کا عربی، انگریزی ترجمہ ہوا، شام کا کھانا مسجد ہی میں سب لوگوں کے ساتھ کھایا، دسترخوان پر فلسطین اور لبنان کے عرب حضرات سے گفتگو ہوتی رہی۔ ناچیز نے بعض عرب مسائل پر اظہار خیال کیا تو ایک تعلیم یافتہ عرب نوجوان نے کہا کہ آپ لوگوں کا سیاسی شعور بہت سے عربوں سے بہتر ہے، اور آپ لوگ حالات حاضرہ پر گہری واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ابن قیمؒ کی "إغاثة اللهفان" تھی، معلوم ہوا کہ سب نوجوان حلقہ کر کے مذاکرہ کرتے ہیں، رات گیارہ بجے واپس آئے اور تھوڑی سی مجلس ہوئی اور لیٹ گئے۔

۱۹/اپریل:

آج اتوار ہے، صبح کی نماز مکہ مسجد میں ادا ہوئی اور آرام کیا، چائے ناشتہ سے فارغ ہوکر اسلامی اسکول دیکھنے کا پروگرام بنایا گیا، مولوی اسماعیل جوگیات سلمہٗ اتوار کے روز بھی کچھ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، اس لیے ہمراہی اور رہبری کے لیے جناب حمیدالدین صاحب سے درخواست کی گئی۔ ناشتہ سے قبل محترم جناب مصطفیٰ صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے، بڑے نیک اور ملنسار شخص ہیں، بہار کے رہنے والے ہیں، مشرقی پاکستان میں ان کے خاندان کے کئی افراد کو ذبح کر دیا گیا تھا، وہاں سے مشکل سے جان بچا کر مغربی پاکستان آئے اور وہاں بھی آزمائش میں رہے، وہاں سے کینیڈا تشریف لائے ہیں، اسلام کے بارے میں فکر مند ہیں اور خوب علما نواز ہیں، ان کی اہلیہ محترمہ بھی بچوں کو تعلیم دیتی ہیں، ایسے ہی لوگوں کی محنت سے تھوڑا بہت دینی ماحول بنتا ہے۔ محترم حمیدالدین صاحب کے ساتھ نکلے، وہ کمپیوٹر کے ماہر اور دردمند صالح مسلمان ہیں، بڑی بڑی کمپنیوں میں حکومت کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں، قومِ یہود کی عیاری اور ان کی طبائع کے بارے میں بہت تجربہ رکھتے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ اب اسکولوں میں ماسٹروں کی بھی ضرورت بہت کم ہو جائے گی، آٹھویں تک ایسے کمپیوٹر بنائے گئے ہیں جو اسباق سکھلائیں گے، استاذ کی تصویر بھی نظر آئے گی اور کمپیوٹر ہی طلبا کے سوالات کا جواب دیں گے (آج ایک عربی اخبار میں کمپیوٹر کا ترجمہ ''مذکرہ'' دیکھا) دورِ جدید کی یہ حیرت ناک سائنسی ترقی کے سبب ہر شعبہ میں کام کرنے والوں کی ضروت کم ہوتی جارہی ہے، یہاں کی ایک ٹیلی

فون کمپنی ہزاروں افراد کونوٹس دے چکی ہے،اس لیے کہ کمپیوٹر نے بہت کام آسان کر دیئے ہیں ،اس جدید کمپیوٹر کے نظام کو ملٹی میڈیا سسٹم (Multi Media System) کہتے ہیں، ہمارے ملک میں بھی اب دیر سویر یہ نظام آہی جائے گا، کمپیوٹر کے ذریعہ تجوید وقراءت کی کیسٹیں تیار ہوگئی ہیں۔اسکول میں داخل ہوئے تو ڈاکٹر امین صاحب موجود نہیں تھے، جواسکول کے اصل محرک ہیں؛ مگر ایک نگراں موجود تھے جو الجزائر کے باشندے تھے،حمیدالدین صاحب نے ہمارا تعارف کرایا اوراسکول کے معائنہ کی خواہش ظاہر کی۔انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور مختلف درس گاہ وغیرہ کا معائنہ کروایا ،۴ رسال کے بچہ کوداخل کرتے ہیں اور دو ماہر تعلیم مسلمان خواتین ان کوسکھلاتی ہیں، حضانہ پھر روضہ اور پھر درجات شروع ہوتے ہیں،نصاب میں عربی زبان،قرآن مجید،انگریزی،فرنچ اور سائنس،کمپیوٹر وغیرہ ہیں۔

ڈاکٹر امین صاحب نہیں تھے اس لیے نصاب کی کوئی کاپی نہیں مل سکی ،حمید الدین صاحب نے الجزائری سے عرض کیا کہ عربی میں بات کیجیے، یہ مہمان عربی سمجھ لیں گے ،تو انہوں نے فرمایا کہ افسوس ہم لوگ فصحیٰ کے تکلم پر قادر نہیں اور ہمارا الجزائری لہجہ اور زبان ان کے لیے نا قابل فہم ہوگی اس لیے وہ انگریزی میں بولتے رہے اور حمیدالدین صاحب ترجمہ کا کام کرتے رہے،ظہر کی نماز کے وقت مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے مسجد پہنچ گئے اور کھانا کھا کر کچھ ضروری اشیا خریدنے بازار گئے۔

حمید الدین صاحب فرماتے تھے کہ ۱۹۷۵ء میں ۱۵ فی صد تجارت یہودیوں کے قبضہ میں تھی، آج ۱۹۹۵ء میں ۸۰؍ فی صد تجارت ان کے ہاتھ میں ہے، بڑے بڑے مول "المحلات التجارية" کے مالک ہیں، چھوٹے تاجروں کو آگے بڑھنے کے بہت کم مواقع ہیں، اتنے بڑے تجارتی مراکز ہمارے ملک میں کہیں نظر نہیں آتے۔

پانچ بجے ممبئی کے ایک صاحب کی پر خلوص دعوت پر ان کے گھر چائے کے لیے حاضر ہوئے، وہاں سے واپس آکر عصر کی نماز ادا کی اور پاکستان کے ایک صاحبِ خیر ظہیر شیخ صاحب کے گھر عصرانہ کے لیے حاضر ہوئے، وہاں کچھ تعلیم یافتہ لوگ بھی تھے، اصلاً لدھیانہ کے باشندے ہیں؛ مگر تقسیم کے وقت سب کچھ گنوا کر پاکستان پہنچے اور وہاں سے یہاں پہنچے، اس لیے ان کی طبیعت میں تلخی باقی ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا نام لیا تو فرمانے لگے آپ انہیں رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حالاں کہ انہوں نے کانگریس کا ساتھ دیا وغیرہ؛ مگر ہم نے وقت کی قلت کے سبب مباحثہ نہیں کیا، جن حالات سے وہ گزر رہے تھے اس کا طبعی نتیجہ اس قسم کی شدت ہے۔

مغرب کے بعد مصلی دار السلام میں بیان ہوا، اکثر سامعین پاکستانی بھائی تھے، تقریر کے بعد ظہیر شیخ صاحب بہت ہی معذرت کرنے لگے کہ میرے جملہ سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی معاف فرمادیں، ہم نے عرض کیا نہیں، ہم لوگ ایسے جملے سننے کے عادی ہوگئے ہیں؛ مگر اتنی بات عرض کردوں کہ گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی موت کے بعد دعا کا حق دار ہے، رحمۃ اللہ علیہ بھی دعا ہے اس لیے اس میں ناراضگی نہیں ہونی چاہیے، انہوں نے فرمایا مجھے اس کا احساس ہوگیا ہے؛ بہرحال یہ ان کے

اخلاق کی بات تھی۔ مسلمان میں غیر ذمے دارانہ باتیں کرنے کی جو عادت ہے اس کی ایک مثال ہی ہے کہ بعض ناعاقبت اندیش یہاں لوگوں سے کہتے ہیں کہ مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انگریزوں کی سازش میں پھنس کر تبلیغی تحریک چلائی ہے؛ تاکہ مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ ختم کردیں۔ إنا للہ وإنا إليه راجعون!

ع بریں عقل و دانش بباید گریست (۱)

شام کا کھانا کوسمبا کے ایک نوجوان ابراہیم ماسٹر صاحب کے گھر تھا، ان کی اہلیہ جامعۃ الصالحات مالیگاؤں سے عالمہ اور قاریہ کی سند حاصل کرچکی ہیں اور دینی خدمت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ عمدہ کھانا تیار کیا اور گجرات کی رعایت سے جوار کی روٹی بھی تیار کی، چھ ماہ میں یہ پہلی بار جوار کی روٹی سامنے آئی تو رغبت سے کھایا، کھانے سے فارغ ہوکر مولوی ابراہیم رویدروی صاحب کے دولت کدہ پر عشا پڑھی اور آئس کریم کھانے کے بعد ۱۱ر بجے واپس آگئے اور آرام کیا۔

۱۰/اپریل ۱۹۹۵ء:

صبح نماز کے بعد آرام کیا، ۹:۱۵ کو فارغ ہوکر مطالعہ اور بقیہ روئداد سفر لکھنے لگا، ساڑھے دس بجے ناشتہ کرکے اسٹیشن آگئے، یہاں گاڑی کے اوقات' گاڑی نمبر وغیرہ اسکرین پر بتائے جاتے ہیں، نیز مسافروں کو کس ڈبّہ میں سوار ہونا ہے اس کی بھی اطلاع دی جاتی ہے، کمزور مسافروں کو ریلوے کا عملہ سامان اٹھانے اور گاڑی پر رکھنے کے لیے تعاون کرتا ہے۔

---

(۱) ترجمہ: ایسی عقل و دانش پر آنسو بہانا چاہیے۔

مولوی اسماعیل جوگیات سلمہٗ نے پانچ روز ہر طرح کی راحت پہنچائی اور ایک سعادت مند شاگرد اور نیک بخت اولاد کی طرح پیش آئے۔

فجزاه الله خير الجزاء!

ان کے گھر والوں نے بھی ہر طرح مہمان نوازی کا ثبوت دیا اور راستہ کے لیے توشہ دان تیار کر کے ساتھ میں رکھ دیا، الحمدللہ! یہ جذبہ اور خدمت کا ولولہ دینی مدارس کے طلبا ہی میں مل سکتا ہے۔ اللهم زد فزد !

راستہ میں حاجی ابراہیم جوگیات کے ساتھ باتیں کرتے رہے، ٹھیک چار گھنٹہ میں ۵۵۰ کیلومیٹر کا سفر مکمل ہوا اور ہم پانچ بجے خیریت کے ساتھ گھر پہنچ گئے۔

فله الحمد والشكر!

☆☆☆☆☆

وقتِ طلوع دیکھا وقتِ غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے، دنیا کو خوب دیکھا
(اکبرالہ آبادی)

☆☆☆☆☆

متحدہ عرب امارات میں چند دن

عزیز القدر مولانا یعقوب (۱) صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد سلام مسنون! عرض ایں کہ ناچیز اور عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ ایک ہفتے کے لیے خلیج کی ریاستوں کے دورے پر گئے تھے؛ تاکہ وہاں کے علمی اور ثقافتی حالات سے واقفیت ہو سکے۔ نیز ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی پُرخلوص دعوت کو قبول کرتے ہوئے ایک سال پہلے ان سے ابوظبی حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا، اس کا ایفا بھی کرنا تھا۔ بہرحال ۳؍فروری کی شام کو بھروچ سے بمبئی کے لیے ''شتابدی ایکسپریس'' سے روانہ ہوئے۔

انسانیت زندہ ہے:

مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے بندہ جگہ تلاش کر رہا تھا، ریلوے کے ملازمین کھانا تقسیم کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے دیکھا، مَیں نے ان کو اشارہ کیا کہ مجھے نماز پڑھنی ہے۔ وہ فوراً آگے بڑھا اور مجھے کہا ذرا ٹھہریئے، اور ایک گتہ کا بکس لایا؛ اُس کو توڑ کر بچھایا اور کہا کہ اس پر نماز پڑھیں۔ ایک غریب انسان کی

(۱) حضرت مولانا یعقوب صاحب مدظلہ سریگت مراد ہیں۔ آپ کا تعارف جلد اول صفحہ ۳۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ادا بتاتی ہے کہ ابھی ملک میں انسانیت زندہ ہے۔ دس بج کر پندرہ منٹ پر بمبئی پہنچ گئے، کھانا ٹرین میں کھالیا تھا اس لیے عشا پڑھ کر لیٹ گئے۔

بمبئی ہوائی اڈے پر:

۴رفروری تین بجے اٹھ کر مطار کے لیے روانہ ہوئے، ہوائی اڈے کے ملازمین کی ہڑتال کے سبب ہو کا عالَم تھا، مسافرین اپنا اپنا سامان گھسیٹ رہے تھے، صفائی نہ ہونے کے سبب کاغذ اور ڈبوں کا ڈھیر تھا۔ ضروری کارروائی کے لیے عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کاؤنٹر پر گئے، کارروائی مکمل کرکے وہیں ایک طرف فجر کی نماز ادا کی۔ سات بج کر ۴۵رمنٹ پر فلائٹ نمبر ۵۰۳ر روانہ ہوئی۔ امارات کے جہاز کی خدمات اچھی ہوتی ہیں، عربی، انگریزی اور ہندی بولنے والا عملہ کام کرتا ہے؛ اس لیے سہولت ہوتی ہے۔ عربی اخبارات بھی دستیاب ہوتے ہیں، ''الخلیج'' نامی روزنامہ پڑھتا رہا اور نو بجے دبئی اتر گئے۔ الحمد لله على سلامة السفر!

دُبئی ایئرپورٹ پر:

دُبئی امیگریشن میں کارروائی چند منٹ میں مکمل ہوگئی، کنیڈین، برطانوی پاسپورٹ کو فوراً ویزا لگ جاتا ہے۔ سامان لے کر باہر آئے تو ہمارے رشتے دار جناب فاروق منگیرا صاحب انتظار میں کھڑے تھے۔ فاروق بھائی کے والد اصلاً مانگرول کے باشندے ہیں؛ مگر کئی سال سے بولٹن یوکے میں رہتے ہیں۔ فاروق صاحب وہیں بڑے ہوئے اور اچھی تعلیم لی، چار سال سے ''فرید علوانی و اِخوانہ'' کی کمپنی میں کام کے لیے دُبئی میں مقیم ہیں۔ خوش اخلاق نوجوان ہیں، اُن کی والدہ ہماری مرحومہ اہلیہ کی چچازاد بہن ہوتی ہیں۔

شہر کی سیر:

چائے ناشتے سے فارغ ہوکر آرام کرتے رہے۔ شام کو فاروق بھائی شہر میں سے گزرتے ہوئے ساحلِ سَمُندر لے گئے۔ دبئ فِری پورٹ ہے؛ اس لیے کئی ملکوں سے یہاں سامان آتا ہے، اور یہاں سے دوسرے ملکوں میں روانہ ہوتا ہے۔ دور تک سامان کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے، نہ چوری کا خطرہ اور نہ توڑ پھوڑ، حفاظتی اقدامات قابلِ تعریف ہیں۔ دبئ کی سڑکیں کشادہ اور صاف ستھری نظر آئیں، اونچی اونچی عمارتیں کینیڈا اور امریکہ کے شہروں کی یاد دلا رہی تھیں۔ سڑکوں پر عمدہ عمدہ قسموں کی کاروں کا طویل سلسلہ نظر آتا ہے، امریکہ، جاپان، اور جرمن گاڑیاں قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ اس طرح تیل کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ پھر انہی ملکوں کے پاس چلا جاتا ہے؛ کاش کہ مسلمان صنعت وحرفت میں خود کفیل بنتے۔

ایک قلندر کی نصیحت:

آج سے چالیس پچاس سال پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ عرب ممالک کے سفر پر جا رہے تھے، سفر سے پہلے خانقاہِ رائے پور میں اپنے شیخ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ تاکہ ان کی نیک دعاؤں کا توشہ لے کر جائیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ''ان بھلے مانسوں سے کہئے کہ اپنے ملکوں میں صنعتیں قائم کریں'' مولانا نے اپنی تقریروں اور مقالات میں اس پر توجہ دلائی تھی۔ کاش کہ ان اللہ والوں کی باتوں کو گوشِ ہوش سے سنا جاتا، تو آج عرب ممالک پورے اسلامی اور ایشیائی ملکوں کے لیے مرجع بنتے۔ فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى!

مسجد الغُرَیر میں:

۵؍فروری اتوار کی فجر کی نماز کے لیے ہم ''مسجد احمد الغُرَیر'' گئے۔ احمد الغُرَیر دبئ کے مشہور تاجر ہیں، انہوں نے اپنے جیب خاص سے یہ شاندار مسجد بنوائی ہے، اور اس مسجد کے امام ہمارے دوست قاری یعقوب مملا بلیشوری مدظلہٗ (۱) ہیں۔ قاری صاحب ''جامعہ حسینیہ راندیر'' اور ''دارالعلوم دیوبند'' کے فیض یافتہ ہیں، ''جامعہ حسینیہ'' میں ۵؍سال مدرس بھی رہے ہیں اور ۲۰؍سال سے دبئ میں شاندار خدمت انجام دے رہے ہیں، ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔ ماشاءاللہ! قرآن مجید بھی بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ ان کی اقتدا میں فجر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر ان کا درسِ حدیث سنا اور پھر ان سے ملاقات کی۔ اس اچانک ملاقات سے وہ بہت خوش ہوئے اور مسجد سے ملحق اپنی قیام گاہ پر لے گئے، گرم گرم حلیب اور تمور پیش کیے، کئی قسم کے بسکٹ لے آئے اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔

ایک اہم کتاب:

پچھلے چند سالوں میں بعض حلقوں کی طرف سے تبلیغی جماعت اور علمائے دیوبند کے خلاف زہریلی اور سخت گمراہ کن کتابیں شائع کی جارہی ہیں، اور ان کو عرب

---

(۱) حضرت مولانا یعقوب صاحب مملاؒ بلیشور کے رہنے والے تھے، عالمیت کی تکمیل جامعہ حسینیہ راندیر میں ہوئی، پھر دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں مزید قراءت کی تحصیل فرمائی۔ فراغت کے بعد کچھ مدت جامعہ حسینیہ راندیر میں تدریس فرمائی، پھر دبئ تشریف لے گئے اور وہاں مسجد الغریر میں تقریباً پچیس سال تک خدمت انجام دیتے رہے، وظیفہ یاب ہوجانے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے اور وہیں فروری ۲۰۱۹ء کو ۶۷؍سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور ویسما میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

نوجوانوں میں پھیلایا جارہاہے، اس ناچیز کا پختہ خیال ہے کہ اس کے پیچھے استعماری طاقتیں اور ان کے دم چھلوں کا ہاتھ ہے۔ بہرحال اس پروپیگنڈے کے جواب میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ نے مختلف عرب علما کے بیانات، شیخ بن باز کے جوابات وغیرہ جمع کرکے ایک کتاب "جماعة التبليغ، أكبر حركة إصلاحية، عالمية" کے نام سے شائع کی ہے، جس کو "مكتبة الحرمين للنشر و التوزيع" دبئ نے شائع کی ہے۔ قاری یعقوب صاحب نے یہ کتاب مطالعے کے لیے پیش کی اور بعد میں مجھے ہدیۃً عنایت فرمادی۔ تبلیغی جماعت سے منسلک علما کو اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قاری صاحب کے گھر سے واپس آئے، غسل کیا، ناشتہ کرکے مطالعہ کرتے رہے۔ چار بجے پھر شہر میں نکلے، یہاں کے مشہور مول ''سیٹی سینٹر مول'' میں داخل ہوئے، یہ تجارتی مرکز لندن، کینیڈا، امریکہ کے ''محلات التجاریۃ'' یعنی مول سے کم نہیں ہے۔ بعض چیزیں خریدیں اور ساحلِ سَمُندر کی سیر کرتے ہوئے گھر واپس آئے۔

دُبئ کی مساجد:

یہاں کی ہر مسجد اپنی الگ شان رکھتی ہے، ہم نے عصر کی نماز علی ابن حیدر کی ایک خوبصورت مسجد میں ادا کی تھی۔ دورۃ المیاہ (استنجا خانہ) اور وضو خانے صاف ستھرے اور سلیقہ کے ہوتے ہیں۔ جوتے مسجد کے دروازے کے باہر بڑی تعداد میں ہوتے ہیں؛ مگر چوری کا کوئی خطرہ نہیں۔ بمبئ، دہلی میں ایسے عمدہ قسم کے جوتے قطعاً محفوظ نہیں رہ سکتے۔ هذا من بركات بلاد الإسلام۔ کاش کہ مسلمانوں کو اپنے

دین اوراس کی عظیم برکات کا احساس ہو۔افسوس ہے کہ دوسروں کے پروپیگنڈے سے ڈرکر ہم نے اپنے پیروں پر کلہاڑے مارے ہیں۔ اگر تمام اسلامی ممالک شریعت کے مطابق حکومت چلائیں تو دنیا کی قوموں کو اسلام سمجھنے میں مدد ملتی؛ مگر انہوں نے اپنے قیمتی ہیرے کو پھینک کر دوسروں کے ٹھیکرے لے لیے ہیں۔

اللّٰھم اھد قومنا فإنھم لا یعلمون. آمین !

۶ رفروری پیر کی فجر کی نماز کے لیے فاروق ہم کو''مسجدِ فُطَیم'' لے گئے، پونے چھے بجے جب مسجد میں پہنچے تو صفِ اول تلاوت کرنے والوں سے بھر چکی تھی۔ مسجد وسیع اور خوبصورت ہے،قبلہ کی طرف رنگین کانچ کے ٹکڑوں سے کوفی خط میں لکھی ہوئی آیات بہت دیدہ زیب معلوم ہورہی تھیں۔نماز ایک شامی امام کے پیچھے ادا کی،عربی لہجے میں قراءت سے دل متاثر ہوا۔نماز کے بعد ہم نے ان سے ملاقات کی،حلب کے باشندے ہیں،اخلاق سے ملے اور ہند کے مسلمانوں کے حالات پوچھتے رہے۔

العین کا سفر:

مسجد سے گھر آکر چائے ناشتے سے فارغ ہوئے اور ابوظبی کے شہر''العین'' کے سفر کی تیاری شروع کی۔ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ عرصے سے ''العین'' میں مقیم ہیں۔ پہلے آپ ''جامعۃ العین'' کے ''کلیۃ الحدیث'' میں استاذ الحدیث تھے،اب ریٹائرڈ ہونے کے بعد کتبِ حدیث کی تحقیق اور طباعت کا اہم کام انجام دے رہے ہیں۔ دبئی سے تقریباً پونے نو بجے ''سیارۃ الاجرۃ'' (ٹیکسی) لے کر نکلے، ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کرکے ''العین'' کی حدود میں داخل ہوگئے۔ ڈرائیور

زیادہ واقف نہیں تھا؛ اس لیے سیل فون سے مولانا مدظلہٗ سے رابطہ کرتے رہے۔ ایک مقام پر رک گئے، مولانا نے وہاں اپنے ایک عزیز کو کار لے کر بھیج دیا، اور ہم ان کی رہنمائی میں مولانا کی قیام گاہ پہنچ گئے۔

ماشاء اللہ! مولانا کا مکان کافی وسیع اور سہولت والا ہے۔ تھوڑی دیر ''غرفۃ الاستقبال'' میں بیٹھے اور پھر مولانا ہم کو تصنیف وتالیف والے کمرے میں لے گئے۔ یہ وسیع کمرہ چاروں طرف اہم مراجع کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے، اور مولانا کے کام میں تعاون کے لیے تین ہندوستانی فضلا موجود ہیں، جنہوں نے تخصص فی الحدیث کیا ہے۔ مولانا تقی الدین صاحب زید مجدہٗ کے ساتھ رہ کر تخریج اور تحقیق کا کام برابر سیکھ گئے ہیں۔ اس وقت مولانا کی نگرانی میں "بذل المجهود شرح أبي داؤد" مؤلفہ مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ کی تصحیح اور تحقیق کا کام ہو رہا ہے۔ کام مکمل ہو گیا ہے، اس کو بیروت طباعت کے لیے بھیج رہے ہیں، پروف آنے پر دوبارہ نظر کی جائے گی۔ امید ہے کہ چھ سات ماہ میں ''بذل'' طبع ہو جائے گی، ٹائپ پر ترقیم، تخریج اور تصحیح کے ساتھ یہ نسخہ اہلِ علم کے لیے ایک نادر تحفہ ہوگا۔(۱)

مولانا کی اہم تحقیقی خدمات:

ازیں قبل مولانا "أوجز المسالك شرح مؤطا إمام مالك" مؤلفہ شیخ الحدیثؒ کو؛ نیز "التعليق الممجد على مؤطا إمام محمد" للشیخ عبدالحی لکھنویؒ، "ظفر الأماني بشرح مختصر الجرجاني" از مولانا عبدالحی لکھنوی

(۱) الحمد للہ! یہ کتاب بیروت سے اعلیٰ پیمانے پر طبع ہو کر اہلِ علم کی آنکھوں کا سرمہ بن چکی ہے۔

فرنگی محلیؒ؛ نیز امام بیہقیؒ کی ''الزھد الکبیر'' کو بہترین تعلیقات کے ساتھ طبع کرا چکے ہیں، اور یہ کتابیں تمام عرب ممالک کے اہلِ علم وفضل کے پاس پہنچ گئی ہیں، ان کے علاوہ اور کئی کتابیں بھی نشر ہوگئی ہیں۔ اب ''بذل'' کی طباعت پر مزید علمی فائدہ ہوگا۔ مولانا مدظلہٗ اس کام کی تکمیل کے بعد ''بخاری شریف'' کے نسخوں کا تقابل کر کے اس کی تصحیح وتعلیق کا کام کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ اس کی تکمیل کرادے۔ آمین!(۱)

شان دار عربی کھانا:

دوپہر کو مولانا نے بہترین عربی طرز کے کھانے پکوا کر کھلایا، اور وافر مقدار میں پھلوں سے تواضع فرمائی۔ مولانا کے رفقا بھی دعوت میں شامل تھے، کھانے کے بعد ''غرفۃ النوم'' میں قیلولہ کیا، عصر کے بعد ''العین'' کی سیر کے لیے نکلے۔

العین (Al-Ain):

''العین'' ریاست ''ابوظبی'' کا بہت خوب صورت اور منظّم شہر ہے۔ کشادہ سڑکیں، سڑک کے دونوں طرف اور بیچ میں درخت لگائے گئے ہیں، جگہ جگہ پھلواریاں بنائی گئی ہیں، اور صفائی یورپ اور امریکہ کے شہروں سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ ہر جگہ پانی کے پائپ اور فواروں سے سبزہ تر وتازہ رکھا جاتا ہے۔ شہر سے گزر کر ایک شاندار پارک کے قریب سے گزرے۔ پارک میں بچوں کے کھیل کے لیے مکمل انتظام ہے، پارک کے ایک حصے میں صرف عورتیں جاسکتی ہیں، ''للنساء

(۱) الحمد للہ! مذکورہ کتاب بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر علمی دنیا سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔

فـــقـــط ’’ کا بورڈ آویزاں ہے؛ تاکہ مستورات بلاتکلف وہاں بیٹھ سکیں۔ مجھے اس انتظام سے مسرت ہوئی۔ دبئ اور ابوظبی دونوں جگہ ساحلِ سَمُندر ہو یا پارک ہوں، مسجد کا نظم رکھا جاتا ہے؛ تاکہ سیر وتفریح کرنے والوں کو عصر ومغرب کی نماز جماعت سے پڑھنے کا موقع ملے۔ هذا أيضًا من حسنات بلاد المسلمين !

جبل حفیت:

پارک کو باہر ہی سے دیکھ کر ہم ’’جبل حفیت‘‘ پر گئے، ’’العین‘‘ سے پندرہ کیلو میٹر پر ہزاروں فٹ کی بلندی پر یہ تفریح گاہ بنی ہے، چاروں طرف پہاڑ کی چوٹیاں ہیں، ایک چوٹی پر سلطان کا محل بھی ہے، جس میں سال میں کبھی کبھی وہ تشریف لاتے ہیں۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کر کے مشروباتِ باردہ سے لطف اندوز ہوئے، اور ایک تفریح گاہ کی طرف گئے۔ یہاں اتر کر پہلے مغرب کی نماز ادا کی، پھر گرم پانی کے چشمے پر جا کر بیٹھے۔ لوگ یہاں آ کر غسل کرتے ہیں؛ تاکہ قدرتی گرم پانی سے خارش وغیرہ امراض کا علاج کریں۔ چاروں طرف پہاڑوں پر سبز گھاس اُگائی گئی ہے اور بڑی بڑی لائٹیں اس پر روشنی پھینکتی ہیں، بہت خوشنما منظر ہے۔ مولانا فرما رہے تھے کہ بیس سال میں یہ تیسری مرتبہ یہاں آیا ہوں، سیر وتفریح کی فرصت ہی نہیں، اگر سیر وتفریح کرنے لگوں تو تحقیقی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مولانا کی اس رفاقت اور قیمتی وقت کی قربانی پر ہم نے شکریہ ادا کیا اور عشا کے قریب واپسی ہوئی۔ عشا کے بعد عَشاء کے لیے دسترخوان لگا، ثرید پکوائی گئی تھی، مولانا نے بکرے کا پورا سر زبان اور آنکھوں سمیت سامنے ڈال دیا۔ زندگی میں اس طرح کا کھانا پہلی مرتبہ کھانے کا اتفاق ہوا اس کے

علاوہ سبزی وغیرہ ترکاریاں تھیں، اس لیے سہولت رہی۔ کھانے کے بعد پھر علمی مجلس رہی اور دیر تک مختلف کتابوں، ہندوستان کے مدارس وغیرہ موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں، پھر آرام کرنے ''غرفۃ النوم'' میں چلے گئے۔

بعض نئی کتابیں:

مولانا مدظلہٗ کے کتب خانے میں بعض نئی کتابیں نظروں سے گزریں، ان میں سے بعض ہمارے مدارس کے لیے بہت مفید ہیں۔ مثلاً:

(۱) غبطة القاري ببيان إحالات فتح الباري، از أبوصهيب العدوي، مكتبه العلم، جدة.

(۲) المعلم بفوائد مسلم، للإمام أبي عبدالله محمد بن علي.

(۳) الحديث الشريف و تحديات العصر.

(٤) تعليق التعليق على سنن أبي داوود، مكتبة الرشد، الرياض.

(٥) الفكر والسلوك السياسى عند أبي الحسن الندوي (دارالقلم بيروت).

(٦) الدولة الأموية عوامل الازدهار و تداعيات الانهيار، مكتبة الصحابة (الشارقة).

(۷) الشيخ محمد يوسف الكاندهلوي "حياته ومنهجه في الدعوة" دار البشائر.

(۸) نظرات جديدة في علوم الحديث، دار ابن حزم.

مولانا کے رفقا:

مولانا تقی الدین صاحب مدظلہ کے تحقیقی کام میں جو نو جوان علما پوری تندہی سے لگے ہیں، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولوی حسان صاحب ندوی مظاہری، مولوی شمس الرحمٰن قاسمی مظاہری، مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی؛ ان تینوں علما کو ہم نے بااخلاق، متواضع اور علمی مزاج رکھنے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نوجوانوں سے علمی دنیا کو فائدہ پہنچائے۔ مولوی حسان صاحب نے بتلایا کہ علامہ محمد طاہر پٹنیؒ کی ''المغنی'' مکتبہ ''دارالعلوم الرحیمیہ'' بانڈی پورہ کشمیر سے تصحیح کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور بہت عمدہ طبع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی:

میں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ مولانا کے بڑے صاحب زادے دبئ کی کسی جامعہ میں مدرس ہیں، وہ ہماری قیام گاہ پر تشریف لائے تھے اور دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے رہے۔ ان سے یوکے اور پھر ''جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ'' میں خوب ملاقاتیں رہی تھیں، جامعہ کے ترجمان 'الشارق' کے مدیر بھی ہیں جو ایک اچھا دینی، علمی، فکری، اصلاحی ماہنامہ ہے۔

۷؍فروری صبح قریب کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی اور مولانا کے کمرے میں آ گئے۔ ''بذل المجھود'' کی کاپیوں پر نظر ڈالی؛ نیز مولانا کی حدیث شریف کی اسناد کو بھی دیکھا جو عنقریب کتابی شکل میں طبع ہونے والی ہے۔ پھر ناشتے کا انتظام ہوا اور دس بجے حضرت مولانا تقی الدین صاحب کی رہبری میں ''ابوظبی'' کے لیے روانہ

ہوئے۔ ’’العین‘‘ سے ’’ابوظبی‘‘ تک بہت عمدہ سڑک بنی ہے اور شجر کاری نے اس کی خوب صورتی دوبالا کردی ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ہم ’’ابوظبی‘‘ پہنچ گئے؛ یہ بھی اچھا منظّم اور جدید شہر ہے۔

سب سے پہلے ہم ”وزارة العدل والشئون الإسلامية“ کے دفتر میں گئے اور وکیل الوزارۃ شیخ محمد، شیخ حمدان، ڈاکٹر محمد جمعہ، د۔ احمد المبارک وغیرہ ذمے دار شخصیتوں سے ملاقات اور گفتگو کرتے رہے۔ یہ سب مولانا کے قدرداں ہیں اور علمی اور تحقیقی خدمات کے مداح ہیں۔ عربوں کے طریقے پر چائے اور شربت لائے گئے۔ اسی درمیان کچھ مہمان بھی آئے جو مصر (القاہرہ) سے آئے تھے، ان کا اسمِ گرامی وجدی العربی معلوم ہوا، دکتورہ کی سند رکھتے ہیں، لب ولہجہ خالص مصری تھا۔ اسی ”وزارة العدل والشئون الإسلامية والأ وقاف“ کی طرف سے ایک ماہنامہ ”منار الإسلام“ کے نام سے شائع ہوتا ہے جس کے مدیر د. علی محمد عجلۃ ہیں۔

پتہ: أبوظبي، ص ب ۲۹۲۲، دولة الإمارات العربية المتحدة ہے۔

وزارۃ کے دفتر سے نکل کر ہم ساحلِ سَمُندر کی سیر کرتے ہوئے مسجد میں ظہر کے لیے حاضر ہوئے، اور نماز سے فارغ ہوکر شیخ راشد بن محمد جو پہلے حکومت کے اعلیٰ منصب پر تھے اور کافی صاحبِ رسوخ ہیں، ان کے گھر دوپہر کا کھانا طے ہوا تھا؛ اس لیے وہاں حاضر ہوئے۔ ان کا مکان عرب رؤساء کے مکانوں کی طرح بہت وسیع اور پُرکیف تھا، تپاک سے ملے، تھوڑی دیر ’’غرفۃ الاستقبال‘‘ میں بات چیت اور تعارف ہوتا رہا، پھر دسترخوان بچھایا گیا اور محبت سے کھلاتے رہے۔

مولانا کے چھوٹے صاحبزادے نصیرالدین ابوظبی میں مقیم ہیں۔ نیز مولوی ابوسعد اعظمی سلمہٗ جنھوں نے درجہ عربی سوم تک ''فلاحِ دارین'' میں تعلیم حاصل کی تھی، اس کے بعد ''ندوہ'' اور ''ازہر'' میں جاکر مزید تعلیم حاصل فرمائی، وہ بھی ''ابوظبی'' ہی میں مقیم ہیں۔ ابوسعد سلمہٗ ناچیز سے بہت تعلق رکھتے ہیں؛ اس لیے وہ اپنی کار لے کر شیخ راشد المحترم کے دولت کدے پر ملاقات کے لیے تشریف لائے، محبت سے گلے ملے، ان کی ملاقات سے ہمیں بھی دلی مسرت ہوئی۔ کھانا اور چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم لوگ مولانا مدظلہٗ کے فرزند نصیرالدین کے فلیٹ پر آ گئے اور قیلولہ کیا۔ عصر کی نماز ان کے کمرے میں ادا کی، ابوسعد سلمہٗ بھی اپنے گھر سے تشریف لائے، حضرت مولانا تقی الدین صاحب مدظلہٗ اپنے گھر والوں کے ہمراہ ''العین'' واپس تشریف لے گئے۔ ہم نے مولانا کا شکریہ ادا کیا اور مولانا ابوسعد سلمہٗ کے ہمراہ ''ابوظبی'' کے بعض مقامات دیکھنے کے لیے شہر کی طرف نکلے۔

المكتبة الوطنية:

سب سے پہلے ہم ''المكتبة الوطنية'' (نیشنل لائبریری) پہنچے۔ یہ لائبریری بہت عمدہ اور وسیع عمارت میں ہے، شاندار کتب خانہ اور اس کے ساتھ مختلف پروگراموں کے لیے بڑے بڑے ہال بنائے گئے ہیں، جہاں ثقافتی اور علمی پروگرام ہوتے ہیں۔ کتب خانے میں ہر فن کی کتابوں کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، بہت سے لڑکے اور لڑکیاں مطالعہ میں مصروف تھیں۔ معلوم ہوا کہ پردہ والی طالبات کے لیے مستقل وسیع کمرہ بھی ہے، جہاں وہ مردوں سے الگ مطالعہ کرسکتی ہیں؛ یہ بھی قابلِ تعریف اور قابلِ تقلید چیز ہے۔

تعلیمِ نسواں:

ابو سعد سلمہٗ نے ہمیں بتایا کہ ریاست میں لڑکیاں تعلیم میں بہت آگے جارہی ہیں، اس کے فوائد بھی ہیں اور کچھ خرابیاں بھی ظاہر ہورہی ہیں، خدا کرے تعلیم گاہوں کے ذمے دار حضرات اس کے تدارک کی فکر کریں؛ ورنہ مغربی ثقافت ہماری تہذیب اور آداب کو برباد کردے گی۔لڑکیوں کی تعلیم میں یہ توازن قائم رکھنا بہت اہم کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔

الکورنیش کی سیر:

مکتبہ سے نکل کر ہم ساحلِ سمُندر کی طرف گئے جس کو عموماً ''الکورنیش'' کہا جاتا ہے، اور وہاں تفریح کرنے والوں کے لیے خصوصاً ساحل کے کنارے پیدل چلنے والوں کے لیے بہترین پختہ پلیٹ فارم بنایا گیا ہے، اور جگہ جگہ پھلواریاں بھی لگائی گئی ہیں۔ہم نے مغرب کی نماز قریب کی ایک خوبصورت مسجد میں ادا کی، اور نماز کے بعد وہاں کے مشہور مول دیکھتے ہوئے ''ابوظبی'' کے مشہور ہوٹل کے قریب سے گزرے جہاں بڑے بڑے بیرونی سرکاری مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہوٹل کے باہر وسیع میدان میں درخت لگائے گئے ہیں، تفریح کے جملہ سامان موجود ہیں۔

شام کا کھانا ہمیں بھائی ساجد چوہان صاحب کے گھر کھانا تھا، اُن کے والد اصلاً ترکیسر کے ہیں؛ مگر عرصے سے لیسٹر، یوکے' میں مقیم ہیں۔ ساجد صاحب نے یوکے' میں تعلیم حاصل کی ہے اور ''ابوظبی'' کے کسی اسپتال میں کمپیوٹر کے شعبے میں سَرْوِس کرتے ہیں۔ اتفاق سے ان کے والد صاحب بھی آئے ہوئے تھے، اہلِ وطن

اہلِ زبان سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔ مولانا ابو سعد سلمہٗ کو ہم نے ان کے گھر کے قریب رخصت کیا اور ہم ساجد صاحب کے گھر آ گئے، عشا ان کے کمرہ میں ادا کی اور ان کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر فوراً دبئ کے لیے روانہ ہوئے، ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت طے کر کے ساڑھے دس بجے دبئ آ گئے۔

راستے میں شیخ زائد بن سلطان آل نہیان مرحوم کے مزار کے قریب سے گزرے جہاں ایک شاندار اور وسیع مسجد کی بھی تعمیر ہو رہی ہے۔ شیخ زائدؒ نے اپنے ہم وطنوں کا دل جیت لیا تھا؛ اس لیے اب بھی لوگ ان کو عزت و محبت کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ ''ابوظبی'' سے دبئ جاتے ہوئے صحرا سے گزرتے وقت عربی کے یہ مشہور شعر یاد آ رہے تھے ۔

أَقُوْلُ لِصَاحِبِیْ وَالْعَيْشُ تَهْوِیْ بِنَا بَيْنَ الْمُنِيْفَةِ فَالضِّمَارِ

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِيْمِ عَرَارِ نَجْدٍ فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَّةِ مِنْ عَرَارِ

(مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا جب اونٹ ہمیں مُنِیْفَہ اور ضِمَار کے درمیان تیزی سے لیے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ نرگسِ نجد کی خوشبو سے لطف اٹھاؤ، آج کی شب کے بعد یہ خوشبو پھر ہاتھ نہ آئے گی)

فرق یہ تھا کہ ہم اونٹ کے بجائے تیز رَو کار پر جا رہے تھے اور قدیم عربوں کے اونٹوں کے قافلوں اور ان کے حُدی خوانوں کا تصور کر رہے تھے، جواب تاریخ کا حصہ بن رہے ہیں۔

شارجہ کا سفر:

بدھ ۸/فروری: صبح کی نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر تھوڑا آرام کیا، غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر ''شارجہ'' کے لیے روانہ ہوئے، ''شارجہ'' بھی ''ابوظبی'' کی طرح ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ دوستوں سے معلوم ہوا کہ یہاں کے اربابِ حکومت الحمدللہ! دینی ذہن کے ہیں، دعوت وتبلیغ کا بھی اچھا مرکز ہے، اور مساجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ ''شارجہ'' میں داخل ہوتے ہی ہم مکتبات کی تلاش میں نکلے، ''مکتبۃ الصحابہ'' یہاں کا اچھا تجارتی مکتبہ ہے، مکتبہ کے مالک بھی دین دار اور خلیق معلوم ہوئے۔ ہم نے بعض ضروری کتابیں خریدیں اور بعض دوسرے کتب خانوں کو دیکھتے ہوئے ''مسجدِ فیصل'' پر آئے۔ شارع عبدالعزیز پر یہ وسیع شاندار مسجد سعودی بادشاہ شاہ فیصل شہیدؒ نے بنوائی تھی، ہم نے وضو کیا اور مسجد میں دوگانہ ادا کی، شاہ فیصل شہیدؒ اور امتِ اسلامیہ کے لیے دعا کرکے باہر آئے۔ کیرالہ کے جناب عبدالمجید صاحب جن کی گاڑیوں پر ہم سفر کرتے رہے ہیں، ان کا یہی کاروبار ہے، ان کے گھر دوپہر کا کھانا کھایا، ان کا شکریہ ادا کرکے دبئ واپس آگئے۔

عصر کی نماز کے بعد ہم جناب فرید بھائی عَلْوَانی صاحب – جو جدہ میں رہتے ہیں اور دبئ میں بھی ان کی تجارت ہے – کے آفس پر آئے، اور ان کے بھتیجوں سے ملاقات کرکے الحاج عبداللطیف مکلائی صاحب کے دفتر میں پہنچے جو ایک دین دار اور صاحبِ خیر تاجر ہیں، اور عزیزم مولانا غلام محمد وستانوی سلمہٗ (۱) کے خصوصی تعلق والوں

---

(۱) خادم القرآن والمساجد حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم: 'دار العلوم فلاحِ دارین' کے قابلِ فخر =

میں ہیں۔ ان سے خیر خیریت معلوم کر کے ہم لوگ بَرُ دبئ کی طرف چلے جو نہر کی دوسری طرف کا حصہ ہے۔ مغرب کا وقت ہو رہا تھا، اس لیے سیدھے مسجد میں حاضر ہوئے، امام مصری معلوم ہو رہے تھے۔ مغرب کے بعد یہاں کے معروف بازار 'مینا بازار' کی سرسری سیر کی اور سلیم علَوانی صاحب کے صاحب زادے عبید اور عابد کی دکان پر ملاقات کے لیے گئے۔ ہمارے عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کے ساتھ، ان کی پہلے سے ملاقاتیں اور دوستی ہے۔ وہاں سے قاری یعقوب صاحب بلیشوری مدظلہٗ کی رہنمائی اور معیت میں ''مسجد دارالسلام'' آ گئے۔

قاری عبدالمجید ندوی:

اسی مسجد میں محترم قاری عبدالمجید ندوی صاحب امام ہیں۔ قاری صاحب تیس سال سے دبئ میں مقیم ہیں اور علما و مشائخ اور دیگر حضرات سے خوب تعلق رکھتے ہیں۔ قاری یعقوب صاحب نے ناچیز کا غائبانہ تعارف کرایا ہوگا تو انہوں نے عشا

= فاضل، ''جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا'' کے بانی مبانی، ''دارالعلوم دیوبند'' کے مہتممِ عاشر، ''دارالعلوم دیوبند''، 'جامعہ مظاہر علوم سہارن پور' اور 'جامعہ عربیہ ہتھورہ' کی مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین، جنیدِ وقت حضرت باندویؒ، محدثِ عصر حضرت شیخ محمد یونس صاحب جون پوریؒ اور حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ کے مجازِ بیعت، سیکڑوں مدارس ومکاتب کے سرپرست ورہنما۔ ۱۳۷۰ھ مطابق یکم جون ۱۹۵۰ء میں صوبۂ گجرات، ضلع سورت کے مردم خیز و تاریخی قصبہ ''کوساڑی'' میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کے دستِ اقدس سے اکل کوا کی وادیٔ ذی زرع میں وہ شجرۂ طوبیٰ قائم ہوا، جس کی جڑیں زمین میں ہیں تو فروعات آسمان کو چھو رہی ہیں؛ اور مساجد، مکاتب، مدارس، عصری ادارے اور رفاہی وملی کاموں کا وہ سلسلہ قائم ہوا جس پر عقل دنگ ہے۔ مذکورہ خدمات کے نتیجے میں اللہ نے شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج کو پہنچایا جس سے شاہانِ عالم بھی محروم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے یہ بے مثل کارنامے معجزے سے کم نہیں ہیں۔ اِن سب کے باوجود انتہائی متواضع، اور سادہ طبیعت کے مالک ہیں۔ خداتعالیٰ عافیت وسلامتی کے ساتھ طولِ عمر سے نوازے۔ آمین!

کے بعد کھانے پر مدعو کیا تھا۔ ان کے گھر پر اہلِ علم اور دیندار حضرات کا مجمع تھا، حالاتِ حاضرہ پر گفتگو ہوتی رہی، ان کے حسنِ اخلاق اور بے تکلف برتاؤ کا دل پر بہت اثر ہوا۔ الحمدللہ! ہندو پاک کے اہلِ علم میں اپنے بزرگوں کی تربیت کا جو اثر ہے، وہ نمایاں طور پر ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے، اس پُر لطف مجلس سے ہم لوگ ساڑھے ۱۰ر بجے فاروق بھائی کے گھر پر آ گئے اور آرام کیا۔

جمعرات ۹ر فروری: صبح فجر کی نماز ادا کی، ناشتہ کیا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ساڑھے نو بجے شہر میں گئے ''مول امارات'' اور ''مول ابن بطوطہ'' دیکھنے گئے۔ یہ دونوں مول دُبئی کے مشہور اور بہت ہی بڑے مول ہیں، کینیڈا اور امریکہ کے مول کی برابری کرتے ہیں اور خوبصورتی میں وہاں سے بڑھ کر ہیں۔ میرے ایسے ضعیف آدمی کے لیے اس کو مکمل دیکھنا مشکل تھا؛ اس لیے کچھ حصے دیکھ کر یہاں کے مشہور جدید ہوٹل ''بُرج العرب'' کو باہر سے دیکھ کر واپس آ گئے۔

ظہر بعد عزیزم افضل امین سلمہٗ - جو لیسٹر میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہاں ان سے ملاقات بھی ہوئی تھی - کی پُر خلوص دعوت پر ان کے دولت کدے پر حاضر ہوئے۔ ان کے والد ''ویراول'' گجرات کے ہیں اور نیک طبیعت انسان ہیں، بہت اکرام سے ملے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آرام کیا، مغرب کی نماز شیخ حمدان بن راشد کی مسجد میں ادا کی۔ مسجد کے امام حلب (سوریا) کے باشندے ہیں، ملاقات اور گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے علومِ قرآن میں دکتورہ کیا ہے، نوجوان اور شریف الطبع عالم ہیں۔

شیخ طٰہٰ سے ملاقات:

ان سے ملاقات کے بعد ہم لوگ ''سیٹی سینٹرل مول'' گئے، ضروری اشیا خریدی گئیں؛ یہ مول نسبتاً قیمتوں میں اچھا معلوم ہوا۔ عشا کی نماز پھر اسی مسجد میں ادا کی؛ اس لیے کہ یہ مسجد مول کے بالکل قریب جدید مسجد ہے۔ امام صاحب نے نماز کے بعد ہاتھ پکڑا اور محبت سے اپنی قیام گاہ جو مسجد سے ملحق ہے لے گئے۔ امام صاحب کا اسم گرامی شیخ طٰہٰ محمد ہے، ان کے کتب خانے میں علمِ تفسیر کی بعض نئی کتابیں نظر آئیں، قلتِ وقت کے سبب ہم ان کو تفصیل سے نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے عربی چائے سے تواضع کی، شیخ سے معلوم ہوا کہ دبئ میں ''مرکز البحوث'' ہے جو بہت سی کتابیں شائع کرتا ہے اور اس کے مدیر ذی علم شخص ہیں۔ افسوس کہ دوسرے دن جمعہ کی تعطیل کے سبب نہ مرکز دیکھ سکے اور نہ اس کے مدیر سے ملاقات ہوسکی۔ شیخ طٰہٰ کے کمرے سے نکل کر ہم بھائی ساجد کے آفس پر گئے، انہوں نے ایک ہندوستانی ہوٹل میں شام کی دعوت کی تھی۔ یہ ہوٹل پلازہ میں ہے اور ہندوستانی کھانوں کے لیے مشہور ہے، سنا ہے کہ تعطیل کے ایام میں کافی انتظار کے بعد جگہ ملتی ہے۔ ساجد صاحب نے پہلے سے جگہ بُک کروادی تھی؛ اس لیے ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی، کھانا واقعی عمدہ اور لذیذ تھا۔ فجزاہ اللہ خیرًا!

جمعہ ۱۰ ؍فروری: صبح کی نماز ''جامع بورسعید'' میں ادا کی، یہ بھی خوبصورت مسجد ہے۔ ناشتے کے بعد آرام کیا اور غسل سے فارغ ہوئے۔ جمعہ کی نماز ''مسجد احمد الغُرَیرَ'' میں ادا کی، جمعہ سے قبل محترم حکیم اختر صاحب مدظلہٗ کے خلیفہ ڈاکٹر محمود

صاحب نے نصف گھنٹہ اردو میں پُرسوز بیان فرمایا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں ، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے (اقبال)

خطبہ قاری یعقوب صاحب نے دیا، نماز سے فارغ ہوکر بھائی فاروق منگیرا کے ساتھ مکان پر آئے اور کھانا کھایا۔

حرم پاک کا خطبہ:

ہم گھر پہنچے تو فاروق بھائی نے حرم شریف (مكة المكرمة زادها الله شرفًا) کا خطبہ سنایا، شیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کا یہ پُرجوش خطبہ سن کر طبیعت بہت متاثر ہوئی۔ یورپ میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس (فداه أبي و أمي) کے خلاف جو بدترین خباثت ہورہی ہے، اسی سے متأثر ہوکر شیخ خطبہ دے رہے تھے۔ کاش کہ ۲۰؍فروری کا یہ خطبہ کوئی مکہ معظّمہ سے بھیج دے؛ تاکہ یہاں بھی لوگ سن سکیں، کھانے کے بعد تھوڑا آرام کیا اور ۴؍بجے کے بعد باہر نکلے۔

بُرج العرب کی دید:

ہمارے عزیز محمد بن ابوبکر پٹیل مقیم لوساکا، زامبیا کا اصرار تھا کہ ہم اس ہوٹل کو ضرور دیکھیں، وہاں وزیٹروں (ملاقاتیوں) کو داخلے کی اجازت نہیں؛ مگر محمد سلمہٗ اکثر دبئ آتے ہیں، اس ہوٹل میں بھی رہتے ہیں، اس لیے مینیجر کو فون کرکے ہوٹل کی سیر کرانے کی اجازت لی تھی، یہ فنِ تعمیر کا عجیب نمونہ ہے۔

دریا کے کنارے بہت بڑا ہوٹل ہے، ۱۵۰۰-۲۰۰۰ اور تین ہزار ڈالر یومیہ

کمروں کا کرایہ ہے۔ یورپ، جاپان، ملیشیا اور ممالکِ عربیہ کے مالدار سیاح آتے ہیں، اور خوب دادِ عیش دیتے ہیں۔ افسوس تو اس کا ہوا کہ جن صاحب نے اس کا نقشہ تیار کیا تھا، سنا ہے کہ وہ کٹّر عیسائی تھا؛ اس لیے اس انداز سے عمارت کا نقشہ بنایا کہ دریا کی سمت سے دور سے دیکھیں تو پورا ہوٹل بڑی صلیب معلوم ہوتا ہے۔

فإلی اللّٰہ المشتکی!

دریا کے کنارے کرسیوں کا طویل سلسلہ ہے، جس پر نیم عریاں جسموں کے ساتھ سیاح غسلِ آفتاب یعنی ''سن باتھ'' لے رہے تھے۔ ہوٹل سے ہم جلدی ہی باہر آگئے، اس کے بعد ساحلِ حمیرا پر سے گزرے۔ یہ ساحل بمبئی کی چوپاٹی کی طرح ہے جس میں مرد، عورتیں، بچے تفریح کرنے اور چہل قدمی کے لیے آتے ہیں۔ حمیرا کا علاقہ جدید ہے، اہلِ ثروت کے بنگلے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

مسجدِ راشد میں:

مغرب کی نماز ''حمیرا'' کی مشہور مسجد ''مسجدِ راشد'' میں ادا کی۔ یہ مسجد فاطمی دور کے فنِ تعمیر کے طرز پر بنائی گئی ہے اور سیاح کثرت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں۔ دروازے پر سیاحوں کے لیے ہدایات لکھی ہوئی ہیں: سیاحوں کو بغیر اجازت اور رہبر کے اندر داخل ہونا منع ہے، عورتوں کو ساتر لباس پہننا ضروری ہے۔ وغیرہ!

سوقِ نائف میں:

مغرب کے بعد دبئی کے مشہور بازار ''سوقِ نائف'' آئے اور عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ نے کچھ چیزیں خریدیں۔ یہ بازار دہلی جامع مسجد کے ''مینا بازار'' جیسا

ہی ہے، اکثر پاکستانی یا افغانستانی تاجر نظر آئے۔ عورتوں کے کپڑے کھلونے وغیرہ فروخت ہوتے ہیں؛ میرا جی گھبرانے لگا اور جلدی باہر آ گیا۔ ''سوقِ نائف'' سے نکل کر ہم سیدھے ''مسجدِ احمد الغریر'' آئے؛ اس لیے کہ آج محترم قاری یعقوب صاحب نے عشا کے بعد کھانے پر مدعو کیا تھا، عشا کی نماز ادا کر کے ناچیز نے نصف گھنٹہ خطاب کیا۔ قاری صاحب نے جمعہ میں اعلان کر دیا تھا؛ اس لیے پاک و ہند کے کافی مصلی حضرات موجود تھے۔ تقریر کے بعد ہمارے علاقے کے تین چار نوجوان مصافحہ کے لیے آئے، ان میں سے حکیم محمد مہتہؒ کے فرزند بھی تھے اور بھی اطراف کے نوجوان تھے، وہ لوگ میری آمد کی اطلاع نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔

بیان سے فارغ ہو کر قاری یعقوب صاحب کے کمرے پر پہنچے، تو وہاں علما اور تجار کی بڑی تعداد موجود تھی۔ افغانستان کے مفتی صاحب جن کی علمی استعداد بہت پختہ ہے اور فقہِ حنفی پر گہری نظر رکھتے ہیں، ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ ان کے علاوہ بھٹکل، بہار، یوپی کے علما تھے جو ندوہ اور دیوبند کے فضلا تھے۔ قاری عبدالحمید صاحب ندوی مدظلہٗ بھی شریک ہوئے، قاری صاحب نے ان علما سے تعارف کے لیے ہی اتنی بڑی دعوت کی تھی۔ اور معلوم ہوا کے قاری صاحب اکثر اہلِ علم کے اکرام میں اس طرح وسیع دسترخوان رکھتے ہیں۔ فله الأجر من الله! اس مجلس میں کراچی سے تشریف لائے ہوئے محترم و مکرم حکیم اختر صاحب زید مجدہٗ (۱) کے بعض خلفاء بھی تھے، انہوں نے حکیم صاحب مدظلہ کی بعض جدید تالیفات پیش فرما کر ممنون کیا۔

---

(۱) اب رحمہ اللہ ہو گئے۔

بہرحال علما وفضلا کی اس علمی مجلس سے گیارہ بجے تک مستفید ہوتے رہے، اور پھر آرام کیا۔ آج فجر ''مسجدِ فُطَیِّم'' میں ادا کی، شامی امام صاحب کی پُرسوز قراءت سے طبیعت متاثر ہوئی۔ گھر آئے ناشتے سے فارغ ہوکر سامان ٹھیک کیا، گیارہ بجے ایئرپورٹ کے لیے نکلے اور ڈیڑھ بجے کی فلائٹ سے پرواز کر کے شام کو بمبئی پہنچ گئے۔ اتوار کو علی الصبح بذریعۂ کار کاپودرا کے لیے روانہ ہوئے، ساڑھے گیارہ بجے بخیروعافیت گھر پہنچ گئے۔ فللّٰه الحمد والشكر و بنعمته تتم الصالحات!

ایک ہفتے کے سفر میں کسی ملک کے صحیح حالات سے واقفیت مشکل ہے۔ بہرحال ایک زائر کے اولین تاثرات ذکر کیے گئے ہیں۔ واللّٰه أعلم بحقيقة الأحوال! یہاں کے مشہور اخبار ''الخلیج'' میں بین الاقوامی خبریں کم نظر آئیں، ویسے دوکانوں میں مصروشام، لُبنان وغیرہ کے اخبارات فروخت ہوتے ہیں؛ مگر ان کو خریدنے اور مطالعہ کا موقع نہیں ہوا۔ الاہرام، الاخبار، الاتحاد، البیان وغیرہ روزنامے اور بہت سے ماہنامے فروخت ہوتے ہیں۔

عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ کی رفاقت سے سفر میں بہت آرام اور سہولت رہی۔ عزیزم فاروق صاحب نے میزبانی کا حق ادا کردیا اور بھی اصحاب نے محبت کا برتاؤ کیا۔ فجزاهم الله جمعيًا أحسن الجزاء!

آتش فشاں کے ملک ''ری یونین'' میں

بندہ ۵رنومبر کو حجازِ مقدس سے ہندوستان واپس ہوا تھا، ۷رنومبر کو مجھے رِی یونین کا سفر کرنا تھا۔ یہ سفر رِی یونین کی مسجد ''نورالاسلام'' کے صدر اور اراکین کی دعوت پر طے ہوا تھا۔ جزیرۂ رِی یونین بحرِ ہند میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو موریشش اور مڈگاسکر کے درمیان میں ہے۔ موریشش سے ہوائی جہاز میں نصف گھنٹے میں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ فرانسیسیوں نے بحرِ ہند میں اپنے فوجی مقاصد کے لیے اس کو اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ اور فرانسیسی حکومت یہاں کے لوگوں پر خوب خوب روپیہ خرچ کرتی ہے۔ اس کا مرکزی شہر سینٹ ڈینیس (Saint Denis) ہے۔ صبح سے نکل کر شام تک پورے جزیرے کی سیر ہوسکتی ہے۔ یہ سُمُندر کے بیچ خوبصورت جزیرہ ہے۔ اس میں عمدہ سڑکیں، بجلی، پانی اور علاج ومُعالجہ کی بہترین سہولتیں ہیں۔ یہاں کی خاص پیداوار تو صرف گنا ہے، بقیہ اشیا باہر سے منگوائی جاتی ہیں، اسی لیے یہاں مہنگائی دوسرے ملکوں کے مقابل بہت زیادہ ہے۔

رِی یونین میں مسلمان بھی اچھی خاصی تعداد میں آباد ہیں۔ زیادہ تر سورت اور بھروچ کے لوگ ایک صدی پہلے سے وہاں آباد ہوگئے ہیں، اور اکثر تجارت پیشہ ہیں اور الحمدللہ! انہوں نے محنت اور دیانت سے بڑا اچھا نام پیدا کیا ہے۔

گجرات کے مسلمانوں کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ جہاں بھی جا کر آباد ہوتے ہیں، وہاں سب سے پہلے مکتب' مدرسہ اور مسجد بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ چناں چہ سینٹ ڈینیس کے گجراتی خاص کر سورتی مسلمانوں نے سب سے پہلے ۱۸۹۲ء میں مسجد بنانے کی حکومت کو درخواست دی، وہ درخواست منظور ہوئی اور ۱۸۹۷ء میں مسجد کی تعمیر شروع کردی گئی جو ۱۹۰۵ء میں مکمل ہوئی۔ مسجد کا نام ''نورالاسلام'' رکھا گیا۔ ۲۰۰۵ء میں اس مسجد کی تعمیر کے سو سال مکمل ہوئے تو موجودہ اراکین نے اس صدسالہ جشن کا انتظام کیا۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سینٹ ڈینیس کارپوریشن نے بھی مسلمانوں کی اس خوشی میں مکمل تعاون کیا۔ سڑکوں پر بڑے بڑے مسجد کی تصویر کے بینر لگائے گئے۔ ۱۹۰۵-۲۰۰۵ء لکھ کر سوسالہ تقریب کا اعلان کیا گیا۔ محکمۂ ڈاک نے مسجد کا ٹکٹ جاری کیا۔ اراکینِ کمیٹی نے اس صدسالہ جشن کا سلسلہ ۸/نومبر تا ۱۳/نومبر رکھا تھا اور ان دنوں میں مختلف پروگرام مرتب کیے گئے۔

فرانس حکومت سے بھی نمائندوں کو مدعو کیا گیا اور ساؤتھ افریقہ، انڈیا، پاکستان، یوکے کے علما کو بھی دعوت دی گئی۔ ہندوستان سے یہ ناچیز اور مولانا محمد رابع الحسنی ندوی مدظلہ، نیز مولانا سلمان صاحب ندوی مدظلہ مدعو تھے؛ مگر وہ دونوں اکابر بعض مجبوریوں کی بنا پر شریک نہ ہوسکے۔ یوکے (برطانیہ) سے مولانا ریاض الحق صاحب فاضل بری دارالعلوم- جو انگریزی کے بہترین خطیب ہیں- تشریف لائے۔ جنوبی افریقہ سے قاری ایوب اسحاق صاحب (دارالعلوم زکریا)(۱) اور قاری اسماعیل

(۱) آپ کا تذکرہ جلد اول صفحہ ۴۳۲ پر گزر چکا ہے۔

صاحب (آزادویل دارالعلوم) کے اساتذہ تشریف لائے تھے۔

پیرس (Paris) کی جامع مسجد کے خطیب دلیل ابوبکر صاحب - جو اس وقت پورے فرانسیسی ممالک کے مسلمانوں کی تنظیم کے صدر ہیں -تشریف لائے تھے؛ نیز یورپین پارلیمنٹ کی وزیر غوزلین باشیلوٹ صاحبہ، کونسل جنرل کی صدر نسیمہ دیندار صاحبہ، زونل صدر پال ورنرلین اور ری یونین کے گورنر خصوصی مدعوین میں تھے۔

صدسالہ کے پروگرام میں علما کے بیانات، مذکورہ غیر ملکی مہمانوں کو مسجد بلا کر مسلمانوں کے کاموں سے واقف کرانا، مختلف اسکولوں کے اساتذہ اور طلبا کو مسجد میں بلا کر اسلام اور عبادت کے بارے میں معلومات پہنچانا، مسجد سے باہر خیموں میں اسلامی کتابیں - جو فرنچ میں لکھی گئی ہیں - کی نمائش اور فروخت کا انتظام، ایک خیمے میں دو علما کو مقرر کر کے اسلام کے بارے میں سوالات کے جوابات، نیز عربی خطاطی کا شعبہ، ''کومورین'' مسلمانوں کے لباس اور ان کی مخصوص دست کاریوں کی نمائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

اس جشن میں یہودی، نصاریٰ، اسماعیلی، ہندو، ٹامل سب ہی مذاہب و مسالک کے لوگ شریک ہوئے اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ تقریباً سات ہزار باشندوں اور اسکول کے بچوں نے نظامِ مسجد، نماز کا طریقہ، وضو کا نظام وغیرہ دیکھا اور الحمدللہ سات لوگ اسلام میں داخل ہوئے، جو اس جشن کی سب سے بڑی کامیابی کہی جاسکتی ہے۔

آخری روز مسلمانوں کے کھانوں کا نظام بتایا گیا۔ معمولی قیمت پر بریانی، سموسہ، دلیم وغیرہ چیزیں فروخت ہوئیں جو شوق سے خریدی گئیں اور پسند کی گئیں۔ فرانس سے تشریف لائے ہوئے دلیل ابوبکر صاحب نے جمعہ سے پہلے مختصر خطاب کیا اور مبارکبادی پیش کی۔ فرنچ کے دو نمائندوں نے اس خادم کی قیام گاہ پر آکر ملاقات کی اور ہندوستانی مسلمان، مدارس کے نظامِ تعلیم، مسلمان ممالک کے نوجوانوں کے مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ عزیزم مولوی محمد بھگت (۱) ترجمانی کرتے رہے۔ الحمدللہ! بہت اچھی نشست رہی۔

جن علما کے بیانات اردو میں ہوئے ان کا فرنچ ترجمہ بھی ہوتا رہا۔ ان میں بھی فرنچ عورتیں شامل رہیں جن کا انتظام مسجد کے تحتانی حصے میں کیا گیا تھا۔ قاری ایوب اسحاق فلاحی (مدرس دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ) اور قاری اسماعیل صاحب کی بہترین قراءتوں سے بھی لوگ متاثر ہوئے۔

سینٹ ڈینس کے علاوہ سینٹ پول، سینٹ پیر، ٹاپوں میں بھی علما کے پروگرام ہوئے۔ ٹاپوں (Tapon) میں ایک عربی مدرسہ بھی شروع ہوا ہے، وہاں بھی حاضری دی اور طلبا سے مختصر خطاب کیا گیا۔

الحمدللہ! ’’فلاح دارین ترکیسر‘‘ کے کئی فضلا وہاں تعلیمی کام میں مشغول

---

(۱) حضرت مولانا محمد بھگت صاحب زید مجدہٗ گجرات کے باشندے ہیں، دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے ہونہار فضلا میں سے ہیں، رِی یونین کے اہم اور ذمے دار علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کو فرنچ زبان میں تقریر و تحریر پر بڑا عبور حاصل ہے، لوگوں کے درمیان کافی مقبول شخصیت ہیں، مرشدِ گرامی حضرت مولانا منیر احمد صاحب بمبوی دامت برکاتہم کے خلیفہ اور میزبان ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا فیض خوب عام و تام فرمائے۔ آمین!

ہیں۔ مولانا خلیل راوت صاحب، مولانا یعقوب ملا، قاری یعقوب ٹنکاروی صاحب، قاری سعید بن مولانا سلیمان نورگت صاحب، قاری زبیر صاحب، مولانا انس لالہ صاحب؛ نیز مولانا اسماعیل دیادروی صاحب، قاری نذیر احمد راندیری صاحب، مولانا سعید احمد انگار صاحب، مولانا اسحاق گنگات صاحب وغیرہ بہت سے علما سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

بڑی مسرت کی بات یہ ہے کہ فرنچ کے آزاد ماحول میں بھی چند اللہ تعالیٰ کی مخلص بندیاں عورتوں میں تعلیم و تربیت کا بہترین کام کر رہی ہیں۔ مولانا یعقوب ملا صاحب کی زوجہ محترمہ- جو مالیگاؤں سے فارغ ہیں- ایک دینی مدرسہ ''مدرسہ ہدایت النساء'' کے نام سے چلا رہی ہیں۔ ''مشکاۃ المصابیح'' تک تعلیم ہے۔ اس موقع پر انہوں نے اس ناچیز کو مدعو کر کے ختمِ مشکاۃ شریف، نیز نئی جماعت کے لیے ابتدائے مشکاۃ شریف کے الگ الگ جلسے کیے۔ نیز ایک مجلس مسلمان بہنوں کے لیے مستقل وعظ و نصیحت کی رکھی۔ معلوم ہوا کہ کافی بچیاں تعلیم میں دل چسپی لے رہی ہیں؛ نیز مولانا خلیل احمد راوت صاحب کی اہلیہ محترمہ بڑی عمر کی عورتوں کو دینی تعلیم دے رہی ہیں۔ وہ خود بہت پابند اور متقی خاتون ہیں، جس کا اثر نوجوان بچیوں پر بہت اچھا ہو رہا ہے۔ کئی بچیوں نے حجاب شروع کر دیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد!

اس کے علاوہ پورٹ سیلوی میں بھی مدرسۃ البنات شروع ہوئے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ رِی یونین کے نوجوان علما بہت جاں فشانی اور لگن کے ساتھ تعلیم و تربیت کا کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرماوے۔ مولوی محمد

بھگت - جو ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں اور فرنچ بھی اچھی جانتے ہیں - نوجوانوں میں مقبول ہیں۔

'جامعہ حسینیہ راندیر' کے قدیم فضلا مولانا اسحاق گنگات اور مولانا سعید اِنگار صاحب تو کئی سالوں سے دینی کاموں میں مشغول ہیں۔ فرنچ زبان میں 'الاسلام' نامی پرچہ بھی نکالتے ہیں جو رِی یونین کے علاوہ پیرس اور مشرقی افریقہ کے ممالک میں مقبول ہے۔ اِن علما کی مساعیٔ جمیلہ کے سبب کئی کتابیں فرنچ میں آ گئی ہیں۔

یہ سن کر بھی خوشی ہوئی کہ ''مدرسہ ہدایت النساء'' کی استانیوں نے ''مشکاۃ المصابیح'' کا فرنچ ترجمہ شروع کر دیا ہے، جس کی نگرانی مفتی درگاہی صاحب کر رہے ہیں۔ اگر یہ مکمل ہو جائے تو اشاعتِ حدیث کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کرا دے۔ آمین!

مسجد ''نور الاسلام'' کو شروع سے مخلص متولی اور صدر ملے ہیں، جن میں محترم جناب عبدالحق حافظ جی، محترم جناب حاجی یوسف راوت صاحبؒ(۱)، محترم جناب الحاج سلیمان دیندار صاحب ہیں۔ موجودہ صدر جناب عبداللہ بھائی ملا ہیں،

---

(۱) **جناب حاجی یوسف راوت صاحبؒ**: ترکیسر کے عظیم سپوت، ''فلاحِ دارین'' کے روحِ رواں اور بانی مبانی، عبادت گزار و شب زندہ دار، اکابر کے منظورِ نظر، علما و طلبا کے محبّ و محسن، اسلامی حمیت و غیرت سے سرشار، دینی اداروں اور مراکز کے معاون و بہی خواہ، فخرِ ری یونین و فخرِ گجرات، متعدد ایوارڈ یافتہ شخصیت۔ برصغیر و ری یونین کے بیشتر دینی ادارے مرحوم کے تعاون سے فیض یاب ہوئے۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے مدرسہ قائم کر کے مہمانانِ رسولؐ کی ضیافت کا شرف حاصل کیا۔ ہمیشہ اکابر کے میزبان رہے۔ ۳۱؍ مئی ۲۰۰۴ء، بروز پیر، رات ۱۰:۱۵ بجے یہ حاتم وقت ابدی نیند سو گیا۔ رحمه الله رحمة الأبرار المقربين، و جزاه الله عنا خير ما يجزى به عباده الصالحين. آمين!

جو ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ اور ان کے بھائی مولانا یعقوب ملا ''فلاحِ دارین'' کے فاضل ہیں۔

فرنچ سے آئے ہوئے سرکاری نمائندے بھی رِی یونین کے مسلمانوں کے اخلاق اور ان کی امن پسندی، سب قوموں کے ساتھ محبت کے برتاؤ سے بہت متاثر ہوئے، اور بار بار اس کا اظہار کرتے رہے۔ دراصل ان کو فرنچ میں مراکش اور الجزائر کے مسلمانوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ الجزائر میں فرنچ حکومت کے ظلم وستم کے سبب ان کے دلوں میں تلخیاں موجود ہیں، اور یہ گجراتی مسلمان ویسے بھی ان حالات سے دور ہیں، اور طبعاً مرنجاں مرنج ہیں۔ بہرحال یہ جشن بہت تاریخی تھا اور اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے میں مددگار رہا ہے۔ مسلمانوں کو ہر جگہ اس طرح کے مواقع کو غنیمت جان کر غلط فہمیاں دور کرنا چاہیے۔

رِی یونین کے ایک مسلمان گجراتی ڈاکٹر صاحب نے فرنچ میں ایک کتاب طبع کی ہے، جس میں جزیرے میں مسلمانوں کی آمد، گجرات کے مسلمانوں اور ان کے مختلف خاندانوں کا تعارف اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چوں کہ ہم فرانسیسی زبان سے نابلد ہیں؛ اس لیے اگر کوئی صاحب اس کا گجراتی یا اردو ترجمہ کردے تو صحیح معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ میں اس کتاب کو اسی نیت سے لایا تھا کہ کسی طالبِ علم کے ذریعے اس کا ترجمہ کراؤں گا؛ مگر بدقسمتی سے وہ کتاب اس وقت کہیں رَل مَل گئی ہے۔ ان شاء اللہ! تلاش کرنے پر مل جائے گی تو مزید معلومات حاصل ہوں گی۔ والأمر بيد الله!

اس ناچیز نے اس جلسے میں ''مسجد اور اسلام میں اس کا مقام'' کو موضوع بنایا تھا۔ قرنِ اول میں مسجد کا کیا کردار تھا اور اب کیا ہے، اس کو تفصیل سے بتایا گیا تھا۔ اس مضمون کی تیاری کے لیے مسجد نبوی کے کتب خانے سے ''دور المسجد فی الاسلام'' -جو ڈاکٹر علی محمد مختار صاحب کی تالیف ہے- سے استفادہ کیا گیا تھا۔ اور اراکین کے سامنے چند تجاویز پیش کی گئی تھیں خدا کرے ان پر عمل ہو۔

ہمارے طلبہ کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ مسجد کے موضوع پر یہ کتابیں بہت معلومات افزا ہیں:

(١) المسجد و دوره في التربية و التوجيه از صالح بن غانم

(٢) المسجد و دوره التعليمي عبر العصور– عبدالله قاسم أبو شلي

(٣) رسالة المسجد في الإسلام– د.عبد العزيز محمد

(٤) دور المسجد في التربية – عبد الله أحمد قادري (دارالمجتمع جدة)

(٥) مناهج التعليم في المساجد و أسلوب التدريس فيها

(٦) الدور التربوي للمسجد – د.على جاد أحمد

(٧) التعليم في الكتاتيب و الحجرات و الخلاوي

(٨) المسجد و أثره في تربية الأجيال و مؤامرة أعداء الإسلام عليه– عبد الله قاسم

خدا کرے کوئی شوقین طالب علم ان کتب جدیدہ کو منگوا کر استفادہ کرے کہ علم تو مختلف کتابوں کے مطالعہ سے ہی بڑھتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مساجد کی اہمیت اور اس کے ہمہ جہتی کردار پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

بیرون کے اسفار

کچھ یادیں کچھ باتیں

''زامبیا'' کے دارالحکومت ''لوساکا'' میں گجرات کے ہزاروں افراد بغرضِ تجارت مقیم ہیں۔ ہماری بستی اور خاندان کے بھی کافی لوگ وہاں مقیم ہیں۔ اسی شہر ''لوساکا'' میں ''مکینی اسلامک سینٹر'' ہے، جہاں مدرسہ اور دارالاقامہ شروع ہوا تھا۔ میرے ایک عزیز جناب یوسف پٹیل صاحب بھی اس سینٹر کے رکن تھے، ان کی خواہش تھی کہ میں شعبان، رمضان المبارک کی تعطیلات میں وہاں کا سفر کروں، اور نصاب تعلیم اور دارالاقامہ کے نظم کے بارے میں مشوروں میں شامل رہوں۔ ایک دینی و علمی کام سمجھ کر مَیں نے دعوت قبول کر لی اور سفر کی منظوری کا خط لکھ دیا۔

میرے اس سفر کا علم میرے دوسرے عزیز غلام بھائی لونت کو ہوا- جو رشتے میں میرے سالے ہیں- انہوں نے فوراً خط لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی ہمشیرہ(۱) کا ٹکٹ بھیج دوں؛ تا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ سفر کر سکیں۔ مشورے کے بعد

---

(۱) رفیقۂ حیات حضرت کا پودرویؒ: چھوٹے سے گاؤں کے کاشت کار گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ اپنے باکمال، بااصول اور کثیر التعلق شوہر کا حقِ رفاقت وحقِ خدمت باوجود کثیر العیالی کے انتہائی سلیقہ مندی، مستعدی، خندہ پیشانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح ادا کیا جو انہیں کا حصہ تھا۔ ۲۵/جنوری ۲۰۰۵ء، شب سہ شنبہ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ کی مصداق اولاد چھوڑی۔ حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی باوفا رفیقۂ حیات کی =

ان کے ٹکٹ کا بھی تار بھیج دیا گیا۔ہم دونوں کے ٹکٹ آ گئے، انتظام کے لیے بمبئی کے ایک دو سفر کرنے پڑے، تاریخ طے ہوگئی، اور اس کی اطلاع بھی ''لوسا کا'' بھیج دی۔ زامبیا ایرویز میں جا کر بکنگ کی توثیق ہوگئی، ضروری سامان خرید لیا گیا، اور گویا سفر کی تیاری مکمل ہوگئی۔

قابلِ نفرت شرارت:

زامبیا ایر سے رات کو سفر طے تھا کہ یکا یک دو پہر کو فون ملا کہ ''لوسا کا'' سے اطلاع ملی ہے، کہ آپ سفر ملتوی کر دیں: کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ معاملہ کیا ہوا۔زامبیا ایر کے دفتر گئے تو وہاں بھی ٹیلی فیکس آیا ہوا تھا کہ ٹکٹ کینسل کیا جائے۔گھر والوں کو جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔مشورے کے بعد طے ہوا کہ ان کو ایک عزیز کے ساتھ جو اسی ایر سے سفر کر رہے تھے ''لوسا کا'' بھیج دیا جائے؛ چناں چہ حسب پروگرام ان کو روانہ کر دیا گیا، اور بندہ ترکیسر واپس آ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ ساری گڑ بڑ کچھ ناعاقبت اندیش لوگوں کی شرارت کے سبب پیدا ہوئی۔بہر حال برادر غلام محمد لونت صاحب اور ہمارے بھانجوں نے طے کیا کہ دوسرے ہفتے میں، مَیں ضرور سفر کروں، اور اس سلسلے میں انہوں نے تین چار تار بھیجے۔دل سفر پر آمادہ نہ تھا؛ مگر ان کے شدید اصرار پر دوسرے ہفتے ''زامبیا ایرویز'' سے بندے نے بھی ''لوسا کا'' کا سفر کر لیا، وہاں پہنچنے پر ''مکینی اسلامک سوسائٹی'' کے بعض ارکان کی اس گندی سیاست کا مکمل علم ہوا۔

= یادگار کے طور پر اپنے دولت کدہ کے بالمقابل ''مسجد عائشہ'' تعمیر فرمائی۔ایک شوہر اپنی باوفا بیوی کو اس سے بہتر بدلہ نہیں دے سکتا۔ رحمهما الله رحمةً واسعةً!

رشتے داروں سے ملاقات:

رمضان المبارک کے دن تھے؛ مگر جب میرے وہاں پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو عزیز غلام محمد لونت صاحب، برادرِ عزیز شبیر احمد لولات صاحب(۱) اور میرے بھانجے ایرپورٹ پر آ گئے اور بہت جلد مکان پہنچ گئے۔ شہر میں رشتے داروں کو علم ہوا تو دو تین روز ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، سب ہی لوگ گذشتہ ہفتہ کی شرارت پر ناراض تھے۔

دعوتی تقریریں:

''لوساکا'' کی مسجدوں میں جمعہ سے پہلے تقریروں کا پروگرام رہتا ہے، اس ناچیز کو بھی مختلف مساجد میں دینی وعظوں کی سعادت حاصل ہوئی۔ بندے نے عموماً دنیا کے انہماک کی خرابی، آخرت سے غفلت کا وبال، دولت کے غلط استعمال کے نتائج، فسق وفجور کا قوموں کے تنزل میں کیا اثر ہے، وغیرہ موضوعات پر صاف صاف گفتگو کی۔

بعض شادیوں میں شرکت:

''زامبیا'' کے قیام میں رشتے داروں کے گھر شادی کے مواقع پر بھی حاضری ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہم لوگ کھانے وغیرہ امور میں اسراف میں مبتلا ہیں۔ حسبِ موقع دینی اور دنیوی نقصان سے آگاہ کیا گیا، اور نجی مجلسوں میں بھی اس کے روک تھام کے سلسلے میں احباب اور بعض سمجھ دار لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔

---

(۱) آپ کا تعارف مقالاتِ مفکرِ ملت جلد اول صفحہ ۴۳ پر گزر چکا ہے۔

حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ:

ہمارے ''دارالعلوم فلاحِ دارین'' کے استاذِ تفسیر و حدیث حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی مدظلہٗ(۱) بھی ''لوساکا'' میں مقیم تھے۔ انہوں نے عمومی وعظوں میں اور روزانہ کی مجلسوں میں دینی دعوت کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ الحمدللہ! بہت سے لوگوں کو آپ کی مجالس سے نفع ہوا۔ مولانا کی موجودگی سے ایک قسم کا انس رہا۔

''یونائیٹڈ فیملی'' کے اراکین کی طرف سے اعزازی جلسہ:

''انجمن یونائیٹڈ فیملی'' کے ذمے داروں نے ناچیز کی عزت افزائی کے لیے اور مذکورہ شرارت سے جو دل شکنی ہوئی تھی اس کے ازالے کے لیے ایک اعزازی جلسہ منعقد کیا، جس میں بہت بڑی تعداد میں ممبران نے شرکت فرما کر بندے کو عزت بخشی، اور ہدایا پیش کیے، بندے نے ان کے اس حسنِ اخلاق اور ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح ''لوساکا مسلم سوسائٹی'' کے صدر اور نائب صدر صاحب نے بھی تحفے عنایت فرما کر ممنون فرمایا۔

رمضان المبارک کے بعد:

عید کی نماز ''جامع مسجد لوساکا'' میں ادا کی گئی۔ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب نے شاندار بیان فرمایا۔ رشتے داروں سے ملاقات کر کے قبرستان گئے اور ہمشیرہ کے گھر جا کر کھانا کھایا اور آرام کیا۔ چند روز کے بعد ''لوساکا'' سے باہر کے پروگرام طے ہوئے۔

---

(۱) آپ کا تذکرہ جلد دوم صفحہ ۳۰۹ پر ''خطیبِ بے بدل مفسرِ قرآن مولانا سید ابرار احمد صاحبؒ'' کے عنوان سے آیا ہے۔

چیپاٹا کا سفر:

ہم لوگ جناب غلام محمد بدات صاحب کی گاڑی میں ''چیپاٹا'' کے لیے روانہ ہوئے۔ غلام محمد لونت، غلام محمد بدات، جناب احمد محمد جَھمکڈا صاحب سفر میں ساتھ تھے، پُر لطف سفر رہا۔ پہلی منزل ''پیٹاؤکے'' میں تھی۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم:

اتفاق سے پاکستان کے مشہور واعظ اور بہترین خطیب مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب بھی ''زامبیا'' تشریف لائے، اوران کا پروگرام ''پیٹاؤکے'' میں تھا۔ ان کے ہمراہ مدرسہ کا معائنہ کیا، جس میں بلالی مسلمانوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم سے ہم سب کو بہت خوشی ہوئی۔

حافظ اسماعیل فلاحیؔ:

عزیزم حافظ اسماعیل ٹنکاروی- جنہوں نے 'فلاحِ دارین' میں حفظ کیا ہے- یہاں ناظم ہیں اور انتھک محنت کرکے اس مدرسے کو ترقی دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کاموں میں برکت عطا فرمائی اور بہت عمدہ نظام قائم ہوگیا۔ اگر ''زامبیا'' میں مختلف جگہوں پر اہلِ خیر اس طرح دارالاقامہ قائم کرکے ان غریب مسلمانوں کے بچوں کے رہنے اور تعلیم کا انتظام کردیں تو دینی اعتبار سے بہت ہی نفع کی امید ہے۔

اس مدرسے میں ''دارالافتا'' کے ایک مبعوث عالم سے بھی ملاقات ہوئی، اصلاً ہندوستانی ہیں، مدراس کے علاقے کے باشندے ہیں، گفتگو سے معلوم ہوا کہ علمی ذوق کے صالح عالم ہیں۔

تبلیغی جوڑ:

دوسرے روز ''چیپاٹا'' کے لیے روانگی ہوئی، وہاں ''زامبیا، زمبابوے اور ہرارے'' تین چار ملکوں کا تبلیغی جوڑ تھا، اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک روز علم اور دعوت کی اہمیت پر بات کرنے کا بھی موقع ملا۔ الحمدللہ! بہت اچھا مجمع مختلف شہروں اور پڑوس کے ملکوں سے آ گیا تھا۔ تین روز اس مبارک اجتماع میں دینی ماحول میں رہنے سے فائدہ ہوا۔

ہمارا قیام حاجی ابراہیم صاحب کے مکان میں تھا، انہوں نے اور ان کے صاحبزادوں نے بہت خدمت کی۔

المعہد الرشید الاسلامی:

ہمارے محترم مولانا عبدالرحیم متالا صاحب مدظلہٗ مظاہری- جوور سٹھی، ضلع سورت کے باشندے ہیں، اور برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے خادم خصوصی اور آپ کے مُجازین میں ہے- حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مشورے اور ایما سے ''زامبیا'' تشریف لائے، اور ''چیپاٹا'' میں ایک اسلامی درس گاہ کی بنیاد ڈالی، جس کا نام ''معہد الرشید الإسلامي'' رکھا گیا۔ اس ادارے کی زیارت کا اشتیاق تھا، ایک روز چند احباب کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب تو سفر میں تھے؛ مگر مولانا احمد آچھودی مدظلہٗ نے- جو ایک صالح ومخلص عالم ہیں، اور تعلیم میں بڑی مہارت رکھتے ہیں- مدرسے کا تفصیلی معائنہ کروایا۔ طبیعت بہت خوش ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہٗ کی عدم ملاقات کا قلق رہا۔

پارک کی سیر:

''زامبیا'' کے شہروں میں قابل دید مقامات یا تاریخی چیزیں دیکھنے میں نہیں آئیں؛ مگر اس کے جنگلات اور اس میں وحشی اور جنگلی جانوروں کے محفوظ علاقے واقعی قابلِ دید ہیں۔ یورپ، عرب اور دیگر مما لک سے بہت سے سیاح ان علاقوں کا سفر کرتے ہیں، جس میں ہاتھی، شیر، چیتے، ہرن، وحشی بھینسیں اور بہت سے جانور آزادانہ گھومتے ہیں۔ بعض لوگ ان کا شکار بھی کرتے ہیں اور خیموں میں بسیرا کرکے چند روز ان قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

''زامبیا'' کے گزشتہ سفر میں اس کا موقع نہیں نکلا تھا؛ اس لیے اس سفر میں اس کا نظام بنایا گیا، اور احباب کے ساتھ مع سامانِ خورد ونوش، دو گاڑیوں میں بندوقوں اور دوسرے آلات سے لیس ہوکر روانہ ہوئے۔ بڑے بڑے درختوں والے وسیع وعریض جنگل میں خام راستوں سے گزرتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے، اور وہاں خیمے نصب کردیئے گئے۔ اس جنگل میں عجیب وغریب جانوروں کو دیکھا۔ رات کو ہرن کے شکار کے قصد سے نکلے؛ مگر جاموسِ وحشی کا سامنا ہوگیا۔ اور ہمارے رفقا نے مسلسل گولیاں چلاکر اس کا شکار کرلیا۔ رات ۱۱ بجے خیموں میں واپس آئے۔ دو روز جنگل میں قیام کیا اور عجیب فرحت محسوس ہوئی۔

زمبابوے کا سفر:

''زمبابوے'' کے شہر ''ہرارے'' میں کچھ رشتے دار مقیم ہیں، ان کی دعوت پر وہاں کا سفر طے ہوا۔ عزیزم مولوی اسماعیل صاحب سلمہٗ سے فون پر ربط رکھا گیا، اُن

کے والد محترم نے ویزا وغیرہ کے مسائل کو مکمل کیا، اور ہم بذریعہ کار عزیزم غلام محمد لونت اور گھر والوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ اچھا تھا؛ اس لیے سفر میں دقت نہیں ہوئی۔ بورڈر پر کسٹم کی کارروائی میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ راستے میں جناب ابراہیم راوت صاحب کے مکان میں تھوڑا سا آرام کیا، کھانا کھایا، اور پھر ''ہرارے'' کی طرف روانگی ہوئی۔

ہرارے:

''زمبابوے'' کا دارالخلافہ ''ہرارے'' ہے، جس کو پہلے ''سالسیری'' کہا جاتا تھا، ملک آزاد ہوا تو شہر کا نام بھی تبدیل کر دیا گیا۔ ''ہرارے'' افریقہ کے شہروں میں اپنی وسعت اور تعمیرات کی باقاعدگی میں مشہور ہے۔ انگریزوں نے اس کی ترقی میں کافی کام کیا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کی بہت سی چیزیں ملک میں تیار ہوتی تھیں، اور ''تامبے'' کی کانوں کے سبب افریقہ کا خوشحال شہر سمجھا جاتا تھا؛ مگر آزادی کے بعد خوش حالی میں تبدیلی آ گئی۔ اشیائے ضروریہ کی قلت محسوس ہونے لگی، امن وامان کی صورتِ حال بھی بگڑتی چلی گئی، اور یہ سب خرابیاں اس لیے پیدا ہوئیں کہ قوم کی صحیح تربیت اور ان میں احساسِ ذمے داری پیدا کیے بغیر آزادی کا مطالبہ ہوا۔ اور آزادی ملی تو جن کے ہاتھوں میں اقتدار آیا انہوں نے فرائض کو نظر انداز کر کے زیادہ سے زیادہ ذاتی فائدہ اٹھانے کو ترجیح دی۔ ''افریقہ'' کے نو آزاد ملکوں میں سے اکثر ممالک اسی طرح تباہ ہوئے ہیں۔

جامع مسجد اور مدرسہ اسلامیہ کی ملاقات:

رشتے داروں اور احباب کی ملاقات کے بعد دوسرے روز ''جامع مسجد'' اور ''مدرسہ اسلامیہ'' کی ملاقات کے لیے نکلے۔ الحمدللہ! مسجد شہر کے شایانِ شان، وسیع اور صاف ستھری بنائی گئی ہے، جہاں اچھے نمازی ہوتے ہیں، تعلیم کے حلقے بھی ہوتے ہیں۔ مدرسے کی عمارت بھی بالکل جدید بنائی گئی۔ بہت وسیع کمرے اور سلیقے سے نظام قائم کیا گیا ہے۔ بچوں سے سُوالات بھی کیے اور تعلیم کی عمدگی سے خوشی ہوئی۔

علمائے کرام:

یہاں کے اساتذہ میں مولانا عبداللہ صاحب دیوان لاجپوری(۱) اور مولانا ایوب صاحب ترکیسری سے پہلے سے تعارف تھا۔ بعض اور اساتذہ سے بھی ملاقات اور تعارف ہوا، اور تعلیمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ الحمدللہ! اساتذہ میں کام کی

---

(۱) **حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب دیوانؒ:** حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب صوفی لاجپوریؒ کے صاحب زادے ہیں، آپ کی پیدائش ۱۴/اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں حاصل فرمائی، اس کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لے کر دو سال عالمیت کی تعلیم حاصل فرمائی، پھر دار العلوم اشرفیہ راندیر تشریف لے جا کر ۱۹۵۸ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیریؒ، حضرت مفتی عبدالغنی صاحب کاویؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا ابوالشفا صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کاچھویؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں تقریباً ڈھائی سال تک خدمت انجام دینے کے ساتھ لاجپور کی چھوٹی مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۱۹۶۰ء میں زمبابوے کے دار الحکومت ہرارے میں مدرس اور خطیب کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور تقریباً پچاس سال تک وہاں خدمت انجام دیتے رہے۔ ۲۰۱۰ء میں برطانیہ ہجرت فرما گئے۔ ۲/شعبان ۱۴۴۱ء مطابق ۲۶/مارچ ۲۰۲۰ء کو انتقال فرما گئے۔ آپ کو حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈیؒ، حضرت مولانا عبدالحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دھورات دامت برکاتہم کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین!

لگن پائی۔ ہمارے ہندوستان کے مدارسِ عربیہ کا فیض دنیا کے مختلف علاقوں میں انہی بوریہ نشینوں کے ذریعے پہنچا ہے۔

جامع مسجد میں تقریر:

احباب کے اصرار پر ایک روز ''جامع مسجد'' میں دینی بات کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ انبیاء علیہم السلام انسانوں میں خدا پرستی پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں تمام عالم میں امن وامان ہوتا ہے؛ مگر جب نفس پرستی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو ہر طرح کا فساد دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا کی قوموں کو اسی کی دعوت کے ذریعے ہلاکت سے بچانے کا کام اس امت کے ذمے ہے۔ اور اس کے دو مضبوط راستے ہیں، مکاتب ومدارس کا قیام اور عمومی دعوت وتبلیغ۔

مولانا موسیٰ بھروچی صاحب:

اسی ''ہرارے'' میں مولوی موسیٰ صاحب وانترسا(۱) (ضلع بھروچ) چند سالوں سے مقیم ہیں۔ آدمی ذہین ہیں۔ انہوں نے بھی افریقی مسلمانوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلامی تربیت کرنے کے لیے ایک مدرسے کی بنیاد ڈالی ہے، وہاں بھی حاضر ہوئے۔ الحمد للہ! بچے حفظ اور عربی محنت سے پڑھ رہے تھے، بعض افریقی طلبا حفظ مکمل کر چکے ہیں جو ''ہرارے'' کے اطراف میں امامت وتعلیم کا کام کرتے ہیں۔ پورے افریقہ میں اس طرح کام کرنے اور دینی اشخاص تیار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

---

(۱) نون کا غنہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ (واں ترسا) بولا جاتا ہے۔

ہرارے یونی ورسٹی میں:

ایک روز یونی ورسٹی دیکھنے کے لیے چند احباب کے ساتھ پہنچے، مولانا عبداللہ صاحب دیوان لاجپوری بھی ساتھ تھے۔اس یونی ورسٹی میں مسلمان طلبا بھی پڑھتے ہیں، ان میں جو دعوت کے کام میں لگے ہیں، ان کی حالت قابلِ رشک ہے۔ یونی ورسٹی کی لائبریری میں گئے تو ہم نے اسلامیات کے شعبے کو دیکھنے کی خواہش کی، لائبریرین جو انگریز تھا اس نے چند الماریوں کی طرف اشارہ کیا۔ بہت مختصر کتابیں پائیں اوران میں بہت سی کتابیں قادیانیوں کی تالیفات تھیں۔ یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم اپنے اکابر کے مسلک کی کتابیں ایسی دانش گاہوں میں نہیں پہنچا سکے۔

ہندو پاک میں اسلامیات پر انگریزی میں اچھا ذخیرہ ہو چکا ہے۔ضرورت ہے کہ دنیا کی یونی ورسٹیوں کی لائبریریوں میں یہ سرمایہ پہنچے۔

تاریخی مقامات کی سیر:

رشتے داروں نے کچھ قابل دید مقامات کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ مختلف مقامات دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ ''بمبئ'' میں جس طرح ''مچھلی گھر'' بنایا گیا ہے ''ہرارے'' میں ''سانپوں کا گھر'' ہے۔مختلف قسم کے اژدہے اور چھوٹے بڑے سانپ دیکھ کر خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے کیسے کیسے جانور پیدا فرمائے ہیں؛ مگر انسان کو عقل کی دولت عطا فرما کر سب پر فوقیت عطا فرمادی، اور تمام مخلوقات کو انسان کا مسخر بنادیا۔ اللّٰھم لك الحمد و لك الشکر!

زامبیا کی طرف:

چار پانچ روز قیام کر کے 'لوسا کا' کی طرف روانگی ہوئی۔ راستے میں جناب ڈربن والے صاحب کے گھر قیام ہوا، بہت محبت واخلاق سے ملے۔ اور دوسرے روز علی الصبح توشہ تیار کر کے بذریعہ کار روانہ ہوگئے۔ وسیع وعریض جنگل میں وحشی جانور جگہ جگہ نظر آتے تھے۔ بورڈر پر ضروری کارروائی ہوئی اور شام تک 'لوسا کا' خیریت سے پہنچ گئے۔

دعوتوں کا سلسلہ:

''زامبیا'' کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں، دو دو ماہ گزر جاتے ہیں؛ مگر دعوتوں کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا، اور مہمان کے ساتھ رشتے دار اور احباب بھی اکثر مدعو ہوتے ہیں۔ کھانے بھی اقسام وانواع کے پکائے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ ہم عاجز ہوگئے۔ شاید ہی کوئی رشتے دار یا تعلق والا ایسا باقی رہا ہو، جنھوں نے پذیرائی نہ کی ہو۔ اللہ تعالیٰ سب محبین کو اجرِ عظیم عطا فرماوے۔

زامبیا کے آبشار:

''زامبیا'' میں گھنے جنگلوں اور وحشی جانوروں کے علاوہ قابلِ دید چیزوں میں وہاں کے بعض '' آبشار'' ہیں۔ ''لوسا کا'' سے کئی سو میل دور ہیں؛ اس لیے ہمارا قافلہ- جو برادر غلام محمد لونت صاحب اور جناب غلام محمد بدات صاحب، نیز برادر عزیز شبیر احمد لولات صاحب پر مشتمل تھا- شام کو روانہ ہوا۔ 'مازابوکا' Mazabuka میں جہاں ہمارے قریبی رشتے دار ہیں، رات بسیرا ہوا؛ وہاں بھی متعلقین سے

ملاقاتیں ہوئیں۔علی الصباح سفر کے لیے روانہ ہوگئے، گیارہ بجے کے قریب ’’لوبنگٹن‘‘ پہنچے، ’’آبشار‘‘ دیکھا، بارش کی قلت کے سبب پانی کا بہاؤ کم تھا؛مگر جو کچھ تھا وہ بھی بہت خوبصورت معلوم ہورہا تھا۔

قریب کے اچھے شاندار ہوٹل میں چائے پی، یورپ کے لوگ پڑے ہوئے تھے۔’’زیراف گارڈن‘‘ گئے، جہاں درجنوں چھوٹے بڑے زیراف گھوم رہے تھے۔ وہاں سے اس بازار کی طرف گئے جہاں ’’زامبیا‘‘ کے دیہاتی لکڑیوں سے مختلف چیزیں بنا کرفروخت کرتے ہیں۔

ظہر کا وقت ہورہا تھا،مسجد تلاش کی گئی، اتفاق سے وہاں ’’پانولی‘‘ ضلع بھروچ کے ایک حافظ صاحب -جو’’جامعہ اشرفیہ‘‘ سے فارغ ہیں- سے ملاقات ہوگئی، محبت سے ملے۔ظہرادا کر کےتوشہ دان انہی کے گھر کھایا گیا،انہوں نے بھی مزید کھانااور چائے سےتواضع کی۔ **جزاہ اللّٰہ أحسن الجزاء!**

موشی کیمپ:

ہمارے عزیز جناب یوسف پٹیل صاحب اوران کے بھائی محمد صاحب، گھنے جنگلوں میں ندی کے کنارے تفریحی کیمپ چلاتے ہیں۔یورپ کے لوگ جب سیر کے لیے آتے ہیں، انہی کیمپوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ یہ بہت وسیع جنگلات ہیں، اور یہاں جانوروں کی جو کثرت ہے، دوسری جگہ بہت کم دیکھنے کو مل سکتی ہے۔ ہرن کے کئی اقسام، بارہ سنگھہ، کوڈو، جاموسِ وحشی، ہاتھی، زیبرا، گینڈے، شیر، چیتے اور نہ معلوم کتنے جانور اس جنگل میں دیکھے گئے۔ندی میں ’’مگرمچھ‘‘ بھی اس کثرت سے نظر آئے کہ حیرانی ہوگئی۔

''جنگلی بھینسوں'' کے ہزار ڈیڑھ ہزار کا ٹولہ دیکھ کر تو واقعی حیرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلاقی کے مظاہر تو ایسے ہی مواقع پر سامنے آتے ہیں۔

سبحان الخلّاق العظیم!

جناب یوسف بھائی پٹھان اُن کی والدہ امِ سلمیٰ اور غلام بھائی وغیرہ احباب ساتھ تھے۔ تین روز کا یہ سفر بہت پُر لطف رہا۔

گیہوں کے فارم پر:

''لوساکا'' سے باہر جناب محمد بھائی کانم صاحب کا ایک زراعتی فارم ہے، وہاں بھی دعوت ہوئی، محمد بھائی نے پچاس آدمیوں کو مدعو کیا تھا۔ وسیع زراعتی خطہ جس میں گیہوں بوئے گئے تھے، تاحدِ نظر سبزہ زار تھا، گائیں اور بکریوں کے لیے الگ حصہ مقرر تھا۔ اس دعوت میں علما بھی تھے اور تاجر بھی۔ مغرب کی نماز وہاں ادا ہوئی۔ ہمارے بھانجے بھی ساتھ تھے۔ عشا کے قریب یہ پُر لطف مجلس ختم ہوئی اور شہر میں واپس آئے۔

سید صاحب کے فارم پر:

اسی طرح ایک روز سید صاحب کے فارم پر بھی حاضری دی۔ سید صاحب اصلاً پاکستانی ہیں، پہلے ''لنیشیا'' میں مقیم تھے؛ مگر اب ''لوساکا'' آ گئے ہیں۔ دعوت کے کام میں برابر لگے ہوئے ہیں، اور علما کے بے حد قدر دان ہیں۔

علمائے کرام کی اہم مجلس:

''لوساکا'' میں جو علمائے کرام دینی و تعلیمی کام میں مشغول ہیں، ان میں اکثر

ضلع سورت، بھروچ کے باشندے ہیں۔ ایک روز انہوں نے دعوت سے سرفراز فرمایا، بہت اچھی علمی مجلس رہی۔ مولانا عبداللہ صاحب بوڈھانوی، مولانا بڑودوی صاحب و دیگر حضرات سے علما کی تنظیم قائم کرنے اور پورے ''زامبیا'' میں اس کے ذریعے دینی کام کرنے پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔ الحمدللہ! یہ سب حضرات دینی و تعلیمی کام بہت تسلی بخش طور پر کررہے ہیں۔

مسلم قومی ہال:

''لوساکا'' میں مسلم جماعت نے ایک ''کمیونٹی ہال'' کی تعمیر شروع کی ہے، جس میں تعلیمی درس گاہیں، شادی ہال وغیرہ مختلف کمروں کا وسیع تعمیری ادارہ ہے۔ جناب محمود دلال صاحب، جناب یوسف پٹیل صاحب اور جناب شہنواز صاحب کے ہمراہ اس ادارے کی زیارت کی اور پروگرام کی تفصیلات سے واقفیت ہوئی۔ خوشی ہے کہ مسلمانوں نے ایسے تعمیری کام میں مل جل کر حصہ لیا ہے۔

ری یونین کے سفر کی تیاری:

محترم جناب حاجی یوسف راوت صاحب نے بذریعے فون گھر والوں کے ساتھ ری یونین کی دعوت دی اور ٹکٹ کا انتظام کردیا۔ اب ویزا کا مسئلہ طے کرنا تھا، ''لوساکا'' میں بعض رشتے دار ہیں جن کی شادی ری یونین میں ہوئی ہے، اور وہ لوگ فرانسیسی زبان سے واقف ہونے کے سبب فرانس کے سفارت خانے کے ساتھ ربط رکھتے ہیں، انہیں کی مساعی سے دوروز میں ویزا مل گیا۔ جب ٹکٹ حاصل کرنے ایر فرانس کے دفتر گئے، تو معلوم ہوا کہ ٹکٹ کے نرخ میں اضافہ ہوگیا ہے؛ اس لیے جب

تک اضافہ شدہ رقم ادا نہ کی جائے، ٹکٹ نہیں مل سکتا۔ ایر موریشش کے لیے صرف دو روز باقی تھے، فوراً حاجی یوسف صاحب کو بذریعے ٹیلیکس حالات سے مطلع گیا اور انہوں نے فوراً رقم ادا کر کے بذریعے ٹیلیکس جواب دے دیا۔ اگلے روز سہ پہر ٹکٹ مل گیا اور دوسرے روز ''موریشش'' کے سفر کی تیاری ہوگئی۔

''لوساکا'' ایر پورٹ:

واپسی کے دن ایر پورٹ پر رشتے دار اور احباب کی بڑی جماعت پہنچی، ضروری کارروائی ان کے ذریعے بہت سہولت سے ہوگئی۔ ان سب نے بہت گرم جوشی سے الوداع کہا اور ہم ''ایر زامبیا'' سے موریشش کے لیے روانہ ہوگئے۔

''موریشش'' ایر پورٹ پر:

چار پانچ گھنٹے کے ہوائی سفر میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ ''لوساکا'' سے عزیزم مولوی محمد اقبال سلمہٗ (۱) نے عربی کے بہت سے مجلّات عنایت فرمائے تھے، ایر میں اس کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک معزز مسافر کا قریب سے گزر ہوا، ان کی نظر رسالے پر پڑی۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ عربی جانتے ہیں، ہم نے عرض کیا، بقدر

---

(۱) حضرت مولانا محمد اقبال بن احمد عمر جی پٹیل صاحب مدظلہٗ کا آبائی وطن گجرات ہے، لوساکا زامبیا میں مقیم ہیں۔ دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر سے ۱۹۷۵ء میں فارغ ہوئے، خطیب الامت حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ کے خلیفہ اور عاشقِ زار ہیں۔ آپ ہی کی تحریک پر حضرت خطیب الامتؒ کا سب سے پہلا سفر زامبیا اور افریقہ کا ۱۹۷۶ء میں ہوا۔ آپ نے زامبیا میں ''فیضِ ابرار مسلم ٹرسٹ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا اور اس کے تحت بہت سی علمی و عملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی کے ماتحت ادارہ فیضِ ابرار بلساڑ کا قیام عمل میں آیا، جس کی نگرانی میں حضرت مولانا فضل محمود صاحب بلساڑی اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بلساڑی مدظلہما کے تعاون سے فیضِ ابرار کی ترتیب دس جلدوں میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

ضرورت، وہ قریب کی نشست پر بیٹھ گئے، اور بات چیت شروع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ آپ کا نام حافظ ابراہیم صاحب ہے، اور ''نیروبی'' میں سعودی سفارت خانے میں ''الملحق الدینی'' کے عہدے پر ہیں۔ سینٹرل افریقہ کے دینی احوال معلوم کرنے کے لیے ''لوساکا'' تشریف لائے تھے اور اب ''موریشش'' جارہے ہیں۔

ہم نے سعودی عرب کی مساعی کی تعریف کی؛ مگر مبعوثین میں کام کے جذبے کی کمی کی شکایت کی۔ انہوں نے 'زامبیا' کی اپنی حالت کے بارے میں بندے کے تاثرات بہت غور سے سنے اور اکثر باتوں سے اتفاق کیا۔ موصوف کی اس اچانک ملاقات اور ان کے دینی افکار سے بہت مسرت ہوئی، اور سفر بہت جلد طے ہوگیا۔

موریشش ایرپورٹ پرنزول:

الحمدللہ چند گھنٹوں کی اس پُرمسرت مجلس کے اختتام پر سفر کا بھی اختتام ہوا۔ ہم نے ''ری یونین'' میں ملاقات کرنے کا وعدہ کرکے ایک دوسرے کو الوداع کہا اور ہم موریشش ایرپورٹ پر اتر گئے۔ جناب عبدالخالق صاحب راوت اور ان کی اہلیہ ناشتہ لے کر ایرپورٹ آگئے تھے، بہت محبت سے ملے۔ ان کے ساتھ ایک گھنٹہ گزارا، اور اگلے سفر کی ضروری کارروائی کرکے بذریعے ایرفرانس ری یونین کا سفر شروع کردیا۔ یہ جہاز بہت بڑا اور اس کا انتظام بہت عمدہ تھا، نصف گھنٹے میں ''ری یونین'' ایرپورٹ پر پہنچ گئے۔

ری یونین کا دوسرا سفر:

ری یونین ایرپورٹ پر مکرم جناب حاجی یوسف راوت صاحب اپنے

پورے خاندان کے ہمراہ، نیز مولانا خلیل راوت صاحب و دیگر فلاحی علما اور بعض احباب استقبال کے لیے موجود تھے۔ محترم حاجی یوسف راوت صاحب کو ہمارے ویزا حاصل کرنے کا علم نہیں تھا؛ اس لیے انہوں نے اس کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ موصوف اندر تک تشریف لائے، اور ہمارے پاسپورٹ لے لیے، ویزا دیکھ کر خوش ہوئے، اور ہم کو خصوصی مہمانوں کی لائن سے تھوڑی ہی دیر میں باہر لے آئے۔ وہاں حاجی غلام محمد راوت صاحب (۱)، حاجی موسیٰ صاحب (۲) اور گھر کی مستورات بھی موجود تھیں، ملاقات کر کے سب لوگ حاجی یوسف صاحب کے مکان پر آ گئے۔ مغرب کی نماز ادا کر کے سب گھر والوں کے ساتھ کھانا کھایا، دیر تک مختلف موضوعات اور احوالِ سفر پر گفتگو ہوتی رہی۔

مدرسے کا جلسہ:

''سینٹ ڈنیس'' میں مسلمانوں نے ابتدائی تعلیم کا ایک مدرسہ کئی سال سے شروع کیا تھا۔ گجراتی مسلمانوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس ملک میں گئے، تجارت

---

(۱) جناب حاجی غلام محمد راوت صاحبؒ، حاجی آدم راوت صاحبؒ کے بڑے صاحب زادے تھے، دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے بانی اور اہم ذمے داروں میں سے تھے۔ آج کل آپ کے صاحب زادے جناب حاجی عبدالخالق صاحب راوت فلاحِ دارین کے اہم ذمے داروں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

(۲) **الحاج جناب موسیٰ صاحب راوتؒ:** راوت فیملی کے بزرگوار، 'فلاحِ دارین' کے روحِ رواں و معمار، عبادت گزار و شب زندہ دار، علما و طلبا کے محبّ و محسن، اکابر کے میزبان۔ مرحوم نے سیکڑوں مساجد و مکاتب اپنی جیب خاص سے تعمیر کرائے۔ ''فلاحِ دارین'' میں طویل طویل قیام فرما کر اپنی نگرانی میں عمارتوں کی تعمیر آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ تعلق مع اللہ کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں دعاؤں میں مشغول رہتے۔ افسوس! ۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۵ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص میں ڈھانپ لے، اور ان کے لگائے ہوئے اس گلشن کو ہمیشہ ہمیشہ شاداب و آباد رکھے۔ آمین!

ومُلا زَمت کے ساتھ وہاں انہوں نے مساجد ومکاتب کا نظام ضرور قائم کیا، اور اب تو ہر جگہ دعوتی مراکز بھی قائم کرتے جا رہے ہیں۔ فللّٰه الحمد!

خاندانِ راوت نے ترکیسر مدرسے کے لیے جہاں مالی قربانی دی، وہاں اپنے بعض فرزندوں کو علمِ دین کی طرف بھی متوجہ کیا۔ حاجی موسیٰ راوت صاحب اور ان کے گھر والوں کی یہ زبردست قربانی اور دینی حمیت تھی کہ انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پہلے ری یونین میں مکمل حافظ بنایا اور پھر مزید تعلیم کے لیے ''دارالعلوم فلاح دارین'' میں داخل کیا۔ اور ان کے حسنِ نیت کی برکت تھی کہ بچے نے نظام کی پابندی کے ساتھ طالبِ علمی کا زمانہ گزارا اور درجۂ فضیلت سے تکمیل کی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں گزارا، پھر ری یونین واپسی ہوئی۔

مولوی خلیل احمد راوت صاحب نے وطن جا کر مذکورہ مدرسہ ''تعلیم الاسلام'' کی تعلیمی نگرانی بحیثیت مہتمم مدرسہ خالصتاً لوجہ اللہ اپنے ذمے لی اور اخلاص ولگن سے مدرسے کے کام میں لگ گئے، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

بچوں اور والدین کی ہمت افزائی کے لیے انہوں نے سالانہ اجلاس کا سلسلہ بھی شروع کیا، جس میں فرانسیسی اور اردو زبان میں تقریریں؛ نیز قراءتیں پیش کی جانے لگیں۔ امسال اس جلسے میں خصوصی مہمان کی حیثیت سے اس ناچیز کو دعوت دی گئی۔

بچوں کا پروگرام بہت شاندار اور میری توقع کے خلاف تھا، بہت خوشی ہوئی، اور دل سے دعا نکلی۔ بچوں کے پروگرام کے اختتام پر حاضرین سے دینی بات ہوئی اور جلسہ دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

مدرسے میں بھی بعد میں حاضری ہوئی، اساتذہ محنتی اور اپنے کام میں مصروف نظر آئے۔ کسی بھی دینی ادارے کی ترقی سے خوشی ہوتی ہے۔ اور اس ادارے میں ''فلاحِ دارین'' کے فضلا کی محنت سے ترقی سے مزید خوشی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرماوے، اور قبولیت سے نوازے۔ آمین!

مختلف مقامات کی سیر:

''ری یونین'' والوں کی عادت ہے کہ ہفتہ اور اتوار کو سب کام چھوڑ کر شہر سے باہر نکل جاتے ہیں۔ ہمارے قیام کے دوران حاجی یوسف راوت صاحب نے بعض پہاڑی مقام پر جانے کا نظام بنایا اور اپنے دوستوں کو بھی دعوت دی۔ گھر والے بھی ساتھ تھے۔ ایلیو پہاڑی پر گئے، دوستوں کی مجلس ہوئی، حاجی موسیٰ صاحب کے ساتھ مختلف جگہوں کی سیر کی۔ واپسی میں جناب ملا صاحب کے گھر ٹھہرے جو سلاتوی نامی جگہ میں مقیم تھے، نیک اور ملنسار آدمی تھے۔ اب تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں، خدا مغفرت فرماوے۔ آمین! اتوار کی شام ''سینٹ ڈینس'' پہنچ گئے۔

حافظ ابراہیم کی آمد:

جمعہ کا دن تھا، نماز کے بعد دوسری صف میں نظر ڈالی تو حافظ ابراہیم صاحب جو نیروبی میں سعودی سفارت خانے میں ''الملحق الدینی'' کے عہدے پر ہیں، اور ''زامبیا'' سے آتے ہوئے ہوائی جہاز میں ان سے ملاقات ہوگئی تھی۔ سلام پھیرتے ہی ان پر نظر پڑی۔ سنن سے فراغت کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، بہت محبت سے ملے۔ پتہ معلوم کیا تو دریا کنارے کسی بڑے ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر بتایا، ہم نے اگلے روز ملاقات کا وعدہ کرلیا۔

حاجی محمد بَنا صاحب:

ہمارے مخلص دوست جناب حاجی محمد بنا صاحب جو اصلاً ''ترکیسر'' کے باشندے ہیں، اور سالہا سال سے ''ری یونین'' میں مقیم ہیں، ان کے ہمراہ دوسرے روز صبح ہوٹل پہنچے۔ ٹیلیفون سے آمد کی اطلاع کی تو حافظ صاحب تشریف لائے اور ''رِی یونین'' کے مختلف مقامات اور خاص طور پر ''سینٹ پیر'' کے ''اسلامی سینٹر'' دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

بندے کو مختلف پروگراموں میں شرکت کرنی تھی؛ اس لیے ان کے ساتھ سفر میں نہ رہ سکا۔ البتہ حاجی بنا ان کو اکثر مقامات پر ساتھ لے کر گئے، اور حافظ صاحب اس تعاون پر بہت خوش ہوئے۔ ''سینٹ پیر'' والوں کو رابطہ کی طرف سے امداد دلانے میں مددگار بھی ہوئے۔

مرکز اسلامی سینٹ پیر:

''ری یونین'' کے بعض مخلص علما نے ایک اسلامی مرکز شروع کیا ہے جس میں مولانا سعید اِنگار صاحب اور مولوی اسحاق گنگات صاحب کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ اس کا دفتر سینٹ پیر مسجد کے ساتھ ہیں۔ عربی اردو کی کتابیں بھی جمع کی جارہی ہیں۔ بہت سے مفید رسائل فرنچ میں چھاپ کر تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور ایک ماہنامہ ''الاسلام'' نامی بھی ہر ماہ شائع ہوتا ہے جو کافی مقبول ہے۔

سینٹ پیر میں حاجی احمد ڈیسائی صاحب:

سینٹ پیر میں ہمارا قیام حاجی احمد ڈیسائی صاحب کے گھر رہا۔ حاجی احمد

صاحب نانی نرولی کے باشندے ہیں اور بہت محبت واخلاص کے آدمی ہیں۔ موصوف نے ہماری بہت خدمت کی اور مختلف اہلِ وطن سے ملاقات کرائی۔

مسجد میں بیان:

سینٹ پیر کے قیام کے دوران مسجد میں تقریر کا بھی پروگرام رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت وضرورت پر بات کی گئی۔

علمائے کرام:

''سینٹ پیر'' میں علمائے کرام سے خوب ملاقاتیں رہیں۔ قاری عزیر راندیری صاحب، مولوی یعقوب بیمات صاحب، حافظ کروڈیہ صاحب اور مولوی منصور صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا اسحاق گنگات صاحب شاید بیرونی سفر میں تھے؛ اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔

ٹانپو:

سینٹ پیر سے ٹانپو نامی قصبہ میں جانا ہوا، جہاں سلیمان پٹیل کا پودرا والے اور ان کے بڑے بھائی غلام محمد پٹیل تجارت کرتے ہیں۔ پردیس میں اپنے گاؤں کے آدمی سے ملاقات سے بہت خوشی ہوتی ہے، پھر غلام محمد بچپن کا ساتھی بھی ہے۔ اور سلیمان پٹیل کے گھر میں بھانجی ہے جو خالہ زاد بہن کی لڑکی ہے۔ ان سب نے بڑی خاطر تواضع کی، مختلف پہاڑوں پر سیر کرنے گئے۔

لاب لینڈ کاف کے پہاڑ پر:

''لاب لینڈ کاف'' نامی پہاڑی ''ری یونین'' کی مشہور جگہ ہے، وہاں

جانے کا راستہ پہاڑوں کے کنارے کنارے بہت پُر پیچ ہے۔ایک طرف بلند قامت پہاڑ تو دوسری طرف گہری گہری کھائیں دکھائی پڑتی ہیں۔ بہت سے مسافروں کو اس راستے میں قے اور دوران کی شکایت ہو جاتی ہے۔الحمدللہ! ہم تو کسی قسم کی تکلیف کے بغیر وہاں پہنچ گئے۔رویدرا کے ایک تاجر کے گھر قیام رہا۔

گرم پانی کے چشمے:

اس پہاڑی پر ایک جگہ گرم پانی ابلتا رہتا ہے، وہاں حکومت کی طرف سے غسل خانوں کا بہت اچھا انتظام ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ پیر کا درد اس جگہ غسل کرتے رہنے سے اچھا ہو جاتا ہے۔ہم نے بھی غسل کیا؛ البتہ بہت بلندی پر واقع ہونے کے سبب پورے علاقے میں کافی ٹھنڈک محسوس ہوئی، حتی کہ دوپہر میں بھی رضائیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بہرحال یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ باہر اس قدر ٹھنڈی اور اندر سے گرم چشمے ابل رہے ہیں۔ یہ سفر بہت دل چسپ رہا، شام کو گھر واپسی ہوئی۔

مولانا ممون:

اس بستی میں ''کوساڑی'' کے مولانا اسماعیل ممون صاحب(۱) مدرس و امامت

---

(۱) **حضرت مولانا اسماعیل صاحب ممون دامت برکاتہم (ولادت ۱۹۳۹ء)**: اپنے وطن ''کوساڑی'' میں حفظ کی تکمیل کی، ۱۹۶۲ء میں ''دارالعلوم آنند'' سے سندِ فضیلت حاصل کی، پھر ۱۹۶۳ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' سے دورۂ تفسیر کیا۔آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا فخرالحسن صاحب، حضرت مولانا معراج الحق صاحب، حضرت مولانا ظہور الحق صاحب، حضرت مولانا اسماعیل صاحب سنبھلی، حضرت مولانا اسماعیل صاحب مجادری رحمہم اللہ وغیرہ اکابر علما ہیں۔۱۹۶۹ء سے ''ری یونین'' کے شہر ''ٹاپنو'' میں مقیم ہیں، اور وہاں درجۂ حفظ قائم فرما کر بیسیوں بچوں کو حافظِ قرآن بنایا۔۱۹۸۲ء میں نئی کوساڑی میں ''دارالقرآن'' کی بنیاد ڈالی، جہاں سے سیکڑوں حفاظ پیدا ہوئے۔ بڑے فکر مند، محنتی اور دریا دل آدمی ہیں۔ حق تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرما کر دین وملت کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ذی علم اور بااخلاق عالم ہیں۔ ملاقات ہوئی تو لپٹ گئے۔ تواضع کی اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ ماحول کی خرابی سے پریشان تھے، اپنی سی محنت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ایک دن بازار جا کر دونوں بھائیوں کی دوکانیں بھی دیکھیں، اور دیگر اہلِ وطن سے ملاقاتیں کیں۔ پانچ یا چھ روز کے سفر کے بعد سینٹ ڈینس واپس آ گئے۔

سینٹ پول:

راستے میں ہمارے حاجی بھائی ماکدا صاحب، ہاشم صاحب، قاسم پٹیل صاحب اور جناب دورکیہ صاحب کی ملاقات کے لیے سینٹ ڈینس پول بھی ٹھہرے۔

جبل مومنتائی پر:

سینٹ ڈینس میں مختلف دوستوں اور اہلِ تعلق کے گھر دعوتوں کا مسلسل سلسلہ جاری رہا۔ مولوی خلیل احمد راوت صاحب نے ایک دو روز آرام کرنے مومنتائی نامی پہاڑی پر جانے کا پروگرام بنایا جو ''سینٹ ڈینس'' کے بالکل قریب ۲۰، ۲۵ / منٹ کے فاصلے پر ہے اور عمدہ جگہ ہے۔ وہاں کی ہر پہاڑی کی طرح یہاں بھی کافی ٹھنڈک ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب کے اہلِ خانہ بھی ساتھ تھے، اچھا لطف رہا۔

قاضی صاحب کا انتقال:

ابھی ایک روز گزرا تھا کہ ''سینٹ ڈینس'' کے ایک معمر تاجر جناب قاضی صاحب لاجپوری کا انتقال ہو گیا۔ فون سے خبر ملی تو ہم نیچے آئے اور تدفین میں شرکت کی۔ قاضی صاحب علم دوست اور علما سے تعلق رکھنے والے، اردو کتابوں سے دل چسپی

رکھنے والے ایرانی نسل کے آدمی تھے۔گزشتہ روز اچھے تھے، یکا یک کلمہ پڑھتے ہوئے آخرت کی طرف چل دیئے۔ غفر اللہ لہٗ!

مولانا یوسف بوڑھانوی:

مولانا یوسف بوڑھانوی ہمارے ''جامعہ ڈابھیل'' کے فضلا میں سے تھے، گو موصوف ہم سے اگلے درجے میں تھے؛ مگر ہم عصر تھے، اور صاف دل کے باغ و بہار آدمی تھے۔ ''ری یونین'' میں ''سینٹ اندرے'' نامی مقام پر تدریسی کام کرتے تھے۔ حاجی محمد بَنا صاحب کے ساتھ ایک روز صبح تڑکے ان کے گھر پہنچ گئے۔ فجر کے بعد آرام کررہے تھے، ان کو جگایا اور ملاقات ہوئی تو بہت ہی خوش ہوئے اور بے تکلف جو کچھ تھا ناشتے کے لیے حاضر کردیا۔ ایک گھنٹہ ری یونین کے دینی حالات اور مدارس کی تعلیم وغیرہ موضوعات پر بات ہوتی رہی۔ اب ان سطور کی تحریر کے وقت تو وہ اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ کینسر کے تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہوگئے تھے، اور اسی میں جاں بحق ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمةً واسعةً!

مولانا غلام حبیب صاحب نقش بندی:

پاکستان کے مشہور نقش بندی بزرگ حافظ غلام حبیب صاحب بھی اکثر ''ری یونین'' تشریف لاتے رہتے ہیں، اتفاقاً اس سفر میں وہ بھی موجود تھے۔ معمر ہونے کے باوجود کافی مضبوط اور جفاکش نظر آئے۔ اہل علم کے ساتھ اکرام کا معاملہ فرماتے تھے۔ تعارف ہوا تو بہت ہی محبت کا معاملہ فرمایا۔ قرآن مجید کے ساتھ ان کو خصوصی لگاؤ تھا، اور ذکر کی مجلسیں بھی خاص رنگ پیدا کرتی تھیں۔ ''ری یونین'' جیسے آزاد ماحول میں بہت سے نوجوان ان سے بیعت ہوکر پکے دیندار ہوگئے اوران کا لباس

ورہن سہن خالص اسلامی بن گیا۔ ہم نے حضرت سے ہندوستان تشریف لانے کی دعوت پیش کی تو مسرت کے ساتھ منظور فرمایا، اور پھر وعدہ کی تکمیل فرماتے ہوئے ایک روز واقعی بغیر اطلاع ''ترکیسر'' تشریف لائے۔ سالانہ جلسہ تھا، گجرات کے علما بھی تشریف فرما تھے، سب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے جلسے سے خطاب فرمایا، اور مدرسے کے لیے بہت ہی دعائیں کیں، اب حضرت والا بھی طویل علالت کے بعد رفیق اعلیٰ سے مل چکے ہیں۔ أعلى الله درجاته!

ایک دو روز کے لیے ایک مشہور پہاڑی پر بھی جانا ہوا، حاجی یعقوب راوت صاحب (۱) نے وہاں مکان خریدا ہے، بڑی پُر فضا اور ٹھنڈی جگہ ہے۔ گھر والے بھی ساتھ تھے؛ مگر ایسی جگہوں پر اگر علمی ذوق رکھنے والے چند دوست احباب ساتھ ہوں تو لطف دوبالا ہو جائے۔ حاجی یعقوب صاحب نے آرام پہنچانے کا سارا نظام کر دیا تھا۔ ہمارے ہندوستان میں کشمیر کی جو فضا ہے بالکل وہی فضا یہاں نظر آ رہی تھی۔

مولانا موسیٰ سیلوڑی:

ہمارے ایک دوست اور رفیقِ حج مولانا موسیٰ سیلوڑی صاحب (۲) بھی کئی

---

(۱) حاجی یعقوب راوت صاحب مدظلہٗ، حاجی آدم صاحب مرحوم کے سب سے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں حافظ چوہان صاحب کے پاس حفظ کی تکمیل فرمائی، فی الحال ری یونین میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

(۲) **حضرت مولانا موسیٰ صاحب پانچ بھایاؒ:** سیلوڑی ضلع بھروچ کے باشندے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل فرمائی، پھر جامعہ آنند میں داخلہ لے کر ۱۳۷۳ھ میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ ۱۳۷۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ تفسیر کی تعلیم حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ، حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانویؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحب بلند شہریؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ =

سال سے یہاں مقیم ہیں۔ ذی استعداد اور صاحبِ مطالعہ عالم ہیں؛ مگر تیزیٔ طبع کے سبب علمی افادہ محدود سا ہوکر رہ گیا ہے۔ پھر بھی ان کے قدر دان موجود ہیں اور یکسوئی کے ساتھ دینی کام کر لیتے ہیں۔ ان کی ملاقات سے خوشی بھی ہوتی ہے کہ علمی ذوق کے آدمی ہیں۔ اصرار کر کے کمرے پر لے گئے، اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتے رہے، پرتکلف ناشتے سے بھی مہمان نوازی فرمائی۔

حاجی اسماعیل راوت صاحب کے مکان پر:

راوت فیملی کے جملہ افراد و دیگر محبین کے ہاں باری باری دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حاجی اسماعیل بن غلام محمد راوت صاحب جو راوت خاندان کے ہونہار، قابل اور سمجھ دار نوجوان ہیں۔ انہوں نے بھی دعوت کا پروگرام بنایا جس میں خاندان کے دیگر افراد کو بھی شامل کرلیا۔ بظاہر یہ کھانے کی دعوت تھی؛ مگر اس کا مقصد ''فلاحِ دارین'' کے مسائل کے بارے میں مشورے اور پروگرام طے کرنا تھا؛ چناں چہ دو تین گھنٹے مختلف مسائل پر تفصیلی بات چیت ہوئی، ''دارالعلوم'' کی ضروریات پیش کی گئیں، اور اب تک کی کارکردگی نوجوانوں کو سمجھائی گئی۔ الحمدللہ! یہ مجلس بہت مفید اور کارگر ثابت ہوئی۔

= وغیرہ اکابر ہیں۔ آپ نے فراغت کے بعد سیلوڑی، دڈھال، کوسمڑی، ولن، کوٹھی، آنند، بورسد وغیرہ مختلف مقامات پر دینی خدمت انجام دی اور اصلاح کا کام کیا۔ ایک لمبی مدت تک رِی یونین میں بھی خدمت انجام دی اور وہیں ۱۷ رشوال المکرّم ۱۴۳۰ھ مطابق ۷/ اکتوبر ۲۰۰۹ء چہار شنبہ کی شب میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اولاد میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سیلوڑی دامت برکاتہم مشہور عالم ہیں جو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں علیا کے استاذ اور متعدد کتابوں کے مؤلف و محقق ہیں۔ حضرت مولانا موسیٰ صاحبؒ کے تعارف کے لیے حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''ایک گمنام مصلح'' ملاحظہ فرمائیں۔

یہ سفر حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ نے جناب الحاج یوسف راوت صاحب مرحوم کی دعوت پر کتابوں کی خرید کے سلسلے میں فرمایا تھا۔ افسوس! یہ سفر نامہ تشنۂ تکمیل ہی رہا، لیکن اس کے چند علمی و تاریخی فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

سورت سے کراچی تک

مؤرخہ ۲۱/نومبر ۱۹۸۸ء: ترکیسر سے پیر کے روز روانہ ہو کر سورت مقیم ہوئے، اور مؤرخہ ۲۲/نومبر کو بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں احباب سے ملاقاتیں ہوئیں، اور کوندھ اقامتی درس گاہ کی مسجد، اسکول اور دار الاقامہ کا نقشہ دیکھا۔ حاجی یوسف راوت صاحب نے اپنا تجارتی کام مکمل کیا، ''یونائیٹیڈ ویلفیئر کمیٹی'' کے اراکین سے مختلف معاملات پر تبادلۂ خیالات ہوئے۔

۲۵/نومبر ۱۹۸۸ء جمعہ کو صبح شانتا کروز ایئر پورٹ سے فلائٹ نمبر ۴۰۶ کے ذریعہ دہلی روانہ ہوئے، ہوائی جہاز تاخیر سے اڑا؛ اس لیے پونے ایک بجے دہلی ایئر پورٹ پر اترے۔ نئی دہلی کے جدید ہوٹل میریڈین (Meridien) میں دو کمرے طے کر لئے گئے تھے، وہاں نماز ادا کی، ناشتے سے فارغ ہوئے اور فوراً حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ (۱) کی عیادت کے لیے ولنگڈن ہسپتال پہنچے۔ مولانا کافی کمزور ہو گئے ہیں اور ان کی ہڈی کو نقصان ہوا ہے۔ وہاں اہلِ تعلق علما اور دیگر زائرین کی

(۱) ۶/فروری ۲۰۰۶ء کو ملک وملت کا یہ بے مثال قائد امت کو یتیم چھوڑ کر سوئے آخرت چل دیا۔ رحمه الله رحمة واسعةً!

بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت مولانا مدظلہٗ کی عیادت کے بعد تبلیغی مرکز پہنچے، حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی ملاقات مسجد میں ہوگئی(۱)۔ اس کے بعد مولانا ابراہیم دیولوی صاحب نے دعا کرائی(۲)، دعا کے بعد مولانا سلیمان جھانجھی صاحب(۳) کے ساتھ

(۱) **لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ:** مشہور مبلغ، بے مثال داعی، فاضلِ دارالعلوم دیوبند، مُجازِ حضرت شیخ رحمہ اللہ۔ صغرسنی میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ماں کی ممتا نے تربیت میں کمی نہ چھوڑی۔ بوڑھی ماں کی دعاؤں کی برکتوں سے دعوت وفکر اور علم وعمل میں وہ مقام حاصل ہوا جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ۱۳ر محرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ر مئی ۱۹۹۷ء کو، یہ آفتابِ عالم تاب افقِ دہلی میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ رہے نام اللہ کا!

(۲) موصوف صوبۂ گجرات ضلع ''بھروچ'' کے بے مثال گاؤں ''دیولہ'' سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں کی سرزمین حقیقی معنی میں علم خیز وعلم ریز ثابت ہوئی۔ آپ نے عربی تعلیم ''دارالعلوم اشرفیہ، راندیر'' میں حاصل کی۔ علم کی پیاس نے ازہرِ ہند جا پہنچایا اور ۱۹۵۴ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ، علامہ بلیاویؒ اور حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رحمہ اللہ جیسی فخرِ روزگار شخصیات سے اکتسابِ فیض کر کے فراغت حاصل کی۔ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ سے اجازت بیعت وسلوک حاصل ہوئی۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے میخانۂ دعوت وفکر سے سیراب ہوکر دنیا بھر کو نہال کردیا۔ موصوف اپنی دعوتی بصیرت اور اعتدال کے حوالے سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ''مدرسہ کاشف العلوم، دہلی مرکز نظام الدین'' کی مسندِ حدیث کو ایک مدت تک سنبھالا، پھر ایک سال ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، عالمی شوریٰ کے مرکزی رکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین! ؎

خدا تا دیر سلامت رکھے ☆ بہت ہی خوبیاں ہیں اُن میں

(۳) **حضرت مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی صاحبؒ:** تبلیغی جماعت کے اہم ذمے دار اور قوم وملت کے ہمدرد، گجرات کی مؤقر دینی وعلمی درس گاہ ''دارالعلوم اشرفیہ راندیر'' کے فاضل، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے خادمِ خاص۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ رویدرا، ضلع بھروچ کے باشندے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں فراغت پائی، فراغت کے بعد کچھ سال متعدد مقامات پر دینی ابتدائی تعلیم کے ساتھ اصلاحِ معاشرہ اور دینی بیداری کے لیے عمدہ خدمات انجام دیں، اور اس کے بعد اپنی زندگی تبلیغِ اسلام کے لیے وقف کرتے ہوئے تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی منتقل ہوئے۔ تبلیغ کے سلسلے میں ملک و بیرون ملک کے متعدد اسفار فرمائے۔ ماہ ستمبر میں عمرہ کے ارادے سے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور یہی سفر ان کے لیے سفرِ آخرت ثابت ہوا۔ ۸ر ستمبر ۲۰۰۷ء کو بحالتِ وضو جان جان آفریں کو سپرد کردی۔ دنیا کے مقدس ترین قبرستان ''جنت المعلیٰ'' میں حضرت خدیجہؓ کے احاطے میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ رحمه الله رحمة واسعةً!

حضرت جی مدظلہٗ(۱) سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت جی مدظلہ اپنے کمرے میں مطالعے میں مصروف تھے، اور کافی کمزور معلوم ہورہے تھے، سلام ودعا کی درخواست کے بعد فوراً ہم باہر آ گئے۔

حسنِ اتفاق سے مولانا سعید خان صاحب مدظلہٗ، مہاجر مدنی بھی - جو دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں- موجود تھے، ان کی خدمت میں حاضری دی، اوران کے قیمتی ملفوظات کو سننے کا موقع ملا(۲)۔ مولانا سعید خان صاحب نے عربی مدارس میں تعلیمی انحطاط کا افسوس کے ساتھ ذکر فرمایا، اور بعض آیات کی غلط تعبیرات کا ذکر فرمایا؛ نیز مولانا نے فرمایا کہ حدیث کی کتابوں میں ''کتاب الایمان'' اور ''اخلاقیات'' کی احادیث پر زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ مختلف مسلک اور مختلف مذہبی فرقوں میں دعوت کے ذریعے ہی اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ نظام الدین اور رائے ونڈ میں ہر فقہی مذہب کے لوگ جمع ہوتے ہیں، ان میں حنفی بھی ہیں، شافعی اور حنبلی بھی، اور اہلِ حدیث بھی۔

---

(۱) جماعتِ تبلیغ کے امیرِ ثالث، بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مُجاز، تلمیذ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، فاضل مرکز نظام الدین، ''مظاہر علوم سہارن پور'' کے سرپرست۔ ۲۰؍فروری ۱۹۱۸ء کو پیدا ہوئے، آپ کے دورِ امارت میں کام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ افسوس! ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰؍جون ۱۹۹۵ء کو رحلت فرماگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً !

(۲) **حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب سہارن پوری ثم مکیؒ:** جماعتِ تبلیغ کے عالمی رہنما حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ اور مولانا یوسفؒ کے فیض یافتہ اور معتمد، مظاہر علوم سہارن پور کے ہونہار فاضل، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے محبوب شاگرد، عالمِ عرب کو دعوت وتبلیغ سے روشناس کرانے والی عظیم شخصیت۔ زندگی کا بڑا حصہ دیارِ رسولؐ میں گزرا، آخر عمر میں وہاں سے دور کیے گئے؛ مگر...... پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا...... آخر رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء کو بقیعِ غرقد میں دفن ہوکر جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً !

مولانا سعید خان صاحب کی مفید گفتگو اور چائے کے بعد ہم مولانا احمد لاٹ صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب سے ملے۔ برادرِ مکرم شریف بھائی بمبئی والے اور جناب حافظ عبد اللہ صاحب کے ساتھ ویزا کے سلسلے میں گفتگو کی اور ''نعمت کدہ'' میں کھانا کھایا۔

کھانے سے فارغ ہوکر ''جمعیۃ العلما'' کے دفتر ''مسجد عبد النبی'' میں پہنچے۔ مولانا فضیل احمد قاسمی صاحب بہت محبت سے ملے۔ مولانا ویسٹ انڈیز، امریکہ، کینیڈا، اور برطانیہ کے سفر سے واپس آئے ہیں، انہوں نے گجرات کے علما اور خصوصاً فلاحی علما کی خدمات کا بہت مسرت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مولانا اسرار الحق مدظلہٗ (۱) بھی تشریف لائے اور ان سے بھی مختصر گفتگو ہوئی۔ موصوف آسام کے کسی مسئلے میں صبح سے متعلقہ دفاتیر میں رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں، اور کافی مصروف تھے۔ مولانا فضیل احمد صاحب نے اصرار سے چائے اور ناشتے سے تواضع کی، ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' کے پچھلے شمارے عنایت فرمائے، اور ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ رات کو آرام کرکے صبح نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر جلال آباد جانے کی تیاری شروع کی۔

---

(۱) **حضرت مولانا محمد اسرار الحق صاحب قاسمیؒ:** ۱۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو بہار میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور عالمِ دین، سیاست دان، کالم نگار اور کشن گنج نشست سے رکن پارلیمنٹ تھے؛ نیز جمعیۃ علمائے ہند کے صوبائی صدر، آل انڈیا ملی کونسل کے نائب صدر، دار العلوم دیوبند کے رکنِ شوریٰ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن بھی رہے۔ سیما چل کے پس ماندہ علاقے کی ترقی و بہبود کے لیے آپ نے آل انڈیا ملی و تعلیمی فاؤنڈیشن قائم کیا، ساتھ ہی کشن گنج میں ایک بڑے قطعۂ اراضی پر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی ایک شاخ بھی قائم کی۔ ہندوستان کے اردو اخبارات میں اکثر ہفتہ وار کالم لکھا کرتے تھے۔ ۷ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو ۷۶ر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

۱۹۸۸/۱۱/۲۶ء شنبہ: ۸:۳۰ بجے مولانا حماد صاحب گاڑی لے کر ہوٹل تشریف لائے، مختصر گفتگو کے بعد ہم لوگ سامان جمع کر کے جلال آباد روانہ ہو گئے۔ تقریباً ۴؍گھنٹے کے سفر کے بعد ہم ۱۲:۳۰؍بجے جلال آباد پہنچے۔ سب سے پہلے مولانا عنایت اللہ منوبری سے ملاقات ہوئی، مولانا صاحب گیارہ سال سے جلال آباد میں مقیم ہیں، فراغت کے بعد اب مدرس بھی ہیں اور حضرت والا سے اصلاحی تعلق قائم کیے ہوئے ہیں۔ فوراً حضرت والا کی خدمت میں سلام کے لیے پیش کیا(۱)، جلال آباد پہنچنے کے سلسلے میں تار کیا گیا تھا؛ مگر افسوس کہ تار نہیں پہنچا، مگر حضرت والا نے بہت ہی بشاشت سے ملاقات فرمائی۔

تھوڑی دیر خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد حضرت والا سے آرام کی اجازت طلب کی، حضرت نے فرمایا: ضرور آرام کرلیا جائے کہ جسم کی صحت کا خیال رکھنا بھی شرعاً فرض ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ شریعت نے جسم اور روح دونوں کی صحت کا حکم فرمایا ہے؛ مگر لوگ جسمانی صحت کا خیال رکھتے ہیں، لیکن روحانی صحت کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ اس مختصر ملاقات کے بعد ہم لوگ مہمان خانے میں آ گئے، دوپہر کا کھانا کھایا، اور تھوڑی دیر آرام کر کے ظہر کی نماز کے لیے حضرت والا کے ہمراہ مسجد گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد پھر آرام کے لیے مہمان خانے کے کمرے میں آ گئے۔

---

(۱) اِس سے مراد مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانی جلال آبادی رحمہ اللہ ہیں۔ آپؒ بزمِ اشرف کے روشن چراغ، ''دارالعلوم دیوبند'' کے مشہور فاضل، ''مدرسہ مفتاح العلوم'' جلال آباد کے بانی مبانی، حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے انتہائی معتمد، اور سیکڑوں لوگوں کے شیخ و مرشد تھے۔ ۱۳؍نومبر ۱۹۹۲ء کو جلال آباد میں وفات ہوئی، اور وہیں ابدی خواب گاہ ہے۔

۳:۳۰ر بجے حضرت والا کی خدمت میں حاضری دی، عصر کے بعد ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ مدرسے کے معائنہ کے لیے گئے، کتب خانہ بھی دیکھا، وہاں بعض قلمی کتابیں بھی دیکھی گئیں۔ گجرات کے طلبا خصوصاً فلاحی فارغین سے مل کر قلبی مسرت ہوئی، مغرب کی نماز مدرسے کی مسجد میں ادا کی، اور واپس مہمان خانہ حاضر ہو گئے۔

مغرب کے بعد کھانا کھایا، اور مکرم مولانا سید عبدالرحیم صاحب کے ساتھ مدارس کے موجودہ خلفشار پر گفتگو ہوتی رہی۔ حاجی یوسف صاحب سفر کی تھکن کے سبب کچھ علیل ہو گئے تھے؛ اس لیے اول وقت پر عشا کی نماز ادا کی اور بستر پر آرام کرنے لگے۔ بندے نے حضرت والا کے کمرے میں نمازِ عشا ادا کی اور فلاحی طلبا کے ساتھ بہت دیر گفتگو ہوتی رہی۔ فلاحی طلبا نے گنا کی کھیر سے تواضع کی اور ہر طرح آرام پہنچاتے رہے۔

۲۷/۱۱/۱۹۸۸ء اتوار: صبح کی نماز مسجد میں حضرت والا کے ساتھ ادا کی، نماز سے قبل فلاحی طلبا چائے کا نظم کر چکے تھے۔ کچھ دیر آرام کیا، مولانا عبدالرحیم صاحب دوبارہ تشریف لائے، مولانا نے چائے سے تواضع فرمائی۔ ''مکتبہ فیضِ اشرف'' میں حاضر ہوئے، اور بعض کتابیں خریدیں۔ اردو اخبار بھی دیکھا۔ ۸:۳۰ بجے ناشتے سے فارغ ہو کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا آپ لوگ بہت مختصر وقت لے کر آئے ہو، اس کے بعد دعا فرماتے رہے۔ اور ''حیاۃ المسلمین'' کی اہمیت بیان فرمائی، اور اس کا ایک ایک نسخہ ہدیۃً عنایت فرمایا؛ نیز حضرت مولانا تھانویؒ کا ایک وعظ بھی عنایت فرمایا۔ بھائی جان نے بھی ایک کتاب ہدیۃً مرحمت

فرمائی کہ ''شوریٰ ہیئت حاکمہ نہیں ہے''(۱)۔ مصافحہ کے بعد ہم دہلی کے لیے روانہ ہوئے، ایک بجے ہوٹل پہنچے، ظہر ادا کر کے آرام کیا اور کھانا کھایا۔ شام پانچ بجے صنعتی میلہ دیکھنے گئے، صنعتی میلے میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کی مصنوعات رکھی تھیں، جو بہت وسیع وعریض علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ ہم نے چند کمروں میں گشت لگایا، ہندوستان نے ۴۰؍سال میں جو ترقی کی ہے، اس کی جھلک نظر آئی، روس اور مغربی جرمنی کی مصنوعات بھی دیکھیں۔ ہمارے دیہات کے لوگوں کو اس قسم کے صنعتی میلوں کو ضرور دیکھنا چاہیے؛ تاکہ جس تیز رفتاری کے ساتھ ملک ترقی کر رہا ہے، اس سے واقفیت ہو۔ ۸؍ بجے کے قریب ہوٹل آئے، تھوڑا آرام اور عشا کی نماز ادا کر کے ''کریمی نعمت کدہ'' میں کھانا کھانے گئے۔ آج کے سفر میں اور صنعتی میلے کے گشت میں تعب ہو گیا تھا؛ اس لیے فوراً بستر پکڑ لیا، الحمدللہ رات آرام سے گزری۔

۲۸/۱۱/۱۹۸۸ء پیر: صبح پونے چھ بجے بیدار ہوئے، ضروریات سے فارغ ہو کر فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ چائے منگوائی گئی، اور پھر غسل وغیرہ کر کے تھوڑی دیر آرام کیا۔ اور پھر ''جمعیۃ العلما'' کے دفتر پر فون سے رابطہ قائم کر کے مولانا فصیح الدین صاحب کی خیریت معلوم کی۔ اور وہاں سے پھر نظام الدین مرکز گئے، دوپہر کا کھانا کھایا، بزرگوں سے ملاقات ہوئی، اور ہوٹل آکر آرام کیا۔ اس کے بعد محترم شریف بھائی کے ساتھ پاک سفارت خانہ جا کر ویزا حاصل کیا، اور پھر ہوٹل آ گئے۔ شام کا وقت پالیکا بازار کی سیر میں نکالا، پھر مختصر ناشتہ کر کے آرام کیا۔ مولانا فضیل صاحب

(۱) دارالعلوم دیوبند کے قضیۂ نامرضیہ کے سلسلے میں حضرت والا کی طرف سے مذکورہ کتاب ترتیب دی گئی تھی۔

اور مولانا حماد صاحب تشریف لائے، انہوں نے اجمالاً ''جمعیۃ العلما'' کی خدمات پر روشنی ڈالی، اس کے بعد بستر پر لیٹ گئے۔

۲۹/۱۱/۱۹۸۸ء منگل: صبح اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی، حاجی یوسف صاحب کچھ علیل تھے؛ اس لیے انہوں نے آرام کرنے کا ارادہ فرمایا۔ بندہ ''جمعیۃ العلما'' کے دفتر گیا، وہاں مولانا فضیل صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ناشتہ کا انتظام فرمایا۔ دفتر میں مولانا اسعد مدنی مدظلہ کے فرزند احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا ابوالقاسم بناری صاحب سے بھی اتفاقاً ملاقات ہوئی، نشتر صاحب، مولانا سالم جامعی ایڈیٹر ''الجمعیۃ ویکلی'' سے بھی بات چیت کا موقع ملا۔

مولانا فضیل صاحب سے طلبا کے ویزا کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مولانا حماد صاحب کے ہمراہ ایئر کے ٹکٹ کے لیے ''کناٹ پیلیس'' آ گئے، وہاں امید افزا جواب نہ ملنے پر واپس ''نظام الدین'' پہنچ گئے، مکرم شریف بھائی صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کو پاسپورٹ سپرد کیا۔

دوپہر کو ''جامع مسجد'' کے علاقے میں گئے، کھانا کھایا، ''مکتبہ رشیدیہ'' میں چند مصری کتابوں کا آڈر دیا، ظہر کی نماز ادا کی اور واپس ہوٹل آ گئے۔

۳۰:۴ / بجے مولانا عمید الزماں صاحب کو فون کیا اور ان سے ملاقات کے لیے ذاکر نگر، اوکھلا، روانہ ہوا۔ ان سے ۳ / سال کے بعد ملاقات ہو رہی تھی، بہت تپاک سے ملے۔ انہوں نے ذاکر نگر میں ''موڈل اسلامیہ اسکول'' کھولا ہے، اور اپنا ذاتی مکان بنوالیا ہے۔ گھر کے احوال دریافت کرتے رہے، چائے اور ناشتہ بھی تیار

کروایا، مغرب کی نماز انہی کے کمرے میں ادا کی، اور تقریباً سات بجے ''مسجدِ عبد النبی'' دفتر ''جمعیۃ العلما'' میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔

۸ر بجے عشا ادا کی اور دعوتِ طعام میں حاضری دی۔ اتفاق سے قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری، مولوی بشیر احمد صاحب فیض آبادی اور مولوی انور صاحب بجنوری سے بھی ملاقات ہوگئی؛ نیز جدہ سے مولانا اسعد مدنی مدظلہ کے فرزندِ ارجمند سید احمد مدنی بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے بھی تفصیلی ملاقات ہوگئی۔ بہت اچھے اخلاق کے آدمی ہیں، انہوں نے جدہ کا پتہ لکھوایا اور ہم نے بھی مدرسے کا کارڈ پیش کیا۔

مولانا سید اسجد مدنی سلمہ نے پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا، اصرار کر کے کھلاتے رہے، چائے سے فارغ ہو کر ۹:۳۰ر بجے ہوٹل آ گئے۔ شریف بھائی موجود تھے، انہوں نے فرانس کے سفر کی کارروائی سنائی، اور تقریباً ۱۰:۳۰ر بجے نظام الدین کے لیے روانہ ہوئے۔

بدھ ۳۰/۱۱/۱۹۸۸ء: آج بدھ ہے، صبح ناشتہ اور غسل سے فارغ ہو کر پہلے، ولنگڈن ہسپتال میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ کی عیادت اور آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ مولانا کی صحت بہتر ہو رہی ہے، مسرت کا اظہار فرمایا، ہم لوگ تھوڑی دیر کے بعد دعا کی درخواست کر کے نکل آئے۔ اور ''نظام الدین'' مرکز دعوت پہنچے، وہاں مختلف حضرات سے ملاقات ہوئی، شریف بھائی پی، آئی، اے کے ٹکٹ کا نظم کرنے نکلے اور ہم مولانا عبید اللہ صاحب (۱) کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا

(۱) **حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ:** تبلیغی جماعت کے روحِ رواں، ''مدرسہ کاشف العلوم دہلی مرکز'' کے سابق =

نے فرمایا: سورۂ یٰسین شریف میں جملہ اصولِ دعوت موجود ہیں۔

مولانا عبیداللہ صاحب کو بہت سے عوارض ہیں، ایک تکلیف یہ ہے کہ بات کرتے کرتے غنودگی طاری ہو جاتی ہے؛ اس لیے یہ قیمتی باتیں مکمل نہ ہو سکیں۔ مولانا نے بہت شفقت سے چائے بسکٹ سے تواضع فرمائی۔ گفتگو جاری تھی کہ مولانا کے عزیز جناب ڈاکٹر عبدالباری انجم صاحب جدہ سے تشریف لائے، ان کی والدہ مکرمہ کا چند روز پہلے وصال ہو گیا تھا، مولانا نے ان کو تسلی دی اور حاضرین سے تعارف کرایا۔ انجم صاحب قاہرہ میں ۲۴؍سال رہ چکے ہیں، اردو، فارسی، عربی کے ماہر ہیں، اور اس وقت جدہ میں ریڈیو پر ہیں۔ ۱۲؍ بجے دعا میں شرکت کر کے حضرت جی دامت برکاتہم سے آخری ملاقات کی، اور ہوٹل آ گئے۔ تھوڑی دیر آرام کیا، نماز ادا کر کے ۳۰:۱۵؍ کو ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ دہلی میں پہلے ''پالم'' کا ہوائی اڈہ تھا؛ مگر اب اندرا گاندھی، بین الاقوامی جدید ہوائی اڈہ بن چکا ہے۔ حاجی یوسف راوت صاحب اور ان کے رفقا کا ٹکٹ تو او کے تھا اس لیے وہ روانہ ہو گئے؛ مگر بندہ کو جگہ نہ مل سکی، بہت کوشش کے باوجود کوئی سیٹ نہ ملی، اور ہم شریف بھائی کے ساتھ سامان لے کر ''نظام الدین'' واپس آ گئے۔ مغرب کی نماز ایرپورٹ پر ہی ادا کر لی گئی تھی، مرکز میں مولوی یعقوب صاحب(۱) کے کمرے میں قیام ہوا۔ مولانا احمد لاٹ صاحب تشریف لائے

= شیخ الحدیث، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے مُجازِ بیعت، ''مظاہر علوم سہارنپور'' کے قابلِ فخر فاضل، مشہور مبلغ، حجاز کے سابق امیرِ تبلیغ؛ افسوس! امت کا یہ قیمتی سرمایہ ۱۵؍فروری ۱۹۸۹ء کو ہم سب کو داغِ مفارقت دے کر چل بسا۔

اللّٰهم اغفر له وارحمه و أسكنه في بحبوحة جنانك. آمين!

(۱) حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ: سہارن پور کے باشندے تھے، دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور شیخ الاسلام حضرت =

اور بہت ہی محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں لوگوں میں غلط خیالات نیز دینی مراکز کے موجودہ انتشار کے سلسلے میں تفصیلی بات ہوتی رہی، انہوں نے کھانے کا نظم فرمایا اور ساتھ ہی کھانا تناول فرمایا، نو بجے کے بعد عشا کی نماز ادا کی، نماز سے قبل میرے مخلص دوست مولانا الیاس صاحب بارہ بنکی - جو مرکز میں مدرس بھی ہیں - سے ملاقات ہوگئی، تو بہت خوشی ہوئی۔ نماز کے بعد مولانا اظہار صاحب (۱) نے کتاب سنائی اور اس کے بعد کمرے میں آکر آرام کیا، عزیزم مولوی عبداللہ جھانجھی سلمہٗ (۲) نے بستر وغیرہ کا انتظام کیا اور بہت خدمت کرتے رہے۔ جزاہ اللّٰہ خیرًا!

= مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد تھے۔ مرکز نظام الدین میں تاحیات مقیم رہے اور مرکز نظام الدین میں ایک لمبی مدت تک تعلیم بھی دیتے رہے۔ ترمذی شریف کا درس آپ سے متعلق تھا۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا سعد صاحب مدظلہ اور استاذِ گرامی حضرت مولانا عبدالعظیم صاحب وغیرہ اکابر ہیں۔ امیر تبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے صحبت یافتہ تھے۔ ۱۸ر فروری ۲۰۱۹ء کو انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کامل مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین!

(۱) حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ: عظیم مبلغ، ''مظاہر علوم سہارن پور'' کے فاضل، ''مدرسہ کاشف العلوم دہلی مرکز'' کے مدرسِ حدیث، مجلسِ شوریٰ ''مرکز نظام الدین'' کے سرپرست، ۳۰ر ستمبر ۱۹۱۹ء میں ولادت ہوئی، اور ۱۳ر اگست ۱۹۹۶ء کو رحلت فرمائی۔ رحمہ اللّٰہ رحمۃ واسعۃً! —

(۲) حضرت مولانا عبداللہ صاحب جھانجھیؒ: مشہور مبلغ حضرت مولانا محمد بن سلیمان صاحب جھانجھیؒ کے فرزند تھے۔ آپ رویدرہ ضلع بھروچ کے باشندے تھے۔ دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں کچھ تعلیم حاصل فرمانے کے بعد مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین سے فراغت حاصل فرمائی۔ تبلیغی مرکز نظام الدین کے حالیہ انتشار کے بعد صوبۂ گجرات کے امیر تبلیغ بھی رہے۔ تقریباً بیس روز علیل رہنے کے بعد ۴ر اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل انتقال فرمایا۔ مولانا مرحوم دارالعلوم مرکزِ اسلامی انکلیشور کے رکنِ شوریٰ بھی تھے۔ بڑے مہمان نواز، خلیق، ملنسار اور اکابر سے تعلق رکھنے والے تھے، آپ کی برکت سے رویدرہ ضلع بھروچ میں بڑی تعداد میں اکابر ومشائخ کی آمد ورفت ہوتی، نظام الدین مرکز کے جوار میں موجود آپ کا دولت خانہ ہمیشہ اکابر کے لیے قیام گاہ رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور آپ کی کامل مغفرت فرمائے۔ آمین!

جمعرات یکم دسمبر۱۹۸۸ء: صبح نماز سے پہلے اٹھے، وضو، نماز سے فارغ ہوگئے، تو فجر کی جماعت سے قبل حافظ محمد یوسف بورسدی سلمہٗ چائے اور بسکٹ لائے اور پھر مسجد میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عمرصاحب مدظلہ کے قریب جگہ ملی، مولانا موصوف نے فرمایا کہ میری یہ عادت ہے کہ علمائے کرام سے عرض کرتا ہوں کہ میرا بیان تنقیدی نقطۂ نظر سے سنیں، اگر کوئی بات ہوتو ضرور فرمادیں۔ بہرحال یہ بات تو مولانا کے تواضع اور حسنِ اخلاق پر دلالت کرتی ہے، مولانا نے پورے ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی، پھر تشکیل ہوئی۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم شریف بھائی کے ساتھ ٹکٹ کے لیے ٹراویل ایجنٹ کے پاس پہنچے۔ ۱۱:۳۰ر بجے یہ اطلاع ملی کہ پی، آئی پر ایرانڈیا کے لیے انڈورز ہوگیا ہے، اور ہم کو فوری طور پر ایرپورٹ جانا ہے۔ آج بھی ٹکٹ اوکے نہیں تھا؛ اس لیے ڈھائی گھنٹے پریشانی میں گزرے اور بالکل مایوسی ہوگئی؛ مگر اتفاقاً ایک ٹکٹ بالکل آخری وقت پر قبول کرلیا۔ کسٹم کی کارروائی بہت جلد ہوگئی، اور ہم انتظار کے کمرے میں آگئے۔ ہوائی جہاز لیٹ ہوگیا تو عصر کی نماز وہیں ادا کر لی۔ ۴:۴۵ر بجے ہوائی جہاز میں داخل ہوگئے اور پندرہ منٹ میں جہاز کراچی کی جانب پرواز کرنے لگا، کوئی دو گھنٹے میں ہم کراچی ایرپورٹ پہنچ گئے۔ کسٹم میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی جانچ ہوئی۔ چوں کہ میرے پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں تھی اس لیے کوئی شناسا ہوائی اڈے پر نہیں تھا؛ مگر حاجی موسیٰ صاحب اور دیگر متعلقین ٹیلیفون کا انتظار کررہے تھے۔ بندہ ٹیکسی کرکے ۹ر بجے حاجی موسیٰ ڈیسائی صاحب کے مکان پہنچ گیا۔ وہاں بہت سے احباب بیٹھے ہوئے تھے، پُرتپاک ملاقاتیں ہوئیں، پھر عشا کی

نماز ادا کر کے کھانا کھایا، رات دیر تک پُر لطف مجلس رہی اور پھر آرام کیا۔

جمعہ۲/دسمبر۱۹۸۸ء: صبح فجر ادا کر کے غسل وغیرہ سے فارغ ہوئے، ناشتہ کیا، اور بندے نے ڈیفنس سوسائٹی کی مسجد دیکھی۔ یہ مسجد کراچی کی بڑی مساجد میں ہے اور اپنے مخصوص طرزِ تعمیر اور وسعت میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ مسجد کے اندر کے حصے میں تین ہزار آدمی نماز ادا کر سکتے ہیں، اور صحن وغیرہ میں کل ۳۵۰۰۰/ ہزار آدمی کے لیے گنجائش ہے۔

جمعہ۳/دسمبر۱۹۸۸ء: آج جمعہ ہے، فجر کی نماز وتلاوت سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا اور غسل کیا۔ جمعہ کی نماز قریب کی مسجد میں ادا کی، مسجد صاف ستھری ہے، امام صاحب کے خطبے سے قبل مولانا صاحب کی تقریر ہورہی تھی۔ اس کے بعد خطبہ شروع ہوا، امام صاحب اچھے حافظ ہیں؛ مگر عالمیت کی تکمیل نہیں کی، خطبہ کے بعض الفاظ کی ادائیگی سے اس کا اندازہ ہوگیا تھا، نماز کے بعد ملاقات پر تصدیق بھی ہوگئی۔ نماز کے بعد کھانا کھایا۔ شام کو ''جامعہ اسلامیہ کلفٹن'' کی زیارت کے لیے گئے، عصر کی نماز وہاں ادا کی۔ یہ نیا مدرسہ ہے، اور اس کی بنیاد مولانا مفتی محی الدین صاحب نے ڈالی ہے۔ کلفٹن کا علاقہ کراچی کے اچھے علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے، وزرا و اُمرا کا قیام اس علاقے میں زیادہ ہے۔ مدرسے کی عمارت سلیقے کی ہے؛ مگر اب طلبا کی رہائش کے لیے دارالاقامہ ناکافی ہورہا ہے۔ پاکستان میں جمعہ کو دفاتر بھی بندرہتے ہیں، مدرسے میں بھی تعطیل تھی؛ اس لیے تعلیمی معیار نہ جان سکے، مدرسے کی زیارت سے فارغ ہوکر دریا کے قریب سیر کرتے ہوئے مکان واپس آگئے۔

شنبہ ۴/ دسمبر ۱۹۸۸ء: آج نماز اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر مدرسے کی کتابیں خریدنے "آرام باغ" گئے، اور کتب خانہ نور محمد، میر محمد اور قدیمی کتب خانہ سے فہرست میں سے جو کتابیں مل سکیں خرید کر لی گئیں۔ مفتی محی الدین صاحب اور ان کے مدرسے کے ایک استاذ حافظ احمد مانگرولیہ صاحب میرے ساتھ تھے۔ حاجی موسیٰ ڈیسائی صاحب کے فرزند بھائی اقبال سلمہٗ بھی ہمراہ رہے۔ دو بجے مکان آ گئے، اور کراچی کے مشہور ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا۔ یہ ہوٹل پنج تارہ ہے، صفائی سلیقہ میں ممتاز، کھانے ہر طرح کے موجود، آدمی اپنی پسند کے مطابق خود لے کر کھا لیتے ہیں۔ کھانے کے بعد مختلف قسم کی میٹھی چیزیں اور پھل موجود نیز پیٹ بھر کر کھانے کی گنجائش؛ مگر یہ سب کچھ اونچے درجے کے لوگوں کے مناسب، متوسط درجہ اور غریب لوگوں کے لیے اس کا تصور مشکل ہے۔ کھانا کھا کر شہر میں تھوڑی سی سیر کی اور شام گھر واپس آ گئے۔

اتوار ۵/ دسمبر ۱۹۸۸ء: آج صبح بنوری ٹاؤن "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" میں حاضری دی، جناب بھائی اقبال صاحب اور ابراہیم قاضی صاحب میرے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مفتی ولی حسن ٹونکی مدظلہ، اور مولانا مصباح الدین صاحب استاذِ حدیث وغیرہ اساتذہ سے مختصر ملاقات کی۔ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کی، اور اجازت لے کر نکل گئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کے مزار پر حاضر ہوئے، اور دعا کرتے ہوئے مکان آ گئے۔ مدرسے میں بہت سے علما سے ملاقات نہ ہو سکی؛ اس لیے دوبارہ آنے کا

وعدہ کر کے گھر آ گئے۔ گیارہ بجے پھر کتب خانوں کی طرف گئے، راستے میں ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی جو حضرت مولانا زوار حسین صاحبؒ کے خلفاء میں ہیں، اور شہر کے دیندار صاحب تقویٰ ڈاکٹروں میں ان کا شمار ہے۔ آج ''دارالاشاعت'' کراچی، ''علمی کتاب گھر'' وغیرہ سے بہت ضروری کتابیں دستیاب ہوئیں، اور ۱۲ر بجے روانہ ہوکر جلد گھر آ گئے۔ آج ایک دوسرے بڑے ہوٹل میں کھانے کا نظم تھا۔

پیر ۶ر دسمبر ۱۹۸۸ء: آج ناشتے سے فارغ ہوکر دوبارہ اردو بازار گئے، اور کل کی جمع کردہ کتب لے کر واپس آ گئے۔ آج حاجی یوسف صاحب کی روانگی کا دن تھا؛ اس لیے ترکیسر اور اطراف کے بہت سے افراد کو حاجی موسیٰ صاحب نے کھانے پر جمع کرلیا تھا، گھر پر ہی پُر تکلف دعوت ہوئی۔ ظہر کی نماز ادا کی، اور مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ۳:۳۰ر بجے بین الاقوامی ہوائی اڈہ پہنچے اور حاجی یوسف راوت صاحب عمرہ کرنے جدہ کے لیے روانہ ہوگئے، ہم لوگ گھر آ گئے۔

منگل ۷ر دسمبر ۱۹۸۸ء: آج ناشتے سے فارغ ہوکر سیدھے ''جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون'' پہنچے اور مولانا احمد الرحمٰن صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کی۔ انہوں نے پورے مدرسے کی سیر کرائی، گھر لے جاکر ناشتہ کروایا۔ مفتی یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہٗ مدیرِ ''بینات''، مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہٗ صاحبِ ''ابن ماجہ اور علم حدیث'' اور مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار صاحب سے ملاقاتیں بہت مفید رہیں۔ ان حضرات نے بہت سی قیمتی کتابیں پیش کیں۔ دوپہر کا کھانا مہمان خانے

میں کھایا، ظہر مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد تنویر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ملیر مدرسے کی شاخ دیکھنے گئے، وہاں سے ''جامعہ فاروقیہ'' اور سہراب گون جواب گلشنِ عمر کہلاتا ہے پہنچے اور مغرب کے بعد گھر واپس آئے۔

بدھ ۸/دسمبر ۱۹۸۸ء: آج فجر کی نماز اور ناشتے سے فارغ ہوکر ''دارالعلوم کراچی'' جانے کی تیاری کی، جناب قاضی ابراہیم صاحب، اقبال صاحب، جناب گورا پٹیل صاحب، حافظ احمد مانگرولیہ صاحب اور جناب یوسف بھائی وراچھیہ صاحب کے ساتھ ۱۰/بجے کورنگی پہنچے۔ پہلے استقبالیہ میں تھوڑی دیر رہے، اس کے بعد مولانا تقی عثمانی صاحب کے دفتر میں حاضری دی۔ مولانا تقی عثمانی مدظلہ سے تعلیم کے مسئلہ پر تبادلۂ خیالات ہوئے، انہوں نے اپنا ایک مقالہ پیش فرمایا، جو دینی مدرسوں کے بارے میں لکھا تھا۔ دارالعلوم کی عمارتیں بہت وسیع وعریض جگہ میں سلیقے سے بنائی گئی ہیں، دفاتر، دارالاقامہ، مسجد، درس گاہیں اور کتب خانہ ایک ہی احاطے میں ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے کتب خانہ بتلایا، اور پھر چائے ناشتے کے بعد مولانا نے اپنی بعض مطبوعات پیش کیں۔ ہم نے مولانا کو مدارس گجرات کی زیارت کی دعوت پیش کی ''اضواء'' اور ''صوت الحق'' بھی پیش کیا۔ اس کے بعد بھائی شبیر احمد صاحب کی فیکٹری پر حاضری ہوئی، اور اس کا تفصیلی معائنہ کیا۔ ظہر کی نماز ادا کی اور شہر میں آکر کھانا کھایا، اور اس کے بعد داؤد بھائی کے کارخانے میں حاضر ہوئے، اور چائے پی۔ اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب خلیفہ سید سلیمان ندویؒ کی خدمت میں حاضری دی، ان سے ملاقات کر کے بہت مسرت ہوئی۔ ان کے دفتر میں

''معارف''، اعظم گڈھ نظر سے گزرا، اس میں بندے کا ایک مختصر مقالہ دیکھا گیا۔ ڈاکٹر صاحب سے اجازت لےکر''معارف'' ساتھ لیا، اوراس کی کاپیاں بنائیں، رات گھر پرآ کرآرام کیا۔

جمعرات ۹؍دسمبر ۱۹۸۸ء: آج ''مدرسہ تعلیم الاسلام'' دیکھنے کا نظام تھا۔ **۱۰:۳۰**؍ بجے وہاں حاضر ہوئے، اور وہاں کے پرنسپل صاحب- جوعلی گڈھ کے تعلیم یافتہ ہیں- کے دفتر میں آئے۔ مولانا ریاض احمد صاحب سے ملاقات ہوئی، اس مدرسے میں دینی اور دنیوی تعلیم کے امتزاج والا نصاب ہے؛ مگرانگریزی اورعصری علوم کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔ مختلف درس گاہوں کے سامنے سے گزرے، اور پھر دفتر میں حاضر ہوئے۔ مولانا ریاض احمد صاحب نے علما کے اختلاف اورعصری تقاضوں سے ناواقفیت پر اپنے گہرے رنج کا اظہارفرمایا، نیز بنیادی تعلیم کی طرف سے بے اعتنائی اورذکر کی کمی کا بھی شکوہ کیا۔

وہاں سے فارغ ہوکر ہم سورتی قبرستان پہنچے، مرحومین کے لیے دعا کی، اور جناب ابراہیم قاضی صاحب کے گھر دعوت میں شریک ہوئے۔ شام کا وقت کچھ ضروری چیزوں کی خریداری میں گزرا، رات **۱۱:۳۰**؍ بجے کے بعدآرام کیا۔

تاثرات جناب اثر صدیقی صاحب درشانِ حضرت مفکرملت دام ظلہٗ

کہتے ہیں تیرا علم سَمُندر کی طرح ہے
فیضان تیرا شاخ گلِ تر کی طرح ہے
کہتے ہیں تیرا علم سَمُندر کی طرح ہے
بٹتی ہے تیرے کوچے میں انوار کی سوغات
تو شہر میں خورشیدِ منوّر کی طرح ہے
مستوں کو پلا دیتا ہے عرفان کی صہبا
کردار تیرا شیوۂ ساغر کی طرح ہے
ہر لفظ تیرا گوہرِ نایاب کے جیسا
ہر حرف تیرا حرفِ معطر کی طرح ہے
ہر آداب تجھے کہتی ہے، ہر رفعتِ افلاک
ہر قلم تیری دولتِ شہِ پر کی طرح ہے
تجسیم ہوتے سنگ تیرا دستِ ہنر سے
ہر درس تیرا تیشۂ آزر کی طرح ہے
تہذیب تیری ایک دبستانِ مکرّم
توفیق تیری مسلکِ عنبر کی طرح ہے
تو خطۂ ساحل پہ ہے اک نور کا مینار
گہرائیٔ دریا میں شناور کی طرح ہے
قرطاسِ عقیدت پہ اثرؔ دے دے گواہی
اس عہد میں وہ شان قلندر کی طرح ہے

سفرنامہ

بار بادوس وٹرینیڈاڈ

(جزائر غرب الہند)

از مؤرخہ: ۹/اگست تا ۱۷/اگست ۱۹۹۶ء

شرکائے قافلہ

(۱) حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نوراللہ مرقدہٗ

(۲) حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب فاروقی مدظلہٗ

(۳) قاری شبیر احمد بن قاری محمد صالح صاحب جوگواڑی زیدمجدہ

(۴) جناب آدم بھولات صاحب ہتھورنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راقمِ سطور کو جن مشائخِ کبار اور اہل اللہ کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ان میں سلسلۂ نقش بندیہ کے شیخ حضرت حافظ غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی بھی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا غائبانہ تعارف سب سے پہلے میرے مرحوم بہنوئی جناب حاجی اسماعیل پٹیل مقیم لوساکا' زامبیا کے ایک خط کے ذریعہ ہوا تھا، جو حضرت اقدس حافظ رحمہ اللہ کے زامبیا کے سفر کے بعد میرے نام لکھا گیا تھا، اور اس خط میں حضرت کے اوصافِ عالیہ اور اخلاقِ حمیدہ کا تذکرہ پڑھ کر ملاقات وزیارت کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہوا کہ حاجی یوسف راوت صاحب کی دعوت پر بندہ کا ری یونین کا سفر طے ہوا اور میرے اس سفر کے دوران حضرت شیخ رحمہ اللہ کا بھی ری یونین کا دورہ مقرر ہو گیا تھا، اس طرح برسوں کی آرزو پوری ہونے کا سبب بن گیا اور ری یونین میں کئی روز مسلسل حضرت کی صحبت ومعیت کا موقع مل گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو جسمانی صحت اور خوب صورت شکل وشباہت تو عطا فرمائی ہی تھی، چہرہ پر ذکر واذکار کے انوار نے مزید کشش پیدا فرمادی تھی۔ لانبا قد، روشن چہرہ، پُر رعب آواز، چال ڈھال میں وقار ومتانت ہر شخص کو متاثر کر رہی تھی۔

وعظ وارشاد میں عموماً قرآن پاک کی آیات سے استشہاد فرماتے، صاف اور سادہ زبان میں اصلاحی باتیں ارشاد فرماتے تھے، حضرت رحمہ اللہ مجلس میں اکثر اہلِ علم کو قریب بٹھاتے اور بے حد شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے۔

اسی سفر میں ناچیز نے حضرت والا کو ہندوستان کے سفر کی دعوت دی تو حضرت نے فرمایا: ''ہاں! میرے اور احباب بھی وہاں کے سفر کے لیے متمنی ہیں، کسی مناسب موقع پر انشاء اللہ! سفر ہوگا'' اس کے بعد حضرتؒ سے کوئی رابطہ نہ ہوسکا۔

پاک و ہند کے تعلقات میں جو کشیدگی اور تناؤ رہتا ہے اس کے پیشِ نظر جانبین کے اہلِ علم میں بھی قربِ مسافت کے باوجود بُعد رہتا ہے، اور ایک دوسرے ملک کا سفر کرنے کے لیے بڑی محنت اور جدّ وجہد کرنی پڑتی ہے؛ مگر اللہ والوں کے لیے ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے، اور نصرتِ الٰہی ہمیشہ ان کی ہم رکاب بن جاتی ہے۔

چناں چہ ایک روز ہم ''دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر'' کے سالانہ اجلاس میں مصروف تھے، اور حضرت حافظ حبیب صاحبؒ نے بغیر اطلاع اپنے چند مسترشدین کے ہمراہ ترکیسر تشریف لاکر ہم سب کو حیرت زدہ کردیا، حضرتؒ کی تشریف آوری کو سب علما وخدام وطلبا نے نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور جلسہ کی رونق دوبالا ہوگئی، جلسہ میں حضرت کا پُر درد بیان ہوا اور ترکیسر کے بعد ڈابھیل، راندیر، کاپودرا اور ضلع بھروچ کے بعض مواضع میں حضرت کا دورہ ہوا۔(۱)

(۱) اسی طرح احقر کے وطن کوساڑی ضلع سورت میں آپ کی تشریف آوری ہوئی اور عشا کے بعد مجلسِ وعظ منعقد ہوئی جس میں ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ رات کا قیام جامع مسجد کوساڑی کے جوار میں موجود حویلی میں ہوا۔ صبح میں اہلِ قریہ سے دریافت فرمانے لگے کہ اس حویلی میں مجھ سے پہلے کسی بزرگ کا قیام رہا ہے؟ گاؤں کے معمر حضرات نے بتایا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا اِس حویلی میں متعدد بار قیام رہا ہے، پھر ایک خاص دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ اِس دیوار کی تعمیر جدید ہے یا قدیم؟ لوگوں نے بتایا کہ اُسے دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے، جس پر حضرت نے فرمایا کہ رات میں مجھے اِن تینوں دیواروں سے ذکر کے آثار وانوارات محسوس ہوئے؛ مگر اِس نئی تعمیر شدہ دیوار سے کوئی اثر محسوس نہ ہوا، اِسی وجہ سے میں نے یہ معلوم کیا۔ سچ ہے بزرگوں کے آثار بستیوں پر مدت تک باقی رہتے ہیں اور اُن کی دعائیں شخصیات اور آبادیوں کو پہرہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی برکات ہمارے گاؤں پر ہمیشہ باقی رکھے۔ آمین!

حضرت حافظ غلام حبیب صاحبؒ کا فیض دور دور تک کے علاقوں میں پھیلتا گیا، خصوصاً افریقہ، برطانیہ، ری یونین میں صدہا نوجوانوں کی زندگی میں آپ کی پُر تاثیر صحبت سے تبدیلیاں آگئیں۔ ری یونین جیسے خطے میں جہاں فرانسیسی تہذیب کا گہرا اثر ہے، کئی نوجوان خالص اسلامی لباس اور پُر نور ڈاڑھی والے نظر آنے لگے۔

ع نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضرت اقدسؒ نے تصوف وسلوک اور اصلاحِ باطن کے اس کام کو زندگی کے آخری لمحہ تک انجام دے کر بہت سے خلفا تیار فرمائے(۱) اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد فرمادی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة!

پھر ۱۹۹۵ء میں برطانیہ کے سفر پر گیا تو شہر باٹلی میں عزیزم قاری علی احمد مٹوادی سلمہٗ نے ایک طالب علم کے تکمیلِ حفظ کے مبارک جلسہ میں شرکت اور چند باتیں کرنے کی دعوت پیش کی۔ حفظِ قرآن کی تکمیل کی تقریب خود ایک مبارک تقریب تھی، اس کے ساتھ مزید مژدہ یہ بھی سنایا کہ حضرت شیخ حافظ غلام حبیبؒ کے ایک نوجوان خلیفہ مولانا نعیم اللہ فاروقی مدظلہٗ(۲) بھی اس جلسہ میں شرکت فرمارہے

(۱) آپ کے خلفا میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقش بندی مدظلہٗ مشہور شیخ طریقت ہیں۔ حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقش بندیؒ کے مفصل احوال کے لیے مراجعت فرمائیں ''حیاتِ حبیب''، مطبوعہ عبداللہ کاکوزی کتب خانہ ترکیسر۔

(۲) حضرت مولانا نعیم اللہ بن محمد صدیق فاروقی حفظہ اللہ کی ولادت ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدین ماجدین سے حاصل فرمائی۔ مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ، مولانا عبدالحمید دہلوی، صوفی محمد سرور صاحب، مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، مولانا محمد فرید زروبوی وغیرہ آپ کے شیوخِ حدیث میں سے ہیں۔ اولاً خواجہ عبدالمالک قریشی صاحب کے دستِ اقدس پر بیعت فرمائی، صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ہی حضرت کی طرف سے خرقۂ خلافت دیا گیا، بعد میں حضرت مولانا غلام حبیب صاحبؒ نے بھی اجازت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین!

ہیں، اس لیے دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نقش بندیہ کے ایک اور شیخ کی صحبت کا موقع عنایت فرمایا۔ فللّٰہ الحمد والشکر!

جلسہ شروع ہوا اور حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی مدظلہٗ بھی تشریف لائے، کوئی پچپیس سال کا جوان؛ مگر شیخ کے رنگ میں پوری طرح رنگا ہوا، نورانی چہرہ، پاکیزہ لباس، نرم گفتار، پروقار رفتار، اس پہلی ملاقات ہی نے دل میں محبت پیدا کردی؛ مگر یہ ملاقات بہت مختصر رہی؛ البتہ عزیزم مولوی اسماعیل سلمہ نے کئی بار مختلف مجلسوں میں آپ کا ذکرِ خیر فرمایا، جس سے للّٰہی محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔

عنایتِ الٰہی پھر ایک بار متوجہ ہوئی اور جولائی ۱۹۹۶ء میں بندہ ایڈمنٹن کے ''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ'' کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے سفر کی تیاری کررہا تھا کہ عزیزم مولوی اسماعیل سلمہٗ نے حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی مدظلہ کی برطانیہ تشریف آوری اور اس کے بعد کینیڈا کے سفر کا مژدہ سنایا۔

عزیزم مولانا قاسم صاحب انگار خطیب جامع ابوبکر ٹورنٹو کی پُرخلوص مساعی سے ویزا کا کام بھی آسان ہوگیا اور حضرت مولانا مدظلہٗ ۲۳؍جولائی ۱۹۹۶ء کو ٹورنٹو تشریف لائے اور مولانا قاسم صاحب ہی کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ۲۳؍جولائی سے ۸؍اگست تک مختلف مساجد اور مصلی میں آپ کے اصلاحی بیانات سننے اور آپ کے علوم سے استفادہ کا موقع ملا، آپ کے متوازن افکار اور علمائے دیوبند اور مشائخِ حقہ کے طرز پر اصلاحِ عقائد، اتباعِ سنت کی اہمیت اور تزکیۂ نفس کی ضرورت پر مشتمل بیانات سے بہت اطمینان ہوا۔

کئی مجالس میں عالمِ اسلام کے حالات اور علمائے دین کے کردار کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولانا مدظلہٗ موجودہ احوال پر گہری نظر رکھتے ہیں اور امت کی فلاح و بہبود کے لیے علما کو ساتھ لے کر کام کرنے کی تڑپ دل میں لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہٗ کے نیک عزائم میں برکت عطا فرمائے، اور آپ صالح نوجوان قیادت تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں، کہ اس وقت عالمِ اسلام میں بے نفس اور خداترس قیادت کا فقدان ہی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ مولانا مدظلہٗ کی روح نوجوانوں سے مخاطب ہے ؎

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں (اقبال)

مجھے مزید خوشی اس کی ہوئی کہ باوجود شیخِ طریقت ہونے اور اصلاحِ باطن کی اہم ذمے داری کا بوجھ اٹھا کر سفر کرتے رہنے کے طبیعت میں ذرا بھی خشکی نہیں ہے؛ بل کہ پاکیزہ ادبی ذوق کے بھی مالک ہیں؛ چناں چہ مختلف مجلسوں اور موٹر کے سفر میں برمحل فارسی، اردو، پنجابی اشعار سنا کر نشاط پیدا فرماتے رہے، حالاتِ حاضرہ سے واقفیت بھی خاصی حد تک رکھتے ہیں، اس لیے اس چند روزہ سفر نے ہمارے لیے استفادہ کا اچھا موقع عطا کر دیا ہے۔ الحمد لله علیٰ ذالك!

ٹورنٹو کے اس مبارک سفر میں احباب کا ارادہ ہوا کہ جزائر غربُ الہند، باربادوز، ٹرینیڈاڈ کا سفر بھی ہو جائے تو وہاں کے مسلمانوں کو بھی مستفید ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ کوشش عزیزم قاری حافظ مولوی شبیر

احمد(۱) بن قاری صالح جوگواڑی سلمہٗ کی رہی، قاری صاحب سلمہٗ سفر کا تجربہ رکھتے ہیں اور کافی فعال ہیں، علما و مشایخ کی خدمت کرنا اپنے لیے باعث سعادت خیال فرماتے ہیں، اس لیے دو تین روز میں ویزا اور ٹکٹ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

اس قافلہ میں حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی مدظلہٗ کے ہمراہ خود قاری شبیر احمد صاحب، مولوی اسماعیل سلّمہٗ اور جناب آدم بھولات صاحب کا شامل ہونا طے ہوا؛ مگر مولوی اسماعیل صاحب سلمہٗ کے لیے کچھ عوارضات پیش آنے سے ان کا سفر ملتوی ہوا، تو حضرت والا نے راقمِ سطور کو شریکِ سفر ہونے کی دعوت پیش فرمائی۔ اہل اللہ اور اصحابِ قلوب کے ہمراہ سفر بھی انسان کے لیے نعمتِ عظمٰی ہے اور سفر میں استفادہ کا اچھا موقع نصیب ہوتا ہے، اس لیے بخوشی اس قافلۂ صالحین کے ساتھ چلنے کی تیاری کر لی۔

أُحبّ الصالحينَ و لستُ منهم لعلّ اللّٰه يرزقني صلاحًا

۹ /اگست ۱۹۹۶ء مطابق ۲۶ /ربیع الاوّل ۱۴۱۷ھ بروز جمعہ رات ۱۱:۳۰ بجے (ساڑھے گیارہ بجے) بذریعہ کینیڈین ایرلائن ٹورنٹو ایرپورٹ سے روانگی طے ہوئی، رفقائے سفر میں جناب قاری شبیر احمد صاحب جوگواڑی سلّمہٗ، آدم بھولات صاحب، ناچیز اور حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی صاحب مدظلہٗ تھے۔

---

(۱) حضرت قاری شبیر احمد صاحب جوگواڑی مدظلہٗ، حضرت قاری صالح صاحب دامت برکاتہم کے فرزندارجمند ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں ولادت ہوئی۔ حفظ و عالمیت کی تعلیم دارالعلوم فلاحِ دارین میں حاصل فرمائی جہاں آپ کے والد گرامی زیرِ تدریس تھے۔ ۱۹۸۴ء میں فارغ ہوئے۔ فلاحِ دارین کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں بھی قراءت کی تعلیم حاصل فرمائی۔ فی الحال کینیڈا میں مقیم ہیں اور دینی خدمات میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کا فیض عام و تام فرمائے۔ آمین!

محترم آدم بھولات صاحب جو اصلاً ہتھورن ضلع سورت کے باشندے ہیں؛ مگر آج کل ٹورنٹو میں تجارت کرتے ہیں، علما وصلحا کے ساتھ محبت واکرام کا تعلق رکھتے ہیں، ان ہی کی کار سے مغرب کی نماز کے بعد ایرپورٹ پہنچے، ٹرمنل نمبر۳ سے ہوائی جہاز کی روانگی تھی، سامان اتار کر عشا کی نماز ادا کی اور عزیزم قاری شبیر احمد صاحب سلّمہٗ دوسرے چند احباب کے ساتھ تشریف لائے تو ضروری کارروائی پوری کر کے ہم ''غرفۃ الانتظار'' میں آ گئے، ان ملکوں میں ساری کارروائی چند منٹوں میں ہو جاتی ہے۔

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے ہوائی جہاز پر سوار ہونے کا اعلان ہوا، ہمارا فلائٹ کینیڈا ایرلائن کا تھا، متوسط درجہ کا جہاز تھا اور مسافروں میں اکثریت سیاہ فام باشندوں کی تھی، چند سفید فام بھی موجود تھے۔

ہوائی جہاز میں ہلکا ناشتہ دیا گیا، ہم چاروں کو سبزی خوروں کی لسٹ میں رکھا تھا، اس لیے کھانا بھی اسی انداز کا پیش کیا گیا؛ مگر طبیعت آمادہ نہیں ہوئی، اس لیے پھل اور جوس پر اکتفا کرلیا گیا، رات بڑی مشکل سے گھنٹہ بھر نیند آسکی۔ صبح ۴:۴۵ کو ہوائی جہاز خیریت کے ساتھ بار بادوس کے شہر ''گرانٹلی آدم انٹرنیشنل ایرپورٹ'' پر اترا، ہم نے ''ربنا أنزلنا منزلا مبارکًا'' پڑھتے ہوئے زمین پر قدم رکھا۔

ہمارے پاس سامان مختصر تھا؛ مگر پھر بھی کسٹم میں کافی تاخیر ہوئی، کسٹم افسر کی سست روی کے سبب فجر کا وقت نکل گیا اور تقریباً ۴۵/منٹ کے بعد خدا خدا کر کے باہر نکل سکے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں میں جو انتظامی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے، اس

نے ان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے میں مدد کی ہے، اور بعض قومیں ابھی تک افسر شاہی کے پرانے نقوش اپنے ذہنوں سے مٹا نہیں سکی ہیں، جس کا تجربہ ہم کو آج بھی ہوا۔

کسٹم سے باہر آئے تو بزرگوں اور دوستوں کی جماعت انتظار میں کھڑی تھی، مکرم مولانا یوسف کفلیتوی مدظلہٗ، مولوی اشرف سلّمہٗ، مولوی ابراہیم سلمہٗ، حاجی موسیٰ نانا صاحب، ڈاکٹر محمد شفیع نگدی صاحب وغیرہ احباب سے ملاقات کر کے مسرت ہوئی، فوراً سامان کار میں رکھ کر ڈاکٹر محمد شفیع نگدی صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔

ڈاکٹر صاحب یہاں کے معروف طبیب ہیں اور ساتھ ساتھ بزرگوں کے صحبت یافتہ، صوم وصلاۃ کے پابند اور علما نواز شخص ہیں، مکان میں مہمان خانہ کا بھی معقول انتظام بنا رکھا ہے، اور باربادوس کے سرکاری حلقوں میں بھی اچھے تعلقات رکھتے ہیں۔

سنیچر-۱۰/اگست ۱۹۹۶ء:

فجر کی نماز ادا کی اور ناشتہ سے فارغ ہو کر آرام کرنے کا پروگرام طے ہوا، احباب تو اپنے کمرے میں آرام کرنے لگے اور بندہ ایک گھنٹہ کے بعد اٹھ کر مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

۱۰/بجے کے بعد مولانا محمد کارا صاحب تراجوی مدظلہٗ (۱) اور مولانا عبدالحی قاضی

---

(۱) حضرت مولانا محمد بن ہاشم کاراؒ: تراج ضلع سورت میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم یہیں حاصل فرمائی، علیا کی تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے دورِ زرّیں میں حاصل کی، ۱۳۶۳ھ میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے فارغ ہوئے، آپ کے اساتذہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا احمد نور صاحب پشاوریؒ، بابا عبدالرحمٰن امروہیؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا تقریباً نصف حصہ بارباڈوز میں گزار دیا اور یہاں قوم وملت کے لیے بے مثال قربانی پیش فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین!

لاجپوری صاحب(۱) تشریف لائے اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔

مولانا محمد کارا صاحب صالح اور با اخلاق عالم ہیں، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے ڈابھیل میں حدیث پاک پڑھی اور تقریباً چالیس سال سے اس ملک میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مولانا یوسف کفلیتوی بھی عرصۂ دراز سے تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں، ان ہی حضرات کی مساعیٔ جمیلہ کے سبب یہاں دینی ماحول بنا ہوا ہے۔ کثر اللّٰہ أمثالھم. وتقبل اللّٰہ أعمالھم. آمین!

باربادوس اچھا خوب صورت جزیرہ ہے، یہاں کی زمین سرسبز وشاداب ہے اور بحراوقیانوس کے ساحل پر ہونے کے سبب سیاحوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔

یہاں کے ذریعۂ آمدنی میں گنا کی فصل کے علاوہ انہی سیاحوں کی آمد سب سے اچھی آمدنی ہے، گجرات کے لوگ تجارت پیشہ ہیں اور خوش حال بھی ہیں، بزرگوں سے تعلق کے سبب دین داری موجود ہے۔ اس وقت دو مسجدیں ہیں، اور تیسری زیر تعمیر ہے، مکتب کا بھی اچھا نظام چل رہا ہے، کچھ طلبا حفظِ قرآن مجید میں مشغول ہیں، چند طلبا عربی زبان بھی سیکھ رہے ہیں۔

کینیڈا، امریکہ کے سیاحوں کی آمد سے یہاں کی تہذیب بھی متاثر ہوئی ہے، فحاشی وعریانی میں اضافہ ہو رہا ہے، عیش پرستی اور دنیوی لذتوں میں انہماک بڑھتا

---

(۱) **حضرت مولانا عبدالحی بن اسماعیل قاضی صاحبؒ:** لاجپور ضلع سورت کے باشندے ہیں، ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم لاجپور میں حاصل فرمائی، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے ۱۳۶۹ھ میں آپ نے سندِ فراغت حاصل فرمائی، آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ، مولانا فضل الرحمٰن پشاوریؒ وغیرہ ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں باربادوس کا سفر فرمایا، کچھ سال مکتب میں خدمت انجام دینے کے بعد تجارت میں مشغول ہوگئے۔ ۱۹۹۹ء میں انتقال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کامل مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین!

جارہاہے، ایسے حالات میں مسلمانوں کو اپنے مذہب وثقافت کو بچانے کی شدید محنت کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ! علما تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ اپنی سی کوشش کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ آمین!

ایک بجے ظہر کی نماز مسجد میں ادا کی، جامع مسجد اچھی صاف ستھری اور کھلی جگہ پر ہے، وہاں سری لنکا کی ایک تبلیغی جماعت بھی دین کی محنت کے لیے آئی ہوئی تھی، ان سے اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔

ظہر کے بعد کھانا کھایا، ڈاکٹر صاحب نے اپنی معروف مہمان نوازی کا ثبوت پیش فرماکر بہترین کھانوں سے تواضع فرمائی۔ فجزاہ اللہ خیرًا!

کھانے سے فارغ ہوکر سیر کے لیے روانہ ہوئے، سب سے پہلے ہم نے ایک غار (کہف) ''HARRISON'S CAVE'' دیکھا۔ سطح زمین سے ایک سو پچاس فٹ نیچے اس وسیع وعریض غار کو دیکھ کر حیرت ہوئی، غار میں پانی کے ٹپکنے سے عجیب وغریب برف کی سیلیں بنی ہوئی تھیں اور مختلف جگہوں پر پانی بہہ رہا تھا، اس غار کو دیکھ کر اصحابِ کہف کا قصہ ذہن کے پردہ پر آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین میں اپنی قدرت کی عجیب وغریب نشانیاں بنائی ہیں؛ مگر آج ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی خلاقیت وربوبیت کی طرف دھیان کرنے کے بجائے لوگ ان جگہوں کو صرف تفریح اور عیاشی کے لیے استعمال کررہے ہیں، ایسی ہی قوموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ''۔ (سورۂ یوسف، آیت ۱۰۵)

غار سے واپس ہو کر قیام گاہ پر آئے، چائے پی اور عصر کی نماز کی تیاری شروع کر دی، عصر کے بعد ساحلِ سمندر پہنچے، صاف ستھرا نیلا پانی اور کنارہ پر شفاف ریت کے سبب اکثر لوگ نہانے آتے ہیں، ہم لوگ ذرا دور ایسی جگہ ٹھہرے جہاں شرم ناک قسم کے عریاں مناظر نہیں تھے، اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی اور قیام گاہ پر عَشائیہ میں شامل ہو گئے۔

عِشا کی نماز کے بعد حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب مدظلہ کے بیان کا اعلان ہوا، ناچیز نے مختصراً صحبت صالحین کی ضرورت و اہمیت اور حضرت مدظلہ ایسے اکابر کی آمد سے فائدہ اٹھانے اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بارے میں چند کلمات عرض کیے۔

اس کے بعد حضرت کا بیان تقریباً پون گھنٹہ سے زیادہ ہوا، جس میں دنیا کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی ضرورت وافادیت کو مختلف مثالوں اور آیات واحادیث کی روشنی میں بیان فرمایا۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

عشا کے بعد چند احباب اور خصوصاً علما وطلبا تھوڑی دیر خدمت کرتے رہے اور ہم گذشتہ شب کی نیند قضا کرنے جلدی بستر پر دراز ہو گئے۔

اللّٰھُمّ باسمك نموت و نحییٰ!

اتوار–۱۱/اگست ۱۹۹۷:

صبح ۴:۳۰ بجے بیدار ہو کر فجر کی تیاری کی اور جامع مسجد میں فجر کی نماز ادا کی گئی، عزیزم قاری شبیر احمد صاحب سلّمہ نے نماز پڑھائی، فجر کے بعد حضرت مولانا

نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ نے اصلاح قلب کے موضوع پر پُر اثر گفتگوفرمائی، اتوار کے روز عموماً لوگوں کی مشغولیت کے سبب فجر کے بعد اتنے مجمع کی توقع نہیں تھی؛ مگر الحمدللہ! پچاس کے قریب لوگ جم کر بات سنتے رہے، اوراشراق کی نماز کے بعد ہی سب لوگ واپس ہوئے۔

ناشتہ سے فارغ ہوکرحضرت مولانا مدظلہ کچھ احباب کے ساتھ مشورہ فرماتے رہے اور بندہ اپنے کمرہ میں کام میں مشغول ہوگیا، اس کے بعد تھوڑی دیرآرام کیا۔

۱۰:۳۰ بجے مولانا محمد کارا صاحب مدظلہٗ اور ان کے بعد مولانا یوسف علی قاضی صاحب اور مولانا یوسف پیپلا واڑا(۱) صاحب تشریف لائے اور بچیوں کی تعلیم و تربیت نیز نوجوانوں کی طرف خصوصی توجہ کرنے وغیرہ موضوعات پرگفتگوہوتی رہی۔

باربادوس میں ہمارے اکابرین کی مختلف اوقات میں آمدورفت ہوتی رہتی ہے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ، حضرت مولانا سیداسعد مدنی مدظلہٗ، حضرت مولانا حافظ غلام حبیب صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

---

(۱) **حضرت مولانا یوسف صاحب پیپلاواڑا مدظلہٗ**: کفلیتہ کے باشندے ہیں، ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل فرمائی، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے فاضل ہیں، حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ کے شاگرد ہیں، فراغت کے کچھ مدت اپنے وطن اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں خدمت انجام دی، پھر اہلِ باربادوس کی دعوت پر باربادوس تشریف لے گئے اور وہیں تقریباً چالیس سال سے زیادہ عرصہ تدریسی خدمات انجام دی۔ دعوت وتبلیغ کے ساتھ والہانہ تعلق اورشغف ہے، باربادوس میں آپ ہی کے ذریعہ تبلیغی کام کی داغ بیل پڑی۔ صوم وصلاۃ کے پابند اورتہجد گزار ہیں۔ اب تک اپنی عمرعزیز کی ۹۷ رویں بہاریں دیکھ چکے ہیں اور ماشاءاللہ صحت مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں بعافیت برکت عطافرمائے اورآپ کے ذریعہ مزید فیض رسانی فرمائے۔ آمین!

مدظلہٗ وغیرہ علما ومشائخ کی تشریف آوری اور قیام کے سبب لوگوں میں دین کا شوق اور اسلامی لباس ووضع قطع دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔

دعوت اِلی اللہ کا کام بھی پوری توجہ سے ہوتا ہے، اس کا بھی بہت فائدہ نظر آیا، اللہ تعالیٰ امت کو صالحین ودعاۃ کے ساتھ وابستہ رکھے۔ آمین!

ظہر کے بعد مولانا یوسف صاحب کفلیتوی مدظلہ کے مکان پر دعوت میں شریک ہوئے، کھانے سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آئے اور ساحل سمندر سیر کے لیے نکل گئے، یہاں سمندر کسی طرف ٹھاٹھیں مارتا اور پُر جوش نظر آتا ہے تو کسی طرف بالکل ساکن، ہر طرف ساحل سمندر پر رہنے کے لیے اعلیٰ اور متوسط ہوٹل بنے ہوئے ہیں، جن میں سیاحین دادِ عیش دیتے ہیں، ان کی تفریحِ طبع کے ہر طرح کے سامان موجود ہوتے ہیں۔

راستہ میں ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نے اپنے ایک مریض سے ملاقات کرائی، جو "بسطة في الجسم" کا عجیب وغریب نمونہ تھے، تقریباً ۴۰۰ رطل کا شخص؛ مگر اپنے کام میں چست ہے۔ مسٹر بنجامین خوش مزاج آدمی نظر آیا، سیاحوں کے قیام و طعام وغیرہ کا انتظام اور دوسرے کاروبار کے سبب دولت بھی خوب کماتا ہے۔ اتوار کا دن تھا اس لیے مقامی آبادی کی اکثریت سیر وتفریح اور مختلف تقریبات میں مشغول تھی۔ "يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ" (سورۃ الروم: آیت ۷) کی آیت بار بار ذہن میں آتی تھی، اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

عصر سے قبل چائے پی گئی، جامع مسجد میں حاضر ہوئے اور نماز کے بعد اس ناچیز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی روشنی میں گفتگو کی، زبان کی بے احتیاطی اور اپنے گھر کی نگرانی اور گناہوں پر پشیمانی کے طور پر گریہ نہ ہونے کی خرابیاں بتائی گئیں۔ مغرب میں بیس منٹ باقی تھے، اس لیے حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب مدظلہ نے اپنے مخصوص انداز میں اس پر مزید گفتگو فرمائی۔

مغرب کے بعد کھانا کھایا اور عشا کی نماز ''سیٹی مسجد'' میں ادا کی گئی، نماز کے بعد حضرت مولانا مدظلہ کے حکم پر دس منٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماثور دعا ''نسألك من اليقين ما تهون علينا الخ (۱)'' پر مختصر گفتگو کی اور اس کے بعد حضرت مدظلہ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مبسوط بیان فرمایا۔ الحمدللہ! لوگوں نے پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ بیان سنا، دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا اور ہم قیام گاہ پر آ گئے۔

ناچیز تو فوراً اپنے کمرے میں معمول کے مطابق دراز ہو گیا؛ مگر حضرت والا کو نوجوان علما نے گھیر لیا تو اصلاحی باتیں فرماتے رہے اور رات ڈیڑھ بجے تک مجلس قائم رہی۔

پیر-۱۲/اگست:

پیر ۱۲/اگست ۱۹۹۶ء صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کی گئی، آج حضرت مولانا نعیم اللہ مدظلہ کو کچھ تکلیف محسوس ہوئی اس لیے انہوں نے گھر پر ہی نماز ادا فرمائی، اور صبح کے بعد کی مجلس میں اس ناچیز نے ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ'' (سورة البقرة:۱۹۵)

---

(۱) سنن ترمذی: حدیث نمبر: ۳۵۰۲

کی آیت کی مختصر تشریح کر کے احسان اور اس کی ضرورت کے بارے میں اشراق تک گفتگو کی۔

مسجد سے نکل کر حافظ عبدالرحمٰن میمی صاحب سملکی کے مکان پر ناشتہ کے لیے حاضر ہوئے، مکرم حافظ صاحب جامع مسجد کے امام ہیں؛ مگر آج کل علالت کے سبب رخصت لے کر آرام فرمارہے ہیں۔ مجلس خدام الدین سملک میں جب یہ ناچیز ناظم تعلیم کی حیثیت سے کام کرتا تھا اس وقت مجلّہ کے دفتر میں اکثر تشریف لاتے تھے، اور اس تعلق کے سبب انہوں نے محبت واکرام کا معاملہ فرمایا۔ چند روز کے بعد بغرض علاج ہندوستان کے سفر کا قصد کر چکے ہیں، کئی سال کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو پچھلی یادیں تازہ ہوگئیں، صالح اور محنتی آدمی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین!

ناشتہ کے بعد ہم لوگ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ قیام گاہ آگئے اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی تعلیم کے واقعات اور علما سے تعلق اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل سے ملاقات اور ان کی دعا کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ ان حضرات کی صحبت نے میری زندگی کا رخ بدل دیا؛ ورنہ ایک ڈاکٹر کا اس طرح مولویانہ لباس اور رہن سہن اور وہ بھی مغربی ملک میں تعجب کی چیز ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیمِ صبح تیری مہربانی

دوپہر تک احباب کے ساتھ ملاقات رہی، ظہر کے بعد پٹیل صاحب کے گھر دعوت میں شریک ہوئے اور قیام گاہ پر واپس آکر آرام کیا، ۳:۳۰ بجے کچھ احباب

ملاقات کرنے آئے، اس کے بعد ٹرینیداڈ کے سفر کی تیاری کی۔

اس سہ روزہ قیام میں مولوی ابراہیم بھانا صاحب سلمہٗ (۱)، مولوی اشرف بھولا فلاحی صاحب سلّمہٗ، مولوی ادریس صاحب، حافظ شعیب صاحب وغیرہ خدمت کے لیے صبح وشام تشریف لاتے رہے۔

الحمدللہ! ہمارے مدارسِ عربیہ کے طلبا اس گئے گذرے دور میں بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ جو محبت واکرام کا معاملہ کرتے ہیں، وہ کسی اور درس گاہ کے طلبا میں بالکل نہیں پایا جاتا، اللہ تعالیٰ ان سب کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

مولوی اشرف بھولا صاحب نے اپنے رفقا کے ساتھ مل کر عربی کلاس بھی شروع کردی ہے، اگر لوگوں کا تعاون رہا تو اس کی ترقی کی امید کی جاسکتی ہے، اس مدرسہ کا نام ''جامعہ مفتاح العلوم'' ہے، اس وقت ۲۲ر طلبا زیرِ تعلیم ہیں۔

عصر کی نماز گھر پر ادا کر کے دو کاروں میں ایرپورٹ روانہ ہوئے، کل چھ آدمی ٹرینیداڈ کے سفر کے لیے تیار تھے؛ مگر صرف تین ٹکٹ کا بکنگ ہوا تھا، بقیہ ویٹنگ لسٹ پر تھے، اس لیے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے انتظار اور لائن میں رہنے کے بعد ۷ر بجے بقیہ تین ٹکٹ مل سکے۔

---

(۱) حضرت مولانا ابراہیم صاحب بھانا مدظلہٗ: کفلیتہ کے باشندے ہیں، ۱۹۶۴ء میں ولادت ہوئی، فی الحال بار بادوس میں مقیم ہیں اور ایک اسلامک اسکول کا نظام سنبھالے ہوئے ہیں، جس کے تحت بہترین انتظام کے ساتھ اسکول کی تعلیم اسلامک ماحول میں دی جارہی ہے؛ نیز اس کے ساتھ ملحق مدرسے میں مکتب، حفظ اور کتب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب مدظلہ العالی، ناچیز، قاری شبیر احمد صاحب سلمہ، جناب آدم بھولات صاحب، مولوی ابراہیم بھانا سلمہٗ، حافظ شعیب بارڈولی سلمہ کل چھ آدمی کا قافلہ مغرب کی نماز ایر پورٹ پر ادا کر کے ہوائی جہاز کی طرف روانہ ہوا۔

ہوائی جہاز میں جگہیں پُر ہو چکی تھیں اس لیے متفرق جگہوں میں الگ الگ سیٹ مل سکی، ۷:۳۰ بجے ہوائی جہاز نے پرواز کی اور تقریباً ۴۵ رمنٹ کے بعد ایر پورٹ پر اترا، جہاز چھوٹا تھا اور اس کی سروس بھی قابل اطمینان نہیں تھی، B.W.I. ایرلائن ویسے بھی اپنی کارکردگی میں بدنام ہے۔

...... کے ایر پورٹ سے ہوائی جہاز نے پھر پرواز کی اور ۳۵ رمنٹ میں ہم (PIARCO) نامی ایر پورٹ پر خیر و عافیت سے اتر گئے۔ الحمد للہ! کسٹم کی ضروری کارروائی کے بعد باہر نکلے تو ایر پورٹ پر مولانا سراج صاحب اپنے چند رفقا کے ساتھ موجود تھے، انہوں نے گرم جوشی سے ملاقات فرمائی اور اپنی کار میں دار العلوم پہنچایا۔

دار العلوم ٹرینیڈاڈ و ٹوبیکو تقریباً ۱۲ رسال سے قائم ہوا ہے اور اس وقت دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔ دار العلوم میں ان دنوں تعطیلات ہیں اس لیے طلبا و اساتذہ سے ملاقات نہیں ہو سکی۔

مفتی وسیم احمد صاحب یہاں کے مہتمم ہیں اور مولانا سراج صاحب، مولانا عبد السلام صاحب، مولانا فضیل صاحب وغیرہ اچھے اساتذہ ہیں۔

اس ادارہ کے بانی اور پہلے مہتمم مولانا شبیر احمد صاحب بنگلور کے سبیل الرشاد سے فارغ اور بہت مخلص اور محنتی عالم تھے، بہت کم عمری میں اللہ کو پیارے ہو

گئے اور امت کے لیے یہ قیمتی ادارہ اپنے لیے ذخیرۂ آخرت بنا کر چلے گئے۔

تغمده الله بغفرانه ورحمته!

اس دارالعلوم میں حاضر ہوکر مسرت ہوئی، عشا کی نماز سے فارغ ہوکر کھانا کھایا اور آرام کے لیے ہر ایک نے اپنے کمرہ یا بستر کی راہ لی۔

۱۳/اگست:

صبح کی نماز ۵:۱۵ بجے جماعت کے ساتھ ادا کی، چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر آرام کر کے شہر کی طرف نکلے تاکہ کینیڈا سفارت خانہ میں حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب مدظلہٗ کے لیے واپسی کا ویزا لیا جائے۔

حضرت مولانا مدظلہٗ سفارت خانہ کے دفتر میں پہنچے اور بندہ مولانا سراج صاحب سے ٹرینیداڈ کے حالات معلوم کرتا رہا۔

جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) مختلف جزیروں کا مجموعہ ہے جس میں باربادوس، ٹرینیداڈ، گیانا، جمیکا، ٹوبیکو، سُری نام وغیرہ جزائر شامل ہیں۔

ٹرینیداڈ کا رقبہ کافی بڑا ہے، ملک میں جمہوریت ہے، پندرہ لاکھ کی آبادی ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ یا دو لاکھ مسلمان ہیں، صدر جمہوریہ مسلمان ہے جن کا نام نور حسن علی ہے، وزیر اعظم ہندوستانی النسل مسٹر باس دیو پانڈے ہیں۔ اس ملک میں تین بڑی سیاسی جماعتیں ہیں (.P.N.M) (پیپل نیشنل مومنٹ) .U.N.C (یونائیٹڈ نیشنل کانگریس) اور .N.A.R (نیشنل الائنس فار ری کنسٹرکشن)، .P.N.M نے تیس سال حکومت کی؛ مگر اب دو سال سے .U.N.C حکومت چلا رہی ہے، تین مسلم وزیر بھی اس میں شامل ہیں۔

P.N.M. میں مسلم وزرا کی تعداد زیادہ تھی؛ مگر معلوم ہوا کہ انہوں (اس پارٹی) نے اس بار کوئی قابلِ قدر کام نہیں کیا، اب اس نئی حکومت میں جو ہندوستانی النسل افراد پر شامل ہے، ہندو وزرا نے دو سال میں اپنی تہذیب و ثقافت کو زندہ کرنے، منادر بنانے، مختلف تقریبات میں ہندوستان سے مذہبی رہنما کو بلانے کا کام شروع کیا ہے۔ بھارت کی حکومت کا بھی کلچرل پروگرام کو آگے بڑھانے میں تعاون حاصل ہے۔

برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

دینی اداروں میں ایک دارالعلوم ٹرینیڈاڈ ہے، جہاں ہم ٹھہرے ہیں، طلبا کی تعداد ایک سو ہے، دوسرا ''جامعہ مدینۃ العلوم'' مارابیلا ہے، وہاں درجۂ حفظ اور چند عربی پڑھنے والے طلبا داخل ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد شفیع ڈابھیلی صاحب اسی ادارہ میں پڑھاتے ہیں، مسلمان اچھے خوش حال اور بعض اچھے تاجر ہیں، باقی ملازمت یا مزدوری کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی دو بڑی تنظیمیں ہیں، ایک اہلِ سنت والجماعۃ (ASJA) یہ بڑی تنظیم ہے، تقریباً ۶۵ر مسجدوں کا انتظام اسی جماعت کے ماتحت ہے۔

دوسری تقویۃ الاسلام ایسوشیشن (T.I.A) ہے، اہلِ سنت والجماعت (ASJA) ۸ر پرائمری اور ۲ر سیکنڈری اسکول بھی چلاتی ہے، جب کہ ''تقویۃ الاسلام'' ۵ر پرائمری اسکول کا نظم کر رہی ہے۔ پورے ملک میں تقریباً ۱۱۰ر مسجدیں ہیں؛ مگر ائمہ کا بالکل اچھا انتظام نہیں، لوگ دین کے نام پر خرچ کرنا نہیں جانتے،

ابتدائی دینی تعلیم کا بھی ابھی تک ہر جگہ خاطر خواہ انتظام نہیں ہے، دارالعلوم ٹرینیڈاڈ کے اراکین مسلم بچیوں کی تعلیم کے لیے بھی ادارہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔

اس ادارہ میں مولانا سراج صاحب اوران کے بھائیوں کی اچھی قربانی ہے، دارالعلوم میں درس گاہیں، دارالاقامہ، دارالطعام تعمیر ہو چکا ہے، اب مسجد کی بھی تعمیر شروع ہوچکی ہے۔ دارالعلوم کا کل رقبہ تقریباً ۱۲؍ایکڑ زمین ہے؛ البتہ کتب خانہ ابھی بہت مختصر ہے، اس میں اضافہ کی کافی گنجائش ہے۔

مولانا مدظلہٗ سفارت خانہ میں مشغول تھے تو ہم نے شہر میں چکر لگایا اور واپس آگئے، ۱۱:۳۰ بجے پھر سیر شروع کی، پہاڑوں کے بلند اور پیچیدہ راستوں سے گزر کر بہت سے خوب صورت مناظر کو دیکھتے ہوئے مراکش کے ساحل پر پہنچے۔ صاف شفاف پانی اور چمکتی ہوئی ریت پر لوگ نہانے کے کپڑے پہن کر گشت لگا رہے تھے، ان ملکوں میں شرم وحیا نام کی تو کوئی چیز باقی نہیں رہی، اس لیے کسی شریف اور دین دار آدمی کے لیے ان مقامات پر جانا اور ٹھہرنا بہت مشکل کام ہے، ہم لوگ چند منٹ ٹھہر کر واپس ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب وغریب نمونے دیکھتے ہوئے دارالعلوم واپس ہوئے۔

دوپہر کا کھانا کھایا، ظہر کی نماز ادا کی اور قیلولہ کرلیا۔

اس دارالعلوم میں طلبا کے لیے نصاب کی کچھ کتابیں بھی یہاں کے اساتذہ نے تیار کر رکھی ہیں، ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے، کاش کہ ذریعۂ تعلیم اردو ہوتا اور انگریزی زبان بھی سکھائی جاتی، دفتر میں کمپیوٹر، فوٹو کاپی مشین، ٹائپ مشین وغیرہ ضروری اسباب موجود تھے۔

عصر کے بعد دارالعلوم سے نکل کر ''سانوا'' نامی بستی کی مسجد نورالاسلام میں مغرب کی نماز ادا کی، مغرب بعد مولانا محمد شفیع ڈابھیلی صاحب کے دولت کدہ پر کھانا کھایا، یہاں بعض علاقوں میں نہایت شکستہ سڑکیں اور عدم نظافت اسی طرح دیکھی جیسی ہمارے ملکوں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے؛ حالاں کہ اس ملک میں تارکول کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس کو دوسرے ممالک میں درآمد کیا جاتا ہے۔

عشا کی نماز ''مسجد المتقین'' میں ادا کی گئی، عشا بعد پہلے ناچیز نے تقویٰ اور اس کے حصول کا ذریعہ، صحابہؓ اور ہمارے اکابر کے تقویٰ کے چند واقعات بیان کیے، اس کے بعد حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب فاروقی مدظلہ نے اسی عنوان پر بیان شروع فرمایا؛ مگر یہاں لوگوں میں مسجد کے آداب کی عدم واقفیت اور دینی تعلیم کی کمی کے سبب نماز سے پہلے اور اس کے بعد بھی شوروغوغا اور آدابِ مجلس کے خلاف نشست وغیرہ دیکھ کر مولانا صاحب کی طبیعت میں تکدر پیدا ہوا اور کچھ لوگ اٹھ کر واپس ہو گئے، بہرحال بیان ہوا اور دعا پر مجلس ختم ہوئی، ''مسجد المتقین'' سے سیدھے دارالعلوم آئے اور آرام کے لیے اپنے اپنے کمرہ میں لیٹ گئے۔

۱۴/اگست بدھ:

صبح کی نماز جماعت سے ادا ہوئی، چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر ۱۵:۷ بجے ناچیز، مولانا محمد شفیع ڈابھیلی صاحب اور مولوی فیض الدین صاحب کے ہمراہ ''جامعہ مدینۃ العلوم'' کی زیارت کے لیے نکل گئے، ہمارے ساتھ مولوی ابراہیم بھانا صاحب سلمہ اور حافظ محمد شعیب بارڈولی صاحب سلمہٗ بھی تھے۔ جامعہ میں درجۂ حفظ اور

اردو، عربی دوم تک تعلیم ہے، چند طالب علموں کا قرآن مجید سنا، عربی پڑھنے والوں سے بھی سوالات کیے، قرآن مجید صحت کے ساتھ پڑھتے ہیں، عربی پڑھنے والوں پر محنت کی ضرورت ہے؛ البتہ طلبہ بااخلاق اور مؤدب نظر آئے، وضع قطع خالص اسلامی، سفید عمامہ، کُرتے میں سب ہی طلبہ کو دیکھ کر مسرت ہوئی، امید ہے کہ انشاء اللہ مزید ترقی ہوگی۔ بندہ نے طلبا کو نصف گھنٹہ مخاطب کیا، علمِ دین کے فضائل، ذمے داری، اس کے تقاضے، علم کے حصول کے لیے محنت وجاں فشانی کی ضرورت پر بات ہوئی۔ مولانا محمد شفیع صاحب اس کا ترجمہ فرماتے رہے، اس جامعہ میں ذریعۂ تعلیم اردو ہے، اس لیے طلبہ تھوڑی تھوڑی اردو سمجھنے لگے ہیں۔

جامعہ سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر ایک بڑے ''محل التجاری'' میں داخل ہوئے اور ظہر کی نماز ''مسجد المتقین'' میں ادا کی، دوپہر کا کھانا مولانا سراج صاحب کے بنگلہ پر کھایا اور فوراً دارالعلوم واپس آکر سامان درست کیا، اور ایرپورٹ آگئے۔ حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب کے کینیڈا کے لیے واپسی کا ویزا نہیں لگ سکا، اس لیے تھوڑی پریشانی رہی، بعض غلط پروپیگنڈہ کے سبب یہ لوگ دین دار آدمی کو دہشت پسند سمجھ کر ویزا میں غیر ضروری سختی کرتے ہیں؛ حالاں کہ مولانا مدظلہ صاحب کا کسی دہشت پسند تنظیم سے کوئی رابطہ نہیں ہے، ان کا یہ دورہ خالص دینی پروگرام کے لیے ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ خود مسلم ممالک اپنے یہاں کی دینی جماعتوں کے ساتھ اسی طرح کا غیر عادلانہ معاملہ کرتے ہیں۔ فإلی اللّٰہ المشتکی !

ہوائی اڈہ تک مولانا سراج صاحب، مولانا شفیع صاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے جو پوری کارروائی ہونے تک وہاں موجود رہے، جہاز نے کافی تاخیر سے پرواز کی اور ہم چھ بجے شام بار بادوس ایرپورٹ پر اترے۔

ڈاکٹر شفیع نگدی صاحب ایمیگریشن میں موجود تھے، اس لیے ویزا کا کام چند منٹوں میں ہوگیا، فوراً عصر کی نماز ادا کی اور گھر آکر مغرب ادا کی۔ مغرب کے بعد جناب احمد صاحب ایکھلوایا ڈابھیلی کے گھر دعوت میں شریک ہوئے، عشا جامع مسجد میں ادا کی۔ آج نکاح کی مجلس تھی اور مسجد میں اچھے خاصے لوگ تھے، مولانا مدظلہ نے نصف گھنٹہ نکاح کے موضوع پر تقریر فرمائی، نکاح پڑھایا اور قیام گاہ پر واپس آگئے۔ مولوی اشرف صاحب، مولوی ادریس صاحب(۱)، مولوی احمد تاڑیہ صاحب، حافظ شعیب صاحب بھی ساتھ آئے اور خدمت کر کے آرام پہنچایا۔

فجزاهم الله أحسن الجزاء!

۱۵/اگست:

صبح کی نماز کے بعد اشراق تک مجلس رہی، پھر ڈاکٹر صاحب کے گھر ناشتہ کیا اور مدینہ مسجد میں ''جامعہ مفتاح العلوم'' کے طلبا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ مدرسہ چند نوجوان علمانے دو سال سے قائم کیا ہے، مولوی اشرف بھولا فلاحی سلمہٗ (۲)،

---

(۱) حضرت مولانا ادریس صاحب زید مجدہٗ: ویسما کے رہنے والے ہیں، جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے فارغ ہیں، شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کے مُجاز ہیں اور بار بادوس کے ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے۔ آمین!

(۲) حضرت مولانا اشرف صاحب بھولا زید مجدہٗ: کفلیتہ کے باشندے ہیں، مدرسہ مفتاح العلوم تراج میں کچھ مدت تعلیم حاصل فرمانے کے بعد دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں عالمیت کی تکمیل فرمائی، پھر جامعہ مظاہر علوم سہارن پور=

مولوی ابراہیم بھانا سلمہٗ صاحب اور **مولوی احمد تاڑیہ سلمہ**(۱) مدرس ہیں، درجۂ حفظ، اردو اور عربی کا پہلا درجہ شروع ہوا ہے، ذریعۂ تعلیم اردو ہے۔ مولانا نعیم اللہ صاحب نے چند سوالات کیے اور ایک طالب علم کو انعام بھی دیا، اگر مسلمانوں کا تعاون رہا تو اس ادارہ کی ترقی کی امید کی جاتی ہے۔

ناچیز نے گجراتی زبان میں ۱۵ر منٹ طلبا سے خطاب کیا اور دعا پر مجلس ختم ہوئی۔

قیام گاہ پر واپس آئے، ۱۰:۳۰ بجے مولانا محمد کارا صاحب اور مولوی عبدالحی قاضی صاحب تشریف لائے اور ظہر تک علمی باتیں ہوتی رہیں۔ ظہر کے بعد جناب یونس بھائی ہانس صاحب کے دولت کدہ پر دعوت میں شریک ہوئے، یونس بھائی ڈابھیل کے باشندے اور بندہ کے ڈابھیل کے زمانۂ قیام میں پڑوسی رہے ہیں، ۳۰ر سال کے بعد پھر ملاقات ہوئی تو پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔

ظہر کے بعد 'سب مرین' کا پروگرام طے تھا، اس لیے سیدھے بندرگاہ پہنچے، باربادوس کی بندرگاہ میں بڑے بڑے جہاز آتے ہیں، سیاحوں کے بھی قافلے مسلسل آتے رہتے ہیں، یہاں لونچ کے ذریعہ سمندر میں لے جایا جاتا ہے اور پھر ''سب مرین'' میں بٹھا کر سیر کراتے ہیں، سب مرین ۱۳۰ر فٹ گہرائی تک لے جاتی ہے۔

= میں کسبِ فیض فرمایا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید ابرار احمد دھلیویؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نرورئیؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الاسلام آنند اور مدرسہ اصلاح البنات سملک میں کچھ مدت تدریس فرمائی، فی الحال باربادوس میں مقیم ہیں اور تجارت کے ساتھ تدریسی خدمات بھی انجام دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

(۱) **حضرت مولانا احمد تاڑیہ صاحب زید مجدہٗ**: دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کے فاضل ہیں اور تقریباً پچیس سالوں سے باربادوس میں مقیم ہیں۔

سمندر میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلاقی کے عجیب وغریب نمونے دیکھنے کا موقع ملتا ہے، رنگ برنگ کی مچھلیاں، سمندری پودے، عجیب وغریب قسم کے پتھر کے ٹیلے وغیرہ دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے، سمندر کی گہرائی میں ایک زرد رنگ کا پتھر نظر آرہا تھا، گارڈ نے یہ بتایا کہ اگر کوئی شخص صرف اس کو ہاتھ لگالے تو مر جاتا ہے۔ فسبحان من بیدیه ملكوت السموات والأرض !۔اس طرح سمندر میں سب مرین کے ذریعہ سیر کرنے کے لیے پوری دنیا میں صرف پانچ مقامات ہیں، اس لیے سیاح کثرت سے اس میں شریک ہوتے ہیں۔

بعض جہاز میں لوگ سوار ہوکر شراب نوشی اور ناچ گانے کا مشغلہ بھی کرتے ہیں۔

۴:۴۵ رکو ہم سب مدینہ مسجد پہنچے، عصر کی نماز ادا کی اور ناچیز نے "قد أفلح المؤمنون" کی تین آیتوں پر نصف گھنٹہ تقریر کی، اس کے بعد مولانا محمد کارا صاحب کے مکان پر چائے پی اور مغرب جامع مسجد میں ادا کی گئی۔

مغرب کے بعد مولوی ابراہیم بھانا صاحب کے مکان پر دعوت میں شریک ہوئے، قیام گاہ پر تھوڑا آرام کیا اور جامع مسجد پہنچے۔

عشا کے بعد مولانا نعیم اللہ صاحب کا اصلاحی بیان سوا گھنٹہ تک ہوا، ۱۰:۳۰ بجے سب آرام کے لیے آگئے۔

۱۶ راگست جمعہ:

صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کی، اشراق تک مولانا کی مجلس ہوئی اور اشراق کے بعد ایک جدید مسجد جو ایک علاقے میں شروع کی گئی ہے دعا کے لیے گئے، وہاں

سے واپسی میں متولی صاحب کے گھر چائے پی اور ناشتہ حافظ شعیب صاحب بارڈولی سلمہٗ کے مکان پر ہوا۔

ناشتہ کے بعد قیام گاہ واپس آئے، آج جمعہ کا دن ہے اس لیے غسل کیا اور تھوڑی دیر آرام کیا۔ جناب قاری شبیر احمد صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب، مولانا نعیم اللہ صاحب کے ٹکٹ کا انتظام کرنے کے لیے ایر کے دفتر میں گئے۔ ہم حافظ شعیب صاحب اور مولوی محمد فاروق سلمہ فلاحی کے ہمراہ مقامی یونی ورسٹی دیکھنے گئے۔ مکرم جناب حاجی ابراہیم قاضی پٹیل کفلیتوی صاحب گاڑی لے کر آئے، ان کے صاحب زادے اسی یونی ورسٹی میں لاء کالج میں پڑھتے تھے؛ اس لیے ان کو بھی رہبری کے لیے زحمت دی گئی، ان کا نام نعیم احمد پٹیل ہے اور B.S.C.L.L.B کی ڈگری لندن سے پاس کرکے آئے ہیں؛ مگر ماشاءاللہ پابند شرع ہیں اور طبیعت متواضع پائی ہے۔

یونی ورسٹی ساحلِ سمندر بلند جگہ پر ہے، بہت پُر فضا اور خوب صورت جگہ ہے۔ نعیم احمد صاحب اسٹوڈنٹ یونین کے صدر بھی رہ چکے ہیں اس لیے پہلے یونین کے دفتر گئے، مختلف کمرے تھے، ایک کمرہ میں اسکول کے بچے ٹی وی پر پروگرام دیکھ رہے تھے، مگر سب نظام کے ساتھ بیٹھے تھے، نہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور نہ کوئی ہنسا، اس سے اندازہ ہوا کہ بچوں میں بہترین ڈسپلین موجود ہے۔

اس کے بعد فیکلٹی آف لاء کی عمارت میں گئے، اس کی لائبریری میں داخل ہوئے تو بہترین نظم ونسق کے ساتھ ۹؍ ہزار کے قریب قانون کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں، ہر ملک کے دستور اور قوانین کی کتابیں موجود تھیں، اسلامک لاء (القانون

الاسلامی) پر بھی کتابیں ہیں؛ مگر لائبریری کے اس حصہ میں صفائی کا کام ہورہا تھا اس لیے ہم اس طرف نہ جا سکے۔ اس کے بعد لیکچر ہال دیکھا اور واپس ہوتے ہوئے پروفیسر کرابی (Crabbe) سے ملاقات ہوئی، یہ ایک بڑے ماہر قانون ہیں، مختلف ملکوں کے قوانین کے ماہر ہیں اور قانون میں ترمیم واضافہ کے سلسلہ میں رائے پیش کرتے ہیں، غانا (افریقہ) کے باشندے ہیں؛ مگر جب ان کے کمرے میں نعیم احمد صاحب لے گئے تو کرسی سے کھڑے ہو کر ملاقات کی اور بہت اچھی طرح گفتگو کرتے رہے۔

اس کے بعد آرٹ فیکلٹی جا کر اس کی لائبریری دیکھی، بہت اچھی لائبریری تھی، مطالعہ کے لیے الگ الگ کمرے بنائے ہیں، جن کی کھڑکی سمندر کی طرف کھلتی ہے اور باہر سرسبز وشاداب درخت وغیرہ خوب صورت منظر نظر آتا ہے۔

اس لائبریری میں محمد حسین ہیکل کی ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کا انگریزی ترجمہ اور محمد قطب کی انگریزی کتاب دیکھی۔ شیعہ مسلک کی بعض کتابیں بھی نظر آئیں، افسوس ہے کہ اہلِ سنت کے علما اور ہمارے علمائے دیو بند کی کتابیں کسی جگہ نظر نہیں آتیں، اہلِ حق علما کی کتابیں ہر لائبریری میں پہنچانا چاہیے اور انگریزی اسلامی میگزین بھی رکھنا چاہیے۔

بار بادوس کی تعلیم بہت عمدہ اور مشہور ہے، بیرونی ممالک کے طلبا بھی یہاں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں، ہوسٹل کی عمارتیں بہت اچھی اور خوب صورت ہیں۔

سائنس فیکلٹی کی عمارت بھی موجود ہے؛ مگر وقت کی قلت کے سبب ہم وہاں سے روانہ ہوگئے، جناب ابراہیم پٹیل صاحب کے مکان پر تھوڑی دیر کے لیے حاضر ہوئے، انھوں نے مٹھائی اور ناریل کے پانی سے تواضع فرمائی، پٹیل صاحب کا مکان بھی بلندی پر پُر فضا جگہ پر ہے، تھوڑی دیر استراحت کے بعد قیام گاہ واپس آگئے۔

ٹھیک بارہ بجے مدینہ مسجد جانے کے لیے حافظ شعیب صاحب گاڑی لے کر آگئے، جمعہ سے قبل ۲۰ رمنٹ خطاب ہوا، مولانا نعیم اللہ صاحب نے جامع مسجد میں تقریر فرمائی اور خطبہ دیا، قاری شبیر احمد صاحب نے 'مدینہ مسجد' میں خطبہ اور نماز پڑھائی، نماز کے بعد جناب حاجی موسیٰ نانا صاحب کے مکان پر دعوت میں شریک ہوئے۔

کھانے کے بعد عصر تک آرام کیا، عصر کے بعد عورتوں کے مختصر اجتماع میں ۶ ربجے تک گفتگو رہی اور مغرب جامع مسجد میں ادا کر کے مولوی ابراہیم بھانا صاحب کے والد مکرم کے گھر کھانا کھایا۔ عشا کے بعد بندہ تو قیام گاہ پر رہا اور مولانا نعیم اللہ صاحب جدید مسجد میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے، چوں کہ ان کو رات ۱۱:۳۰ بجے کی فلائٹ سے روانہ ہونا تھا، اس لیے تقریر کے بعد سیدھے ایرپورٹ روانہ ہوئے، علمائے کرام اور ڈاکٹر محمد شفیع صاحب نے ان کو الوداع کہا۔

ہم لوگوں کو صبح ۶ ربجے کی فلائٹ سے ٹورنٹو روانہ ہونا تھا اس لیے ۳ ربجے رات بیدار ہوگئے، ڈاکٹر صاحب نے باوجود ہمارے منع کرنے کے گھر والوں کو جلد اٹھایا اور ناشتہ تیار کروالیا۔ صبح کی نماز ہم نے گھر پر ادا کی اور قاری شبیر احمد صاحب، مولوی ابراہیم صاحب، مولوی اشرف صاحب، مولوی ادریس صاحب، مولوی احمد

صاحب تاڑیہ پہلے سامان لے کر روانہ ہو گئے تھے، ان لوگوں نے ایر پورٹ پر فجر کی نماز ادا کی۔

نصف گھنٹہ میں ضروری کارروائی ختم ہوئی اور ہم لوگ ہوائی جہاز میں سوار ہو گئے، ساڑھے پانچ گھنٹہ کی مسلسل پرواز کے بعد ٹھیک ۱۱:۳۰ بجے ٹورنٹو اتر گئے، اس طرح سات روزہ سفر خیر وعافیت کے ساتھ مکمل ہوا۔ فلِلّٰہ الحمد أولًا و آخرًا!

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
اور عمر یونہی تمام ہوتی ہے

عبداللہ غفرلہ/ ۱۷/اگست ۱۹۹۶ء

نوٹ: باربادوس میں تین سیاسی جماعتیں اس وقت موجود ہیں: ایک B.L.B باربادوس لیبر پارٹی (۲) .D.L.B ڈیموکریٹک لیبر پارٹی، (۳) .N.D.P نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی، ان دنوں B.L.B رولر پارٹی ہے۔

مسلمانوں کی تین الگ الگ تنظیمیں ہیں، سیٹی مسجد جماعت (۲) جامع مسجد جماعت (۳) انجمن اسلام بِیلُوِیلْ، ایک اسلامک سینٹر ہارس گیپ ہے۔ باربادوس کی مجموعی آبادی ڈھائی لاکھ ہے، مسلمانوں کی مجموعی آبادی ۱۵۰۰ (پندرہ سو) ہے (مرد عورتیں، بچے معمر)۔

جن علمائے کرام سے ملاقات ہوئی، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) مولانا یوسف کفلیتوی صاحب (۲) مولانا محمد کاراتراجوی صاحب
(۳) مولانا عبدالحی قاضی لاجپوری صاحب (۴) مولوی اشرف بھولا صاحب

(۵) مولوی ابراہیم بھانا صاحب
(۶) مولوی ادریس ویسمہ والا صاحب
(۷) مولوی محمد کھلوڈیا صاحب
(۸) مولوی احمد پٹیل تاڑیہ صاحب
(۹) مولوی ایوب ہانس سملکی صاحب
(۱۰) مولوی محمد رفیق کفلیتوی صاحب(۱)
(۱۱) حافظ عبدالرحمٰن سملکی صاحب
(۱۲) مولوی رشید راجہ صاحب
(۱۳) حافظ شعیب لونت صاحب
(۱۴) حافظ یحییٰ صاحب

ان سب ہی اکابر واصاغر نے خلوص ومحبت کا برتاؤ فرمایا، جس کے سبب ہر طرح آرام اور ذہنی سکون رہا۔ فجزاهم الله جميعا أحسن الجزاء!

اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور باربادوس کی دینی فضا بہتر بنانے میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ آمین!

---

(۱) **حضرت مولانا رفیق صاحب کفلیتوی دامت برکاتہم:** کفلیتہ کے ذی علم خانوادے کے رکنِ رکین ہیں، مدرسہ مفتاح العلوم تراج، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تعلیم حاصل فرمائی۔ حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت قاری عباس صاحب دھرم پوریؒ، حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم، حضرت مسیح الامتؒ وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں تعلیم کی تکمیل ہوئی، پچھلے ۴۱ر سال سے باربادوس کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، تقریباً چالیس سال تک تدریس فرما کر اب وظیفہ یاب ہو چکے ہیں۔ شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے، لوگوں کے درمیان کافی مقبول شخصیت کے حامل ہیں، بہترین انداز میں خطابت بھی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بڑی پُرکشش شخصیت سے نوازا ہے۔ تواضع، خاکساری اور صفاتِ محمودہ آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ احقر کے ساتھ بڑی شفقتوں کا معاملہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور آپ کا فیض عام وتام فرمائے۔ آمین!

مختصر روزنامچہ سفر برطانیہ از ۱۸/۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء

جمعہ ۱۸/۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء:

بروز جمعہ شام ۶:۱۵ بجے ایر پورٹ کے لیے روانگی ہوئی، عزیز مکرم مولانا قاسم انگار صاحب خطیب جامع ابوبکر، اسکابرو، عزیزم قاری قاسم سلمہٗ (۱) اور عزیز بچے ایر پورٹ تک الوداع کے لیے تشریف لائے۔ مولانا قاسم صاحب نے جملہ کارروائی مکمل کروا کر الوداع کہا۔

ایر انڈیا کا ہوائی جہاز مقرر وقت سے ۲۰/منٹ تاخیر سے پرواز کے لیے رن وے پر آیا، ہوائی جہاز میں لندن اترنے والے مسافر تھوڑے تھے اور اکثریت دہلی، بمبئی کے مسافرین کی تھی۔ ایر انڈیا کا عملہ ہندی، گجراتی بولنے والوں پر مشتمل ہوتا ہے؛ اس لیے ضرورت کی چیزیں طلب کرنے میں انگریزی سے ناواقف مسافروں کو بھی کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ ہماری نشست کے قریب ہی ماسٹر امین املا (سابق پرنسپل کھلوڑ ہائی اسکول) اور کٹھور کی بعض مستورات تھیں۔ قریب کی سیٹوں پر نوساری اور بنگلور کے دو ہندوستانی شخص تھے۔

ہوائی جہاز میں انگریزی کے علاوہ ہندی کے ماہنامے ''انڈیا ٹوڈے'' اور گجراتی کا ''گروی گجرات'' بھی رکھا ہوا تھا، ہم نے دونوں ہندی گجراتی پرچوں کو لے کر معلومات حاصل کیں، رات بھر نیند نہ آسکی اور طبیعت بوجھل رہی۔

ہفتہ ۱۹/اکتوبر:

صبح لندن کے وقت کے مطابق دس بج کر چالیس منٹ پر ہیتھرو ایئرپورٹ پر ہوائی جہاز اترا، کسٹم اور امیگریشن کی کارروائی چند منٹوں میں نمٹ گئی اور گیارہ بج کر دس منٹ پر ہم باہر آ گئے۔

عزیزم مولوی اسماعیل سلمہ، عزیزم حافظ ابراہیم سلمہ (۱)، عزیزم معاذ سلمہ (۲)،

---

(۱) حضرت حافظ ابراہیم صاحب مدظلہ حضرت رئیس کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ ۲۵/جون ۱۹۶۷ء کو ترکیسر میں پیدا ہوئے۔ حفظ و ناظرہ اور درجۂ اردو تا عربی دوم و تخصص فی التجوید کی تعلیم بھی یہیں حاصل فرمائی۔ بعدۂ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ کے درجۂ حفظ میں خدمت انجام دی۔ ۱۹۹۲ء سے انگلینڈ میں مقیم ہیں، وہاں مختلف اداروں اور مساجد میں خدمت انجام دی، فی الحال دارالعلوم لندن کے شعبۂ تجوید میں خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پیر طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم کے مجازِ صحبت ہیں۔ ماشاء اللہ! طبیعت پر صلاح کے اثرات نمایاں ہیں۔ خاموش مزاج، متواضع اور سنجیدہ طبیعت کے مالک ہیں۔ حضرت رئیس رحمہ اللہ کے علوم کی اشاعت کی خاص فکر فرماتے ہیں، حضرت کے مواعظ آپ ہی کی تحریک پر مرتب ہو کر شائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو طولِ عمر کے ساتھ مبارک مشغلوں میں لگائے رکھے۔ آمین!

(۲) حضرت مولانا معاذ صاحب پٹیل زید مجدہٗ حضرت مفکرِ ملتؒ کے پوتے اور حافظ ابراہیم صاحب کے بڑے بیٹے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کچھ اپنے والدین سے اور کچھ مسجد قوت الاسلام کے مکتب میں حاصل فرمائی۔ بعدۂ ۲۰۰۷ء میں جامعہ ریاض العلوم لیسٹر میں داخل ہو کر عالمیت کا آغاز فرمایا۔ دورانِ تعلیم آپ نے اپنے جدامجد حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ سے متعدد کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل فرمائی۔ ۲۰۱۳ء میں آپ کی فراغت ہوئی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سلیم صاحب دھورات، حضرت مولانا الیاس سیدات صاحب، حضرت مفتی ابراہیم اٹالوی صاحب، حضرت مفتی ایوب راوت صاحب امداللہ ظلالہم وغیرہ ہیں۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مفکرِ ملتؒ اور حضرت مولانا ایوب صاحب سورتی وغیرہ سے حدیث شریف کی اجازت آپ کو حاصل ہے۔ ۲۰۱۳ء میں آپ نے دارالعلوم ماٹلی والا میں 'تخصص فی الحدیث' کیا۔ فی الحال لندن میں مقیم ہیں اور حدیث و تفسیر کی کتابیں زیرِ تدریس ہیں۔ ماشاء اللہ! کالج کے طلبہ کو صحیح مسلم اور مشکاۃ المصابیح پڑھاتے ہیں، تو دوسری طرف طالبات کو مشکاۃ پڑھا رہے ہیں۔ اس سے پہلے تفسیر ابن کثیر اور علوم القرآن وغیرہ بھی پڑھا چکے ہیں۔ آپ نے کچھ مقالے انگریزی میں تحریر فرمائے ہیں جو انٹرنیٹ پر موجود ہیں؛ اسی طرح ایک ٹیم کے ساتھ مل کر ''فتح الملہم'' کا کچھ حصہ انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ اپنے والد ماجد کی طرح مزاج میں تواضع اور سنجیدگی غالب ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو عام و تام فرمائے۔ آمین!

مولانا سلیم دھورات صاحب(۱)، خواہر زادۂ عزیز محمد اقبال راوت سلمہ، ....

(۱) **حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم:** آپ گجرات کے مایۂ ناز فرزند ہیں، دارالعلوم بری کے فاضل ہیں، جامعہ ریاض العلوم لیسٹر اور اسلامک دعوہ اکیڈمی کے بانی و مدیر ہیں۔ لندن کی سرزمین پر دعوت و تعلیم کے حوالے سے آپ کی بڑی خدمات ہیں، خصوصاً نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد آپ سے جُڑ کر اپنی اصلاح میں لگی ہوئی ہے۔ آپ ۷رنومبر ۱۹۶۲ء کو بمقام بھوریا، ضلع سورت گجرات پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرما کر ۱۹۷۳ء میں برطانیہ منتقل ہوگئے تو مزید تعلیم لیسٹر ہی میں حاصل فرمائی۔ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم بری میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۶ء میں اول پوزیشن سے کامیابی حاصل فرما کر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا اسلام الحق صاحبؒ، حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی دامت برکاتہم، حضرت مولانا یوسف صاحب متالا نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا بلال صاحب بابا دامت برکاتہم وغیرہ جلیل القدر علما و مشائخ ہیں۔ آپ کو شیخ عبداللہ ناخی، مولانا احمد علی سورتی، مولانا نصیر احمد خاں صاحب بلند شہری، مولانا انظر شاہ کشمیری، حضرت شیخ یونس صاحب جون پوری، مولانا عزیز الحق صاحب بنگلہ دیشی، مولانا عبیداللہ صاحب اشرفی، شیخ محمد عوامہ، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب جیسے اکابر مشائخ سے حدیث شریف کی اجازت حاصل ہے۔ ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۱ء تک اپنی مادرِ علمی دارالعلوم بری میں خدمت انجام دی، پھر لیسٹر منتقل ہو کر ''اسلامک دعوہ اکیڈمی'' کی بنیاد رکھی، جس کے تحت ماہنامہ ''ریاض الجنہ'' بزبانِ انگریزی مردوں کے لیے تجوید اور دیگر اسلامی علوم پر مشتمل کورسیز، نوجوان لڑکیوں کے اصلاحی پروگرام، دارالافتا، نوخیز بچوں اور بچیوں کے لیے تربیتی پروگرام، دینی کتب خانہ وغیرہ جاری ہے، اور اردو و انگریزی زبان میں سالانہ حج و عمرہ اور زیارتِ مدینہ منورہ سے متعلق پروگرام اور خصوصاً نوجوانوں کی سالانہ کانفرنس ہوتی ہے جس میں تقریباً پانچ ہزار نوجوانوں کی شرکت ہوتی ہے؛ نیز آپ نے یہاں ''جامعہ ریاض العلوم'' قائم فرمایا، جہاں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے؛ اسی طرح جامعہ ریاض الصالحات میں بنات کے لیے تعلیم کا معقول انتظام ہے جہاں سے ایک بہت بڑی تعداد سندِ فراغت حاصل کر چکی ہے۔ اسی طرح مدرسہ ریاض القرآن میں اسکول اور کالج کے نوجوانوں کو بوقت شام مکتب کی تعلیم دی جاتی ہے؛ نیز آپ کے ذریعہ خانقاہی نظام بھی کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے، جس کے تحت مختلف پروگرام کیے جاتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء سے مکمل صحیح بخاری شریف کی تدریس فرما رہے ہیں۔ آپ کو حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ، حضرت مفکرِ ملت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرری نور اللہ مرقدہٗ وغیرہ کئی اکابر سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے۔ آپ کے بہار آفریں قلم سے انگریزی زبان میں تقریباً پچپن کتابیں اور اردو زبان میں تیئیس رسائل منظر عام پر آ چکے ہیں، جن میں سے ''دعوت علم و عمل، مواعظِ حسنہ، How to perform umra، How to perform hajj، How to perform ziyarah وغیرہ کتابیں قابلِ ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور یہ آبشارِ علم و عمل تا مدتِ مدید پوری قوت کے ساتھ رواں دواں رہے تاکہ ایک لمبی مدت تک تشنہ کامانِ علم و معرفت جی بھر کر سیراب ہوتے رہیں۔ آمین!

مولانا زاہدالراشدی صاحب مدظلہٗ (۱)، مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب (۲)، مولوی یوسف گنگات فلاحی سلمہٗ (۳) اور بعض دیگر احباب مطار کے باہر موجود تھے، پرتپاک ملاقات ہوئی اور ایرپورٹ کے ریسٹورنٹ میں تھوڑی دیر ناشتہ چائے کے لیے نشست رہی، اس کے بعد گھر کے لیے روانہ ہو گئے، شام تک آرام کرتے رہے اور پھر دوستوں سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

اتوار ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۶ء:

صبح نماز اور ناشتہ سے فارغ ہو کر روزنامہ جنگ پر نظر ڈالی، آج کل کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرتا کہ عالم اسلام کے کسی نہ کسی خطہ میں قتل و غارت گری، جنگ و جدال کی خبر نہ آتی ہو، نفس پرستی اور مادیت کی محبت نے انسان کو حیوانوں سے پست درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ ابھی اخبار پڑھ ہی رہا تھا کہ بعض عرب مہمان تشریف لائے، مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحبؒ نے ناچیز کے بارے میں غائبانہ تعارف کرایا تھا۔ اسلامی دنیا کے حالات پر یہ حضرات اپنا نقطۂ نظر پیش فرماتے رہے، تھوڑی دیر میں مولانا زاہدالراشدی مدظلہ اور مولانا محمد عیسیٰ صاحب بھی تشریف لا کر شریک مجلس ہوئے، تقریباً ایک بجے یہ مجلس ختم ہوئی۔

---

(۱) ان کا تعارف صفحہ ۲۲ پر گزر چکا۔ (۲) ان کا تعارف صفحہ ۲۳ پر گزر چکا۔

(۳) **حضرت مولانا یوسف صاحب گنگات فلاحی زید مجدہٗ:** دارالعلوم فلاحِ دارین کے فاضل ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں آپ نے دارالعلوم فلاحِ دارین میں داخلہ لے کر ۱۹۸۵ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا یعقوب گورا صاحبؒ، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ فراغت کے بعد اسلامک دعوہ اکیڈمی لیسٹر میں بارہ سال تک ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۹ء میں آپ ملاوی میں پیدا ہوئے، فی الحال انگلینڈ میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے۔ آمین!

دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کیا، شام چار بجے بعض رشتے داروں کی عیادت کے لیے نکلے، مغرب کے بعد واپسی ہوئی اور بھانجوں اور اہل تعلق سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

پیر ۲۱/اکتوبر:

نماز فجر اور ضروریات سے فارغ ہو کر بعض دینی کتابوں کا مطالعہ کیا، عزیزم مولوی محمد شفیع دمنی سلمہ (۱) ملاقات کے لیے تشریف لائے، ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو جاری رہی۔ اس کے بعد بعض جدید کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، دوپہر میں کھانا کھا کر آرام کیا۔ شام کو عصر کے بعد ڈاکٹر کے پاس جا کر دوالی، بعض مہمانوں سے ملاقات کی، عشا پڑھ کر آرام کیا۔

---

(۱) حضرت مولانا محمد شفیع بن احمد صاحب دمنی زید مجدہٗ دارالعلوم فلاحِ دارین سے فارغ ہونے والی سب سے پہلی جماعت کے طالب علم ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم دَمن اور دارالعلوم رام پورہ میں ہوئی، بعدہٗ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لے کر درجۂ عربی دوم تک تعلیم حاصل فرمائی۔ یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا یعقوب منشی کاوی صاحب، حضرت مولانا اسماعیل بھائیلا صاحب، رئیس الجامعہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ، حضرت شیخ ابراہیم صاحب اندوری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مصلح الدین صاحب بڑودوی دامت برکاتہم ہیں۔ بعدہٗ درجۂ عربی سوم میں فلاحِ دارین میں داخلہ حاصل کیا اور ۱۹۶۹ء میں فراغت حاصل فرمائی۔ یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب، حضرت مولانا حاجی یعقوب صاحب ڈیسائیؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحب افغانیؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ، حضرت مفکرِ ملت نوراللہ مرقدہٗ، حضرت قاری رمضان صاحب میواتیؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ فراغت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی صحبت میں دو ماہ قیام فرمایا، پھر سورت میں کچھ عرصہ امامت کی خدمت انجام دی، بعدہٗ ایک مدت تک دارالعلوم اشرفیہ راندیر کے درجۂ حفظ میں تعلیم دی، پھر برطانیہ کا سفر فرمایا اور ۱۹۷۹ء سے انگلینڈ میں مقیم ہیں اور امامت اور مکتب کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ ماشاء اللہ! مولانا موصوف بڑے خلیق، متواضع اور اکابر پرست آدمی ہیں۔ فلاحِ دارین کے اپنے اساتذہ کے ساتھ فداکاری کا تعلق رکھتے ہیں، خصوصاً استاذِ گرامی حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ کے تو عاشقِ زار ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول بخشے اور آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

منگل ۲۲؍اکتوبر:

صبح کی نماز کے بعد اخبار دیکھا، غسل سے فارغ ہوا اور کتابوں کے مطالعے میں مشغول رہا، دوپہر میں کھانا کھا کر قیلولہ کیا۔ عصر کے بعد مولانا شمیم صاحب(۱) کی ملاقات کے لیے روانہ ہوئے، مغرب اسٹامفول کی مسجد میں ادا کی، امام مسجد مولانا اسماعیل رویدروی صاحب سے ملاقات ہوئی، اور مولانا شمیم صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے۔ مولانا شمیم صاحب اصلاً گجراتی ہیں، برما سے برطانیہ تشریف لائے ہیں، بہترین علمی ذوق کے مالک ہیں اور تحقیقی اور علمی کاموں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ علمی مخطوطات خصوصاً علمائے احناف کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے ہیں، ان سے ملاقات کر کے بے حد مسرت ہوتی ہے۔

آج کل امام طحاویؒ اور ان کی تصنیفات پر تحقیق فرما کر اس کو کمپیوٹر میں ڈال رہے ہیں، امام طحاویؒ کی کل ۳۴ تصنیفات کے اسما تلاش کر رکھے ہیں۔

---

(۱) حضرت مولانا شمیم احمد باگیہؒ کا اصل وطن وریاؤ ضلع سورت ہے، وہاں سے برما منتقل ہو گئے، پھر وہاں سے انگلینڈ تشریف لے جا کر لندن میں مقیم ہو گئے تھے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مولانا موصوف کو تحقیق کا نہایت اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا، دنیا بھر کے کتب خانوں پر گہری نظر رکھتے تھے، خاص طور پر علمائے احناف کے مخطوطات پر تحقیق اور ریسرچ کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ احقر نے حضرت مفکرِ ملتؒ کی زبانی سنا ہے کہ مولانا موصوف نے حضرت امام ابوجعفر طحاویؒ کی تقریباً چونتیس کتابوں کے مخطوطات دنیا بھر سے تلاش کر لیے تھے اور ان کی خدمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہ رہے تھے؛ مگر افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی اور جوانی میں انتقال فرما گئے۔ انگلینڈ کے سفر میں حضرت مفکرِ ملتؒ کو کسی نے مولانا احمد باگیہ صاحب کے بارے میں اِن الفاظ سے اطلاع دی کہ یہاں ایک محقق عالم ہیں، جن کی کتابوں پر بہت گہری نظر ہے اور مخطوطات کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے ہیں؛ مگر لوگوں کی ملاقات سے احتراز کرتے ہیں۔ حضرت کو یہ سن کر ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا؛ چناں چہ اُن کے گھر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ طرفین میں نہایت گہرے تعلقات قائم ہو گئے۔ حضرت کے بہ قول وہ اپنا ذاتی ذخیرہ حضرت کو عطا کرنا چاہ رہے تھے، لیکن حضرت کا ان دنوں سفر نہ ہو سکا =

مولانا مدظلہ سے ہی معلوم ہوا کہ امام طحاویؒ کی ''نخب الافکار'' دوجلدوں میں طبع ہوگئی ہے، نیز معانی الآثار اور مشکل الآثار بھی جدید تحقیق وتعلیق کے ساتھ طبع ہوچکی ہے، اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی۔

تیرہویں صدی کے بعض مصری علما کے حالات پر مشتمل ایک نایاب عربی کتاب بھی ان کے کتب خانہ میں نظر آئی۔

مولانا شمیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے بعض مخطوطات کے سلسلہ میں ہندوستان کے بعض معروف علما کو خط لکھا تو انہوں نے میری جستجو اور تحقیق کے شوق کی داد دی اور دعائیں لکھ بھیجیں؛ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا کہ ہم عملاً آپ کا تعاون نہیں کرسکتے۔

اس کے برخلاف لندن کے بعض لائبریری والوں کو جب میری بیماری کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ ڈاکٹر کا سرٹیفکٹ پیش کردیں کہ میں بیمار ہوں اور میرے لیے بار بار لائبریری کی حاضری مشکل ہے تو ہم خود کتابیں آپ کے گھر پہنچائیں گے، چناں چہ سرٹیفکٹ پیش کیا گیا تو اب وہ لوگ اپنے صرفہ سے کتابیں میرے گھر پہنچاتے ہیں اور پھر واپس لے جاتے ہیں، ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک مولانا شمیم صاحب کے کمرہ میں استفادہ کرتے رہے اور پھر واپس آگئے، عشا ادا کی اور آرام کیا۔

بدھ ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۶ء:

صبح معمولات سے فارغ ہوئے، روز نامچہ لکھا، اخبار کا مطالعہ کیا اور نو بجے

= تو انہوں نے انگلینڈ کے علمائے کرام جناب مفتی عبدالرحمٰن صاحب منگیرا، جناب مفتی یوسف ساجا صاحب اور دارالعلوم بری کو وہ کتابیں عنایت فرمادیں۔ افسوس ہے کہ گجرات کے اِس مایۂ ناز سپوت اور محقق کی خدمات لوگوں کے سامنے نہیں آسکیں۔ معلوم نہیں اُن کی تحقیق کردہ کتابوں کا کیا ہوا؟ اللہ کرے اُن کی تحقیقات شائع ہوں تو مولانا مرحوم کے لیے صدقۂ جاریہ ہوگا۔

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ(۱) سے ملاقات کرنے روانہ ہوئے، ۱۰ر بجے مولانا مدظلہ کے مکان پر پہنچ گئے، بہت ہی محبت سے ملاقات فرمائی، بندہ نے بعض تحریکات اور ان کے قائدین کے بارے میں دریافت کیا تو مولانا مدظلہ نے پوری تفصیل سے اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ چائے ناشتہ سے تواضع فرمائی، اور اپنی دو کتابیں طلاق ثلاثہ اور مجموعۂ مضامین ہدیتاً پیش فرما کر احسان فرمایا۔

حضرت مولانا مدظلہٗ بہترین صاحبِ قلم اور صاحبِ فکر عالم ہیں، ان سے مل کر بہت مسرت ہوئی۔

دوپہر کے کھانے، قیلولہ سے فراغت کے بعد، شہر میں کچھ ضروری کام کے لیے نکلے، آج بہترین موسم تھا، دھوپ نکلی تھی، اس لیے بازار میں بھی رونق نظر آرہی تھی۔

بعد مغرب مولانا ادریس نرولی صاحب اور مولانا محمد ایوب اٹالوی مدظلہ(۲) تشریف لائے، مولانا ایوب صاحب ہفتہ میں تین روز بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیتے ہیں، بقیہ ایام باٹلی میں دینی کاموں میں گزارتے ہیں۔

۲۵ر اکتوبر جمعہ:

لیسٹر پہنچے، جمعہ سے قبل مسجد نور میں سورۂ مؤمنون کی چند آیات پر مختصر گفتگو ہوئی، جمعہ کے بعد آرام کیا، عصر کے بعد جناب انور بھائی کے ہمراہ ان کے دفتر گئے، مغرب کے بعد مولانا سلیم صاحب کے مکان پر کھانا کھایا، عشا کے بعد مجلس ہوئی۔

---

(۱) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی مدظلہٗ حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے بڑے فرزند ہیں۔ حیاتِ نعمانی، واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر جیسی وقیع کتابوں کے مصنف ہیں۔ اہلِ علم کے مابین مقبول و معروف ہیں، محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ (۲) آپ کا تذکرہ مقالاتِ مفکر ملت جلد دوم صفحہ ۳۰۷ پر گزر چکا ہے۔

۲۶؍اکتوبر ہفتہ:

گلوسٹر کے لیے ۶ بجے روانہ ہوئے، ۱۱ بجے گلوسٹر پہنچے، سالانہ امتحان میں شرکت کی، عربی اول دوم کے بچوں کا امتحان لیا، علما سے ملاقات ہوئی، ظہر کے بعد آرام کیا، عصر کے بعد ملاقات، عشا کے بعد مسجد نور میں بیان ہوا اور اسماعیل پانڈور صاحب کے مکان پر آرام کیا۔

۲۷؍اکتوبر اتوار:

گلوسٹر صبح باوا بھائی رنگونی سے ملاقات ہوئی اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی، ظہر سے قبل یعقوب پانڈور صاحب کے گھر طعام، ظہر تا عصر سالانہ جلسہ میں شرکت اور مختصر بیان (ناشتہ رفیق محترم مولانا موسیٰ صاحب کے دولت کدہ پر ہوا) مغرب بعد والسال کے لیے روانگی، عشا بعد والسال میں علمائے کرام کے ساتھ مجلس۔

۲۸؍اکتوبر پیر:

صبح فجر کے بعد ناشتہ اور آرام پھر قاری عثمان صاحب (۱)، مولانا غلام بارڈولی (۲)، سعید بھائی ڈابھیلی کے ہمراہ برمنگھم کا سفر، وکیل صاحب سے ملاقات، قاری غلام رسول راندیری کی زیارت اور پر لطف مجلس، ظہر کے بعد مولانا غلام صاحب کے گھر دعوت اور آرام، عصر کے بعد مولانا عبدالاول صاحب (۳) کے گھر حاضری، مغرب کے بعد مانچسٹر کے لیے روانگی، راستہ کی تلاش میں دو گھنٹے گشت، ۱۱ بجے قاری صاحب کے گھر پہنچے۔

---

(۱) دیکھئے مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۴۸

(۲) دیکھئے مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۴۹

(۳) دیکھئے مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۴۹

۲۹/اکتوبر منگل:

صبح کی نماز بعد آرام، اس کے بعد غسل اور ناشتہ، قاری زبیر کے بھائی کی علالت، ہسپتال (The Royal Infermi Hospital Oxfordroad) میں عیادت کے لیے حاضری، اس ہسپتال کی کچھ خصوصیات، دوپہر یوسف بھائی قاضی صاحب کے گھر دعوت، عصر بعد مدرسہ میں حاضری، مغرب بعد مولانا قاسم دیوان سلمہ کے گھر دعوت، عشا بعد مسجد نور میں بیان، رات مولوی سلیم کے مکان پر مجلس اور آرام۔

۳۰/اکتوبر بدھ:

نماز فجر کے بعد قاری زبیر کے گھر مختصر مجلس پھر آرام، مولانا قاسم دیوان(۱) کے ساتھ لائبریری کی ملاقات، نوادرات اور عربی مخطوطات پر نظر، ظہر کے بعد دعوت میں شرکت، عصر کے بعد اسلامی اکیڈمی مانچسٹر میں حاضری اور علامہ خالد محمود صاحب(۲) سے

---

(۱) **حضرت مولانا قاسم بن قاری عبداللہ صاحب دیوانؒ:** لاج پور ضلع سورت کے باشندے ہیں۔ آپ نے ۱۸/جون ۱۹۵۹ء کو ایک علمی خانوادے میں آنکھیں کھولیں۔ ۱۹۶۰ء میں زمبابوے تشریف لے گئے۔ ناظرہ اور دنیاوی تعلیم پرائمری، سیکنڈری اور پالی ٹیکنک تک وہیں حاصل فرمائی۔ ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۳ء میں سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔ آپ نے کچھ مدت مسجد العباس اسلامک کلچرل سینٹر ہرارے میں امامت فرمائی۔ پھر ۱۹۸۷ء میں انگلینڈ ہجرت فرما کر ایک لمبے عرصے تک مسجد النور میں امامت کے ساتھ مدرسہ تعلیم الاسلام میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۲ء میں انیس الابرار کے نام سے ایک مدرسہ شروع فرمایا جس میں ابتدائی تعلیم کے ساتھ عربی تعلیم بھی دیتے رہے۔ پھر ۲۰۱۵ء میں مدرسہ روضۃ العلوم مانچسٹر میں تدریس شروع فرمائی جس میں فقہ، اصولِ فقہ اور تجوید کی خدمت انجام دی۔ بیس سال کے طویل عرصے تک گردے کے عارضے میں مبتلا رہے اور ۴/مارچ ۲۰۱۷ء کو انتقال فرمایا اور اب مانچسٹر کے قبرستان میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامل مغفرت فرمائے اور رفعِ درجات فرمائے۔ آمین!

(۲) حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحبؒ ۱۹۲۵ء میں قصور شہر میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام پیر محمد غنی تھا، آپ =

تبادلۂ خیالات، مولوی اقبال رنگونی صاحب کی ملاقات، عشا بعد مسجد الہدایۃ میں بیان، طعام قاری زبیر کے گھر، پھر آرام۔

= نے ابتدائی تعلیم کا آغاز قصور سے کیا، اس کے بعد امرتسر جا کر تعلیم کو جاری رکھا۔ ۱۹۴۴ء میں ''دارالعلوم دیوبند'' سے فراغت حاصل کی، بعد از فراغت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت علامہ عثمانی صاحبؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانیؒ اور حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے اکتسابِ فیض کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ''جامعہ اشرفیہ'' میں بھی دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں شرکت فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، علامہ شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ وغیرہ جلیل القدر علما ہیں۔ آپ نے اپنی مادرِ علمی جامعہ اشرفیہ لاہور میں حدیث شریف کی کتابوں کی تدریس بھی فرمائی۔ آپ دینی اور عصری دونوں میدانوں میں تعلیم یافتہ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ مری کالج سیالکوٹ، ایم او کالج لاہور اور ڈگری کالج خانے وال میں پروفیسر بھی رہے ہیں۔ آپ کو ایک طویل عرصے تک حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، امام الاولیا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ جیسے اکابر کی رفاقت حاصل رہی ہے۔ آپ نے عمر کا زیادہ تر حصہ انگلینڈ میں گزارا جہاں مانچسٹر میں ایک اسلامی سینٹر کے ڈائریکٹر تھے۔ آپ سپریم کورٹ کے ''الشریعۃ'' اپیلٹ کے جج بھی رہے ہیں۔ آپ نے فرقِ باطلہ کے رد میں زبردست کارنامہ انجام دیا ہے۔ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور مطالعۂ قادیانیت کے حوالے سے مختلف رسائل کے علاوہ چار اہم کتب ''عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت، عقیدۃ الامم فی مقامات عیسیٰ بن مریم، عقیدۃ السلام فی الفرق بین الکفر والاسلام اور مرزا قادیانی شخصیت و کردار'' تالیف فرمائی ہیں ہفت روزہ ''دعوت'' کے آپ برسوں مدیر رہے۔ اس کے علاوہ ''عبقات دو جلدیں، تجلیاتِ آفتاب دو جلدیں، خلفائے راشدین دو جلدیں، معیارِ صحابیت، محرم کی پہلی دس راتیں، دوازدہ احادیث، عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب اور مطالعۂ بریلویت وغیرہ کئی شہرت یافتہ کتابیں آپ کے قلم سے نکل کر دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ آپ کو اپنے بے مثال کارنامے اور تحقیقی خدمات کی بنا پر علما کے حلقے میں رئیس المناظرین اور علامہ کے معزز القاب سے یاد کیا گیا۔ افسوس! یہ جبل العلم اور بقول محدثِ کبیر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ دورِ حاضر کے سب سے بڑے عالم ۲۰/رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴/مئی ۲۰۲۰ء بروز پنج شنبہ مسافرانِ آخرت میں شامل ہو گئے اور مانچسٹر ہی میں آسودۂ خواب ہو گئے۔

فرحمه الله ورفع درجاته. آمین!

۳۱؍اکتوبر جمعرات:

صبح کی نماز کے بعد سیدھے ایر پورٹ پہنچے۔ استقبال کرنے کے لیے مسلمانوں کی بڑی تعداد آ گئی تھی، مولانا ہاشم صاحب، مولانا واڈی صاحب(۱)، مولانا موتالا صاحب اور دیگر علما بھی موجود تھے۔ ۸؍بجے ہوائی جہاز اترا اور ٹھیک ۸:۳۰ کو حضرت اقدس صدیق احمد صاحب مدظلہ باہر تشریف لائے، ملاقات کے بعد سیدھے ہسپتال گئے، قاری زبیر صاحب کے بھائی کے لیے دعا فرمائی اور دم کیا۔ پھر ناشتہ کر کے آرام فرمایا، ظہر کی نماز اسلامک اکیڈمی میں ادا فرمائی، اور تھوڑی دیر نصیحت فرمائی، مقامی علما کی قدردانی اور ان کی

(۱) حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈیؒ کی ولادت ۲۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ مطابق ۷؍فروری ۱۹۲۱ء کو لاجپور گجرات میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرمائی، بارہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی تکمیل فرمائی، بعدۂ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق جنوری ۱۹۳۵ء میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لیا، شعبان ۱۳۶۴ھ مطابق جولائی ۱۹۴۵ء میں آپ نے سندِ فراغت حاصل فرمائی، درمیان میں ایک سال جامعہ حسینیہ راندیر میں بھی آپ نے گزارا۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ایک سال دورہ پڑھا، پھر ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں امام الاولیا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے درسِ قرآن میں شرکت فرمائی۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ، حضرت مولانا بدرعالم میرٹھیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ وغیرہ جلیل القدر اکابر و مشائخ ہیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے وطن لاجپور ہی میں امامت کے فرائض انجام دینے لگے، پھر ۱۹۵۲ء میں مڈغاسکر کا سفر فرمایا اور وہاں ۲۱؍سال قیام رہا۔ ۱۹۷۳ء میں مسجد نورالاسلام بلیک برن کے امام کے طور پر انگلینڈ میں تشریف آوری ہوئی، اور یہ فرائض ۱۹۸۸ء تک آپ برابر انجام دیتے رہے۔ اس دوران ۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۸ء ازہر انگلینڈ دارالعلوم بری میں خدمات انجام دیں، جہاں عقائد، فقہ اور حدیث کی تدریس فرمائی۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا سلیم صاحب دھورات دامت برکاتہم قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کو حضرت مولانا غلام حبیب صاحب نقش بندیؒ اور حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر کی طرف سے اجازتِ بیعت حاصل تھی۔ آپ بڑے عبادت گزار، متواضع اور متبعِ سنت بزرگ تھے۔ آپ نے ۹؍ستمبر ۱۹۹۶ء کو لنکاسٹر میں جامعہ کوثر کی بنیاد رکھی جو انگلینڈ کا وقیع ادارہ سمجھا جاتا ہے جس میں مسلمان بچیاں دینی اور عصری دونوں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹؍نومبر ۲۰۱۲ء بروز دوشنبہ ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً! (ماہنامہ ریاض الجنہ، جنوری ۲۰۱۳ء)

خدمت پر توجہ دلائی، تھوڑی دیر دفتر میں قیام فرما کر علامہ خالد محمود سے بات چیت کی اور ان کی مطبوعات دیکھیں، دوپہر کا کھانا تناول فرمایا ۲۰؍منٹ آرام فرما کر مسجد الھدایۃ تشریف لائے، عصر کے بعد بیان ہوا، مغرب کے بعد مسجد نور الاسلام میں عورتوں کو نصیحت اور بیعت فرمایا، پھر حضرت تلاوت میں مشغول ہو گئے، عشا کے بعد مفتی احمد صاحب صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور راقم سطور نے دینی گفتگو کی اور پھر حضرت والا کا مختصر بیان ہوا۔

یکم نومبر ۱۹۹۶:

صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر لنکاسٹر کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں مولانا اسماعیل واڈی صاحب نے ایک بہت بڑے ہسپتال اور اس کی ملحقہ عمارتوں کو خرید کر ''جامعۃ الکوثر'' کے نام سے لڑکیوں کا مدرسہ شروع کیا ہے۔ ۱۲۰؍کمروں پر مشتمل یہ عظیم عمارت صرف ساڑھے سات لاکھ روپے میں خریدی گئی ہے اور لاکھوں روپے کا سامان بھی اس میں موجود ہے، بڑے بڑے کمرے، ہال اور دیگر ضروریات پر مشتمل یہ عمارت مسلمانوں کے لیے تحفۂ خداوندی ہے، مولانا اسماعیل صاحب کے فرزند مولوی فضل حق صاحب (۱) اور مولوی محمد طاہر صاحب (۲) اور مولوی مشتاق ولنوی فلاحی ....

---

(۱) مولانا فضل حق صاحب زید مجدہٗ، حضرت مولانا اسماعیل واڈی صاحبؒ کے صاحب زادے ہیں۔ جامعۃ الکوثر لنکاسٹر کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں، اپنے والد ماجد سے اجازتِ بیعت بھی حاصل ہے اور پچھلے کئی سالوں سے بلیک برن میں خانقاہی نظام بھی چلاتے ہیں، آپ ہی کی جاں فشانی اور محنت سے اِس مدرسے نے کافی ترقی کی ہے۔

(۲) حضرت مفتی طاہر صاحب مدظلہ، حضرت مولانا اسماعیل صاحب واڈیؒ کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ فی الحال دارالعلوم بری میں بخاری شریف اور جامعۃ الکوثر لنکاسٹر میں کتبِ احادیث کی تدریس فرما رہے ہیں۔ بہت ہی زیادہ نیک خو، متواضع اور کم گو آدمی ہیں، عوام وخواص کے درمیان صوفی طاہر صاحب سے مشہور ہیں، بڑی صفات کے حامل بزرگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں بے حد برکت عطا فرمائے اور فیض کو عام وتام عطا فرمائے۔ آمین!

صاحب(۱) وغیرہ اصحاب محنت سے کام کر رہے ہیں۔

اس شہر میں مشہور یونی ورسٹی ہے جس میں مختلف زبانوں گجراتی' اردو اور عربی، فرانسیسی چینی وغیرہ سکھلانے کے شعبے ہیں، بڑا تاریخی شہر ہے، ملکہ کی والدہ کی جائے پیدائش ہے، اس لیے بھی اس کی اہمیت ہے، ایسے تاریخی اور علمی شہر میں مسلمانوں کی اگر بہترین درس گاہ قائم ہو جائے اور اس کو موجودہ دور کی ضروریات کے مطابق چلایا جائے تو بہت نفع کی توقع ہے؛ مگر افسوس کہ مسلمان ایسے علمی اداروں پر روپیہ خرچ کرنے کا رجحان نہیں رکھتے اور دیگر اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی کافی مقروض ہے۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مدظلہٗ نے خصوصی دعا فرمائی، اور فرمایا کہ اس میں مسلمان طلبا کے لیے صنعت وحرفت کے شعبے بھی قائم فرمائیں۔ معائنہ کے بعد ناشتہ چائے سے تواضع ہوئی اور دارالعلوم بری کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۵-۱۲ کو دارالعلوم بری کے احاطے میں پہنچے، حضرت مولانا یوسف صاحب متالا مدظلہٗ(۲) کے دولت کدہ پر تھوڑی دیر بیٹھے، جمعہ کا وقت قریب تھا اس لیے مسجد گئے، مسجد طلبا' اساتذہ اور دیگر مہمانوں سے بھری تھی۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز مولانا عبد الرحیم صاحب

---

(۱) مولانا مشتاق صاحب ولن: ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، ۱۹۶۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی، اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل فرمانے کے بعد دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر سے ۱۹۷۹ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی احمد بیمات صاحبؒ، حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا شیر علی صاحبؒ، حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحبؒ وغیرہ اکابر ہیں۔ کچھ سال زامبیا میں قیام فرمانے کے بعد ۱۹۹۲ء سے یوکے میں مقیم ہیں۔ کچھ مدت جامعۃ الکوثر لنکاسٹر میں انتظامی امور کو سنبھالا، بعدہٗ مستعفی ہو کر مسجدِ نور لنکاسٹر میں امامت وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین!

(۲) دیکھئے مقالاتِ مفکرِ ملت جلد دوم صفحہ ۳۵۱

عمرواڑی(۱) نے پڑھائی، اس کے بعد مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری مدظلہٗ اور احقر

(۱) حضرت مولانا عبدالرحیم بن قاری داؤد صاحب لمباڑا مدظلہ: عمرواڑہ، ضلع بھروچ، گجرات کے باشندے ہیں۔ ۲۴/جون ۱۹۶۵ء کو بودھان میں آپ کی ولادت ہوئی، جہاں آپ کے والدِ ماجد قاری داؤد صاحب لمباڑا ملازم تھے۔ آپ کے والد جامعہ حسینیہ راندیر کے فاضل تھے اور تجوید کی مشہور کتاب ''بارِ تجوید'' کے مصنف ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بودھان میں حاصل فرمانے کے بعد ناظرہ کی تعلیم اپنے وطن عمرواڑہ میں حاصل فرمائی اور درجۂ چار تک اسکول پڑھی، پھر مدرسہ سراج العلوم مٹوار میں صوفی احمد صاحب کروڈیہؒ کے پاس والد صاحب کے حکم سے آپ کو بھیج دیا گیا، جن کے پاس آپ نے صرف ۹/ماہ میں چھبیس پارے حفظ کر لیے، جس سے آپ کی ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اکتوبر ۱۹۷۵ء میں انگلینڈ تشریف لے گئے اور اپنے والد ماجد سے حفظ کی تکمیل کی۔ ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم بری میں داخلہ لیا اور چھ سال میں عالمیت کی تکمیل فرمائی۔ یہاں کے اساتذہ میں حضرت مولانا یوسف صاحب متالاؒ، حضرت مولانا اسلام الحق صاحبؒ، حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی مدظلہ، حضرت مفتی شبیر صاحب جوگواڑی مدظلہ اور حضرت مولانا بلال صاحب بابا دامت برکاتہم وغیرہ اکابر ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں آپ نے فراغت حاصل فرمائی، بعدہٗ اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا یوسف صاحب متالا نور اللہ مرقدہٗ کے حکم پر سہارن پور تشریف لے گئے اور درجۂ فنون میں داخلہ لیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ سے صحیحین، حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے رسم المفتی، الاشباہ و النظائر کی تعلیم کے ساتھ فتاویٰ کی مشق فرمائی؛ اسی طرح حضرت مولانا سلمان صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارن پور سے بیضاوی شریف پڑھی اور حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم سے شرح عقائد، میبذی اور درمختار کے کچھ اسباق پڑھے۔ ۱۹۸۵ء سے دارالعلوم بری میں تدریس کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً تیس سال تک مسلسل خدمت انجام دیتے رہے، اس دوران درجۂ وسطیٰ وعلیا کی متعدد کتابیں پڑھانے کی سعادت حاصل فرمائی۔ پچھلے کئی سالوں سے تفسیر رحیمی ڈاٹ کام کے ماتحت رحیمی اکیڈمی قائم فرما کر صحیحین کی تدریس کے ساتھ دیگر خدمات انجام دیتے ہیں۔ آپ کے مواعظ اسی ویب سائٹ کے ذریعہ سے دنیا میں نشر ہوتے ہیں اور بڑی تعداد میں لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے روایتِ حدیث شریف کی اجازت بھی حاصل ہے۔ بیعت کا تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے ساتھ تھا، بعد میں حضرت مولانا یوسف صاحب متالاؒ کی تربیت میں رہے اور اُنھی سے اجازتِ بیعت حاصل فرمائی، ان کے علاوہ حضرت شیخ محمد یونس صاحب جون پوریؒ، حضرت پیر طلحہ صاحبؒ، حضرت مولانا ہاشم پٹیل صاحب جوگواڑی مدظلہ اور حضرت پیر عزیز الرحمٰن صاحب ہزارویؒ سے بھی آپ کو اجازتِ بیعت حاصل ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ''چراغ سہارن پور''، شیخ عز الدین بن عبدالسلامؒ کی مشہور کتاب ''بدایۃ السول فی تفضیل الرسول'' کا انگریزی ترجمہ اور ''فتح الرحمٰن الرحیم فی تفسیر القرآن الکریم'' مشہور ہیں۔ آخر الذکر کتاب میں صرف پارۂ عم کے پہلے پاؤ کی عام فہم انداز میں تفسیر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کی تمام خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور تادیر دین کی مقبول خدمات میں مشغول رکھے۔ آمین!

نے مختصر تقریر کی، عام مسلمانوں کو ان مدارس کی اہمیت سمجھنے اوران کی قدر کرنے اوران کے ساتھ تعاون کرنے کے ساتھ طلبائے عزیز کو بھی حالات کے مطابق تیار کرنے وغیرہ چند ضروری باتیں عرض کیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس کا بیان ہوا، تین طالب علموں نے قرآن کریم حفظ مکمل فرمایا، اس کے بعد دعا ہوئی اور جلسہ ختم ہوا۔ حضرت اقدس نے دارالعلوم کے قیمتی کتب خانہ کا سرسری معائنہ فرمایا اور ہم لوگ حضرت مولانا ہاشم صاحب جوگواڑی مدظلہ کے دولت کدہ پر آ گئے، کھانے سے فارغ ہوکر بلیک برن روانہ ہوئے اور جامع مسجد میں عصر ادا کی، حضرت والا نے مختصر نصیحت اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد مولوی عبدالصمد صاحب بن مولوی اسماعیل صاحب کے زیر تعمیر عربی مدرسہ میں حاضری ہوئی، مغرب کی نماز اور دعا کے بعد بریڈفورڈ کے لیے روانہ ہوئے۔ بریڈفورڈ میں عشا سے پون گھنٹہ پہلے پہنچے، حضرت اقدس مدظلہ نے تھوڑا آرام فرمایا، اس کے بعد طالبات کو ایک حدیث پڑھائی، اس کے بعد مسجد نور میں عشا کے لیے روانہ ہوئے۔ مسجد آخری کنارہ تک بھری پڑی تھی، نماز کے بعد مفتی اسماعیل صاحب(۱) کے فرزند ارجمند کی قراءت اور

---

(۱) **حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم:** جامعہ حسینیہ راندیر کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفۂ اجل اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ کے شاگردِ رشید، علمائے دیوبند بلکہ علمائے احناف کی طرف سے آپ واحد شخص ہیں جن کو المجلس الاوربی للافتا کی رکنیت کا شرف حاصل ہے۔ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے نیک نام فاضل اور ہزاروں مریدین کے شیخ ومرشد ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۷/اپریل ۱۹۴۳ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم کچھولی ضلع بلساڑ میں ہوئی، از اردو تا ہدایہ کی تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں ہوئی، بعدۂ ۱۹۶۳ء میں مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے کر مشکاۃ شریف، جلالین شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں، ۱۹۶۴ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر اول نمبر سے کامیابی حاصل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ، حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ جیسے جلیل القدر علما ومشائخ ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تجویز پر =

حضرت مفتی صاحب کے تعارفی کلمات کے بعد مفتی احمد صاحب مدظلہ اور ناچیز نے ۲۰،۲۰ منٹ گفتگو کی، پھر حضرت والا کے نصائح اور دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا، کھانا کھایا اور باٹلی کے لیے روانہ ہو گئے، جامع مسجد باٹلی کے ساتھ مدرسہ میں قیام ہوا۔

ہفتہ ۲ر نومبر ۱۹۹۶ء:

صبح کے بعد حضرت اقدس نے مختصر نصیحتیں فرمائیں، کچھ آرام اور ناشتہ کے بعد تبلیغی مرکز دیوزبری میں حاضری ہوئی، مرکز پر دینی دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبا مسجد میں جمع تھے، ان کے سامنے حسب حال تقریریں ہوئیں، حضرت اقدس نے بھی نصیحت فرمائی اور دعا ہوئی۔ اس کے بعد کتب خانہ کا معائنہ کیا گیا، بندہ کی طبیعت ناساز ہوئی اس لیے

= دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تدریب الافتا میں داخلہ لیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی برکت سے دارالعلوم سے فارغ نہ ہونے کے باوجود خلافِ قانون آپ کا داخلہ منظور ہوا۔ ۱۹۶۶ء سے حضرت فقیہ الامتؒ کے حکم پر جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں نائب مفتی کی حیثیت سے تقرر رہا اور کچھ ہی سال کے بعد صدر مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے۔ بیس سال کی طویل مدت تک آپ نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں کتبِ احادیث کی تدریس اور فتاویٰ نویسی کے بعد برطانیہ کا سفر فرمایا اور وہاں بریڈفورڈ میں قیام فرما کر اہلِ برطانیہ کی تشنگی کو بجھانے کا سامان فرمایا۔ بعض اہلِ دل نے یہ شہادت دی کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی برطانیہ تشریف بری تکوینی طور پر اہلِ برطانیہ کے لیے غنیمتِ کبریٰ ہے۔ ۲۰۰۸ء سے جامعہ حسینیہ راندیر کی مسندِ مشیختِ حدیث و دارالافتا کو رونق بخش رہے ہیں۔ مفید المسلمین، مبادیاتِ فقہ، الکنز المخفی، مکتوباتِ فقیہ الزمن، مکتوباتِ مرشدی اور فتاویٰ دینیہ وغیرہ متعدد کتابیں اور افادات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر لوگوں کی تشنہ لبی دور کرنے کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو اعلیٰ کمالات سے نوازا ہے، شہرت پسندی سے کوسوں دور رہتے ہیں، فقاہت آپ کے رگ و ریشہ میں جاں گزیں ہیں، آپ کے فتاویٰ پر حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بھی اعتماد تھا۔ حضرت پیر مولانا محمد طلحہ صاحبؒ کے بہ قول آپ کو روحانیت میں بھی بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ راندیر میں تشریف آوری کے بعد سے شہرِ سورت میں آپ کی برکات کا خصوصی طور پر مشاہدہ ہونے لگا ہے۔ الحمدللہ! علما مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کر کے اپنی گتھیوں کو سلجھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے ظلِ عاطفت کو قائم رکھے اور آپ کے فیض کو بے حد عموم اور وسعت عطا فرمائے۔ آمین!

مفتی یوسف ساچا صاحب(۱) کے ہمراہ ان کے گھر آگئے، آرام کیا اور بعض جدید علمی

(۱) **حضرت مفتی یوسف صاحب مدظلہ:** کفلیتہ ضلع سورت گجرات کے باشندے ہیں، آپ کی پیدائش ۲۱/صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۳۵ء کو کفلیتہ کے ایک معروف علمی گھرانے میں ہوئی۔ موصوف نے اپنے والد ماجد کے زیرِ نگرانی پرورش پائی اور قرآن کریم، اردو اور عصری تعلیم انگلش میڈیم اسکول میں حاصل فرمائی۔ کفلیتہ میں دینیات کی تعلیم حاصل فرمانے کے بعد مدرسہ مفتاح العلوم تراج میں عربی دوم تک کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں حضرت مولانا غلام محمد صاحب نرولیؒ اور حضرت قاری بندۂ الٰہی صاحبؒ سے خصوصی طور پر کسبِ فیض فرمایا۔ بعدہٗ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لے کر متوسطات سے موقوف علیہ تک کی تعلیم حاصل فرمائی، پھر جامعہ امداد العلوم وڈالی میں درجہ موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم، حضرت مفتی احمد خان پوری صاحب، حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا اقبال صاحب خان پوری، حضرت مولانا شمس الدین صاحب بستوی وغیرہ اکابر ہیں۔ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد تشریف لے گئے اور درجۂ تدریب الافتا میں داخلہ لیا۔ ذاتی صلاحیت اور علمی پختگی کی وجہ سے فراغت کے بعد ہی آپ برطانیہ واپس ہو کر امامت اور قرآن وحدیث کی تدریس اور افتا کی خدمات میں مشغول ہو گئے۔ ۱۹۸۴ء میں جامعہ تعلیم الاسلام دیوز بری تبلیغی مرکز میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ یہاں تقریباً بیس سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حافظ پٹیل صاحبؒ کے قائم فرمودہ مدرسہ دعوۃ الایمان بریڈفورڈ میں آپ کا تقرر ہوا اور تاحال حدیث، فقہ، افتا اور تفسیر کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ یہاں پر سننِ ابوداؤد، جامع ترمذی، شرح عقود رسم المفتی، الاشباہ والنظائر وغیرہ کتابیں آپ سے متعلق ہیں۔ نیز دار العلم للبنات میں بخاری شریف اور مقدمۂ مسلم بھی زیرِ تدریس ہے۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مسیح الامتؒ کے ساتھ رہا ہے، اور اجازتِ بیعت حضرت حاجی فاروق صاحب سکھرویؒ، ڈاکٹر محمد صابر صاحبؒ اور حضرت نواب قیصر صاحبؒ سے حاصل ہوئی۔ حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحبؒ نے بھی آپ کو تمام سلاسل میں اجازتِ بیعت وخلافت سے نوازا ہے۔ آپ نے مختلف عنوانات پر بیش قیمت رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ کے بقول برطانیہ کے مشہور اور معتمد مفتی ہیں، عوام ہی کا نہیں علما کا بھی آپ کو اعتماد حاصل ہے۔ علم متحضر ہے اور مسائل پر اللہ تعالیٰ نے اچھا عبور عطا فرمایا ہے، جزئیات بھی بہ کثرت یاد ہیں، اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی بہت اچھا دیا ہے، اپنے اسلاف کے طرز پر اپنے مسلک پر برابر جمے ہوئے ہیں اور تصلب کی صفت سے مالا مال ہیں۔ اللہ کرے آپ کے انگریزی فتاویٰ جلد از جلد شائع ہوں اور انگریزی داں طبقہ اُن سے استفادہ کر سکے۔ مہمان نوازی بھی مثالی ہے، ہندو پاک کے اکثر علما آپ کے دولت کدے پر تشریف لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں بے پناہ برکت عطا فرمائے اور مزید قبولیت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

مطبوعات دیکھیں، امام طحاویؒ کی 'مشکل الآثار' تحقیق اور تعلیق کے ساتھ طبع ہوگئی اس کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مفتی صاحب کا کتب خانہ بہت ہی قیمتی اور اہم کتابوں پر مشتمل ہے، اور کمپیوٹر سے بھی برابر کام لیا جارہا ہے۔ دوپہر کا کھانا مولانا ایوب صاحب کھلوڑ یہ کے مکان پر کھایا گیا، اور پھر حضرت مولانا قاری صدیق صاحب مدظلہ کے ہمراہ مفتی ساچا صاحب کے گھر آگئے اور کتابیں دیکھ کر چند منٹ آرام کیا اور مسجد میں حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت والا کی مختصر تقریر اور دعا ہوئی، اور جامع مسجد پہنچ گئے، مغرب کے بعد مفتی احمد صاحب خان پوری مدظلہ کا بیان مسجد میں ہوا، اور حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ دوسرے ہال میں علما اور حفاظ کی مجلس میں پہنچ گئے۔ پہلے علامہ خالد محمود صاحب نے فاضلانہ تقریر فرمائی، اس کے بعد بندہ نے علمائے کرام کو کتابوں کے مسلسل مطالعہ اور مختلف جہتوں سے ہونے والے الغزو الفکری سے باخبر رہنے کی، بچوں کو برطانیہ کے ماحول کو سامنے رکھ کر تعلیم دینے کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کیں، نیز اکابرین اور اسلاف کی کتابوں اور ان کے ملفوظات سے استفادہ کرنے اور موجودہ اکابرین سے ربط رکھنے کی گزارش کی۔ الحمدللہ! اس جلسہ میں علما کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، تبلیغی جماعت برطانیہ کے امیر حافظ پٹیل صاحب اور دیگر فضلا بھی موجود تھے، حضرت والا نے دینی علوم میں پختگی اور اسلاف کے طریقہ پر کام کرنے کی تاکید فرمائی۔

عشا کے بعد عمومی بیان ہوا، جس میں بندہ اور مولانا شبیر احمد سالوجی(۱) کی تقریر ہوئی، مولانا شبیر احمد سالوجی مدظلہ نے انگریزی زبان میں تقریر فرمائی، اس کے بعد حضرتِ اقدس کا بیان اور دعا ہوئی، رات باٹلی ہی میں گزری۔

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں جلد اول صفحہ ۴۱۳

اتوار۳رنومبر۱۹۹۶ء:

لیسٹر کے لیے روانگی ہوئی، ۹:۳۰ بجے لیسٹر پہنچ گئے، چند مخلصین کے مکانوں پر دعا کے لیے حاضری ہوئی، اس کے بعد حضرت مولانا سلیم صاحب کے مکان پر حضرت اقدس نے آرام فرمایا۔ ہم لوگ اخبار دیکھتے رہے۔ مفتی احمد صاحب غسل سے فارغ ہوئے، کھانا کھایا اور جامع مسجد لیسٹر حاضر ہوئے، پوری مسجد مسلمانوں سے بھری تھی۔ مفتی احمد صاحب نے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ میں ارشادات کی روشنی میں تفصیلی گفتگو فرمائی (مولانا آدم مانک پوری مدظلہ کے پراثر اور مختصر تعارفی کلمات کے بعد) ناچیز نے اسی موضوع پر مزید روشنی ڈالی، پھر حضرت اقدس کا بیان ہوا، دعا پر جلسہ ختم ہوا، جلسہ کے بعد مجلس دعوۃ الحق لیسٹر کے دفتر میں حاضری ہوئی، مولانا ایوب سورتی اٹالوی، مولوی الیاس سورتی(۱) اور ان کے رفقا اس مجلس میں دعوتی اور دینی کتابوں اور رسالوں کی طباعت واشاعت کا کام کرتے ہیں۔

---

(۱) حضرت مولانا الیاس صاحب سورتیؒ، حضرت قاری بندۂ الٰہی کے صاحبؒ زادے ہیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور ریڑھی تاج پورہ میں ہوئی، پھر جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے کر ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے فراغت حاصل فرمائی۔ حضرت مسیح الامتؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا احمد صاحب پرتاب گڑھیؒ وغیرہ اکابر سے اصلاحی تعلق تھا۔ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے اجازتِ بیعت حاصل ہوئی۔ مجلسِ دعوت الحق اُوْنْ کے مہتمم، جامعہ عربیہ للعلوم الاسلامیہ کچھ کے بانی ومہتمم، جامعہ پلوامہ کشمیر کے مہتمم، مولانا آزاد انگلش اسکول اُون کے بانی، کل ہند تنظیم المسلمین دہلی کے بانی وغیرہ نسبتوں کے حامل تھے، کئی اداروں اور تنظیموں کی بنیاد آپ نے رکھی۔ آپ نے لوہارہ ضلع سورت اور جامعہ رشیدیہ نانی نرولی میں تدریسی خدمت انجام دی ہیں، اس کے بعد دعوتی کام میں مشغول ہو گئے تھے، ایک طویل مدت تک مختلف علاقوں میں خدمت انجام دیتے رہے۔ داعیٔ اسلام حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مکیؒ کی صحبت میں مکہ مکرمہ میں دو سال قیام فرمایا، آپ کو اکابر تبلیغ سے خصوصی مناسبت تھی؛ چناں چہ متعدد اکابر کے مواعظ اور بیانات اپنے ہاتھ سے ضبط فرمائے، جو آپ کے

....

کتب خانے میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟، خانقاہی تقریریں دو جلد، مواعظ عبیدیہ چار جلد، بیانات بھائی فضلِ کریمؒ اور دروسِ مظفری قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے مجلسِ خیر سورت، رام پورہ کے ماتحت ایک اردو گجراتی پرچہ ''حکیم الامتؒ'' کے نام سے نکالا تھا جو تقریباً دس بارہ سال جاری رہا، اس کی ادارت کے فرائض آپ ہی انجام دیتے رہے، غرض! بڑی خدمات آپ کے وجود سے انجام پاتی رہیں۔ ۲؍جنوری ۲۰۲۰ء کو وفات پائی اور کوسمبا میں مدفون ہیں۔ آپ کے صاحب زادے جناب مولانا عیسیٰ صاحب زید مجدہٗ کوسمبا میں ایک مدرسے کے بانی و مہتمم ہیں، اُنہیں کے وہاں تشریف لے گئے تھے، اور وہیں انتقال فرمایا۔

رحمه الله رحمةً واسعةً!

سفر برطانیہ کی مختصر روداد

۷؍جولائی ۱۹۹۴ء تا...... اگست ۱۹۹۴ء برطانیہ کا پروگرام

(منجانب جامعہ اسلامیہ لندن)

جمعرات ۷؍جولائی ۱۹۹۴ء، ۳:۲۰ کو ہیتھر و ایئر پورٹ پر آمد۔

جمعہ ۸؍جولائی ۱۹۹۴ء، لندن کلفٹن کی مسجد میں جمعہ قبل بیان/عصر بعد ایستامفول ہل کی مسجد میں بیان۔

سنیچر ۹؍جولائی ۱۹۹۴ء، ایستامفول کمیونٹی سینٹر اور لڑکیوں کے اسکول کا معائنہ، حکیم سعد رشید صاحب (۱) سے ملاقات، دیپک بارڈولوی صاحب (۲) سے ملاقات۔

---

(۱) حضرت حکیم سعد رشید صاحب اجمیریؒ، قطب عالم حضرت شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے مجازِ بیعت تھے اور مشہور حکیم تھے، سورت میں مقیم تھے۔ حضرت حکیم صاحب اجمیریؒ اصل گنگوہ کے باشندے تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ تک پہنچتا ہے۔ سورت میں طبابت کرتے تھے، دوسرے بھائی بمبئی میں مقیم تھے، دونوں بہت نیک اور متشرع تھے، حکیم صاحبؒ کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازتِ بیعت حاصل تھی، آخر میں برمنگھم برطانیہ تشریف لے گئے تھے اور وہیں انتقال ہوا اور تدفین عمل میں آئی۔ اللہ جل شانہ کامل مغفرت فرما کر درجاتِ عالیہ سے نوازے۔ آمین!

(۲) دیپک صاحب کا اصل نام موسیٰ یوسف حافظی تھا، بارڈولی ضلع سورت کے باشندے تھے، دیپک آپ کا تخلص ہے، گجراتی کے بہترین شاعر، غزل گو، مصنف اور صحافی تھے۔ انڈیا سے پاکستان ہجرت فرما گئے تھے، پھر وہاں سے برطانیہ جا کر مقیم ہو گئے تھے، انگلینڈ کے شہر مانچسٹر میں اقامت اختیار فرمالی تھی۔ آپ کے دس سے زیادہ اشعار کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں، آپ کو کئی ایوارڈ بھی دیئے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی بہترین کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں ''بوہرہ شخصیات'' اور ''سنی بوہروں کی تاریخ'' قابلِ ذکر ہیں۔ اسی سال انگلینڈ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً!

اتوار۱۰؍جولائی ۱۹۹۴ء، جامعہ اسلامیہ کا سالانہ جلسہ، مولانا عبدالغنی صاحب اور دیگر علما سے ملاقات اور جلسہ میں بیان۔

پیر۱۱؍جولائی ۱۹۹۴ء، لندن میں قیام، رشتے داروں سے ملاقات۔

منگل۱۲؍جولائی ۱۹۹۴ء، لندن میں قیام، مولانا عیسیٰ منصوری کے گھر دعوت اور مفتی برکت اللہ قاسمی(۱) سے ملاقات/ مولانا مصطفیٰ(۲) کے مدرسہ کی ملاقات۔

بدھ۱۳؍جولائی ۱۹۹۴ء، لندن میں قیام، پرائمری اسکول کا معائنہ کیا۔

جمعرات۱۴؍جولائی ۱۹۹۴ء، --------

جمعہ۱۵؍جولائی ۱۹۹۴ء، لیسٹر، جمعہ سے قبل بخاری مسجد میں بیان/ عصر بعد جامع مسجد میں اور مغرب بعد مسجد نور میں بیان۔

ہفتہ ۱۶؍جولائی ۱۹۹۴ء، بلیک برن، جمعہ مسجد میں عصر کے بعد بیان/ قبیل عصر علما کی مختصر مجلس۔

اتوار۱۷؍جولائی ۱۹۹۴ء، باٹلی، عصر سے قبل علما کی مجلس/ عصر بعد بیان۔

---

(۱) مفتی برکت اللہ صاحب زیدہ مجدہٗ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور فی الحال لندن میں مقیم ہیں، وہاں ایک ویب سائٹ چلاتے ہیں جس سے نوجوان متعلق ہوکر اپنے سوالات کو حل کرتے ہیں اور مفتی صاحب موصوف کے مختلف پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں، مفتی صاحب کے لندن یونی ورسٹی میں لکچرز بھی ہوتے ہیں۔

(۲) حضرت مولانا مصطفیٰ صاحب مفتاحی مدظلہٗ ٹکاریہ ضلع بھروچ کے باشندے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرمائی، پھر عالمیت کے کچھ سال دارالعلوم کنتھاریہ میں گزار کر جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد تشریف لے گئے اور وہیں سے فراغت حاصل کی اور افتا بھی کیا۔ فی الحال دارالعلوم لندن کے مہتمم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبول بخشے اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

پیر ۱۸/ جولائی ۱۹۹۴ء، دیوزبری، مولانا یعقوب قاسمی (۱) کی ملاقات/ عصر بعد بیان۔

منگل ۱۹/ جولائی ۱۹۹۴ء، بولٹن، دارالعلوم بری میں حاضری، مولانا یوسف صاحب (۲) سے ملاقات۔

بدھ ۲۰/ جولائی ۱۹۹۴ء، بولٹن۔

جمعرات ۲۱/ جولائی ۱۹۹۴ء، بولٹن۔

جمعہ ۲۲/ جولائی ۱۹۹۴ء، بریڈفورڈ، مولانا احمد پانڈور اور قاری سعید الرحمٰن، مفتی محمد اسلم صاحب سے ملاقات/ جمعہ قبل بیان، مولوی حسین دمنی کے ہمراہ۔

ہفتہ ۲۳/ جولائی ۱۹۹۴ء، گلوسٹر، عصر بعد علما کی مجلس/ اکیڈمی کی ملاقات۔

اتوار ۲۴/ جولائی ۱۹۹۴ء، گلوسٹر، مدرسہ کا امتحان اور ظہر بعد جلسہ اور بیان/ شام برائٹن دعوت

پیر ۲۵/ جولائی ۱۹۹۴ء، والسال ہوتے ہوئے بولٹن واپسی۔

منگل ۲۶/ جولائی ۱۹۹۴ء، بولٹن، مانچسٹر اسماعیل سلمہ (۳) کا استقبال۔

بدھ ۲۷/ جولائی ۱۹۹۴ء۔

جمعرات ۲۸/ جولائی ۱۹۹۴ء، پریسٹن، قوۃ الاسلام میں عصر بعد بیان۔

---

(۱) **حضرت مولانا یعقوب صاحب منشی قاسمی مدظلہ:** کاوی ضلع بھروچ کے باشندے ہیں، دارالعلوم کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد ہیں۔ کچھ مدت جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تدریس فرمائی ہے۔ فی الحال دیوزبری انگلینڈ میں مقیم ہیں۔ فلکیات میں بڑی مہارت حاصل ہے، اس سلسلے میں کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔ برطانیہ کے اکابر علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ مرکز تبلیغ دیوزبری میں مدت تک تدریس فرمائی۔ آج کل علالت کے دور سے گزر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت کو کامل شفا عطا فرمائے اور عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے۔ آمین!

(۲) مراد حضرت مولانا یوسف صاحب متالا نور اللہ مرقدہٗ خلیفۂ اجل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ۔

(۳) مراد حضرت مولانا اسماعیل بن مولانا عبداللہ صاحب پٹیل رکن مجلسِ مشاورت دارالعلوم وقف دیوبند۔

جمعہ ۲۹/ جولائی ۱۹۹۴ء، والسال، جمعہ بعد نئی مسجد میں مختصر بیان، امام حرم کی ملاقات۔

ہفتہ ۳۰/ جولائی ۱۹۹۴ء، صبح نوٹنگھم دارالعلوم کا معائنہ اور مختصر بیان/ مولانا کمال صاحب(۱) اور دیگر اساتذہ کی ملاقات/ عصر بعد والسال اور مغرب بعد ڈاکسٹن میں بیان۔

اتوار ۳۱/ جولائی ۱۹۹۴ء، برمنگھم، تحفظِ ناموسِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں صبح کی نشست میں شرکت/ ظہر بعد بولٹن روانگی۔

پیر یکم اگست ۱۹۹۴ء، بولٹن، رحمانی مسجد میں عصر بعد بیان۔

منگل ۲/ اگست ۱۹۹۴ء۔

بدھ ۳/ اگست ۱۹۹۴ء، کوونٹری، عصر بعد بیان۔

جمعرات ۴/ اگست ۱۹۹۴ء، ننی ٹن، عصر بعد بیان اور مغرب بعد لندن روانگی۔

جمعہ ۵/ اگست ۱۹۹۴ء، لندن، ایٹن پارک مسجد میں بیان، جمعہ بعد سید سلمان ندوی اور ڈاکٹر محمود غازی سے ملاقات/ عصر بعد ختم نبوت کے دفتر میں۔

ہفتہ ۶/ اگست ۱۹۹۴ء، لندن، ریجن پارک کے سیمینار میں شرکت اور بیان۔

اتوار ۷/ اگست ۱۹۹۴ء، لیسٹر، جیتالی، ویلفیر کمیٹی کے جلسہ میں شرکت۔

پیر ۸/ اگست ۱۹۹۴ء، لیسٹر، مجلس دعوۃ الحق میں حاضری/ مولانا اقبال صاحب(۲) سے

---

(۱) حضرت مولانا کمال صاحبؒ پڑوسی ملک کے باشندے ہیں، جید علما میں آپ کا شمار ہوتا ہے، نوٹنگھم اور مرکزِ تبلیغ دیوز بری میں تدریس فرمائی ہے، قرآن مجید بہت ہی عمدہ انداز میں پڑھتے تھے، انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے۔ آمین!

(۲) مراد حضرت مولانا اقبال صاحب اعظمی مدظلہ، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، انتہائی قابل آدمی ہیں، حضرت مفکرِ اسلام مولانا علی میاں ندویؒ کے علوم کو انگریزی میں منتقل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور آپ کی دینی خدمات کے دائرہ کو مزید وسعت اور مواقع عطا فرمائے۔ آمین!

ملاقات/ مولانا سلیم صاحب(۱) کی عیادت۔

منگل ۹/ اگست ۱۹۹۴ء، بولٹن، عصر بعد مولانا ارشد مدنی کے وعظ میں شرکت۔

بدھ ۱۰/ اگست ۱۹۹۴ء، بریڈفورڈ، حافظ یوسف لاکھی، مفتی اسماعیل صاحب(۲) وغیرہ دوستوں سے ملاقات۔

جمعرات ۱۱/ اگست ۱۹۹۴ء، بولٹن صبح مولانا فیض علی شاہ صاحب (۳) سے ملاقات/ دوپہر کو مانچسٹر/ عصر بعد بیان۔

جمعہ ۱۲/ اگست ۱۹۹۴ء، گیارہ بجے ویگن، جمعہ ویگن میں/ عصر بعد مولانا محمد مکی صاحب کا بیان۔

ہفتہ ۱۳/ اگست ۱۹۹۴ء، ظہر بعد شاہ عبدالمجید ندیم صاحب کا زکریا مسجد میں بیان۔

اتوار ۱۴/ اگست ۱۹۹۴ء، برمنگھم ختم نبوت کانفرنس میں شرکت/ مختصر بیان/ عصر کے وقت بولٹن واپسی۔

---

(۱) مراد حضرت مولانا سلیم صاحب دھورات مدظلہ۔

(۲) حضرت مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر ومجازِ بیعت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔

(۳) حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحبؒ پاکستان کے باشندے تھے، آپ کے والد ماجد حضرت سید سخی شاہؒ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذِ رشید تھے۔ حضرت فیض علی شاہؒ ۱۹۳۵ء میں بمبئی میں برسر روزگار تھے، لیکن آپ کے والد ماجد نے خط تحریر فرمایا کہ آپ دارالعلوم دیوبند جاکر علومِ دینیہ کی تعلیم حاصل فرمائیں، ورنہ میرے جنازے میں شرکت نہ کریں، اس سے متاثر ہوکر آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ۱۹۴۸ء میں سندِ فراغت حاصل فرمائی۔ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۷ء آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں، پھر اپنے وطن تشریف لے گئے اور دوبارہ ہندوستان کا ویزہ نہیں مل سکا اس لیے انڈیا واپسی نہ ہوسکی۔ انگلینڈ بولٹن میں مقیم تھے، ۱۱/ ستمبر ۲۰۰۰ء کو پاکستان میں انتقال فرمایا۔ آپ کی ولادت ۱۹۲۳ء میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین!

پیر ۱۵؍اگست ۱۹۹۴ء، دار العلوم بولٹن میں حاضری/ زکریا مسجد میں بیان عصر تا مغرب۔
منگل ۱۶؍اگست ۱۹۹۴ء،/عصر بعد مانچسٹر۔
بدھ ۱۷؍اگست ۱۹۹۴ء، بولٹن۔
جمعرات ۱۸؍اگست ۱۹۹۴ء، لندن روانگی۔
جمعہ ۱۹؍اگست ۱۹۹۴ء، والتھم ایسٹ مسجد میں جمعہ سے قبل بیان۔
ہفتہ ۲۰؍اگست ۱۹۹۴ء، گرین اسٹریٹ کی مسجد میں عصر بعد بیان۔

اتوار ۲۱؍اگست ۱۹۹۴ء، اپٹن لین کی مسجد میں عصر بعد بیان/ مفتی رشید احمد لدھیانوی اور مولانا محمد قمر الزماں صاحب سے ملاقات۔
پیر ۲۲؍ اگست ۱۹۹۴ء، جامعہ اسلامیہ لندن، مولانا بلال صاحب(۱)، مفتی زکریا صاحب(۲) سے تبادلۂ خیال۔

---

(۱) حضرت مولانا بلال باوا صاحب مدظلہ برما کے باشندے ہیں، آپ کے والد ماجد مولانا اسماعیل صاحب بڑبودھنی اصل گجرات کے باشندے تھے، گجرات سے برما منتقل ہوئے، وہاں سے انگلینڈ تشریف لے گئے اور لندن میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک دار العلوم شروع فرمایا تھا، کچھ مدت کے بعد وہ دار العلوم بند ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ عمر میں بعافیت برکت عطا فرمائے۔ آمین!

(۲) حضرت مولانا مفتی زکریا صاحب زیدہ مجدہٗ کا آبائی وطن عالی پور ضلع نوساری ہے۔ ۱۹۷۰ء میں دیوز بری برطانیہ میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں دار العلوم فلاحِ دارین ترکیسر میں داخلہ لے کر اردو، درجاتِ عربی اور افتا کی تعلیم حاصل فرمائی۔ ۱۹۹۲ء میں فراغت حاصل فرمائی، پھر ڈیڑھ دو سال قیام فرما کر افتا کی مشق فرمائی۔ بعدہٗ کچھ مدت جامعہ اسلامیہ لندن شِشکس میں کتب کی تدریس فرمائی، پھر حضرت مفکرِ ملت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی نور اللہ مرقدہٗ اور دیگر اکابر کے مشورے پر ۱۹۹۵ء میں گجرات تشریف آوری ہوئی، یہاں جامعہ رحمانیہ کھامبیا عالی پور کا اہتمام سنبھالا، ۲۰۰۰ء =

منگل ۲۳؍ اگست ۱۹۹۴ء، مولانا احمد تراجوی صاحب اور ڈاکٹر علوی صاحب کی ملاقات۔

بدھ ۲۴؍اگست ۱۹۹۴ء، مولوی شفیع دمنی کی دعوت/ مولوی ادریس نرولوی کی دعوت۔

جمعرات ۲۵؍اگست ۱۹۹۴ء، مفتی رشید احمد صاحب سے آخری ملاقات۔

جمعہ ۲۶؍اگست ۱۹۹۴ء، انڈیا روانگی۔

= میں اہتمام سے مستعفی ہوکر پھر برطانیہ تشریف لے گئے اور باٹلی میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جہاں تقریباً ساڑھے آٹھ سو بچے مکتب کی تعلیم حاصل فرماتے ہیں، اس کے ساتھ درجۂ عربی سوم تک درجات کتب بھی جاری ہیں۔ آپ نے قدوری، نورالایضاح، قصص، ترجمۂ کلام پاک اور مشکاۃ شریف جیسی متعدد کتابوں کی کامیاب تدریس فرمائی ہے، پچھلے تیس سال سے جامعہ اسلامیہ کے اہتمام کی رونق بڑھا رہے ہیں اور آپ کے زیرِ سرپرستی یہ ادارہ دن دونی رات چوگنی ترقی کے منازل طے کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ مزید خدمات کے لیے موفق فرمائے اور آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

آمین!

کرم اتنا تو مجھ پر اے جمالِ یار ہو جائے
نظر اٹھنے نہ پائے اور مجھے دیدار ہو جائے
فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذاتِ عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اُس کو ترا دیدار ہو جائے

(نفیسؔ شاہ صاحبؒ)

بابِ ہشتم

متفرقات

الاقتباسات الثمينة من الدرر الكامنة

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

ٹورنٹو، کینیڈا، ۳۱/اگست ۱۹۹۷ء

عزیزم مولوی یوسف صاحب ٹنکاروی سلمہٗ ودیگر اساتذۂ کرام واحباب زادکم اللہ عملاً وفضلاً ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے! جناب محمد حنیف انگار صاحب کے ذریعہ ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں، موصول ہو گیا ہوگا، خدا کرے آپ کو اور ہمارے رفقائے تدریس کو پسند آیا ہو۔

آج کل چند کتابیں زیرِ مطالعہ ہیں: (۱) معروف مسلمان سائنس داں (۲) حیاتِ گیلانی از مولانا ظفیر الدین صاحب (۳) أثر علماء المسلمين في الحضارة الأوربية (٤) الدرر الكامنة في أعيان المأة الثامنة (لابن حجر العسقلاني)، حیاتِ گیلانی تو آپ لوگوں کے مطالعہ میں آچکی ہوگی، بہت کام کی اور طلبا وعلما کے لیے قابل مطالعہ کتاب ہے، افسوس ہے کہ مجھے تاخیر سے ہاتھ لگی، جب مطالعہ شروع کیا تو ہمارے اکابر کے بعض واقعات پڑھتے ہوئے آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ (تغمدهم الله تعالى بغفرانه ورحمته)

مجھے آپ احباب سے شکایت بھی پیدا ہوئی کہ ایسی بہت سی کتابیں طبع ہوئی ہوں گی؛ مگر آپ لوگ تھوڑی سی زحمت فرما کر اس دور افتادہ کو اطلاع بھی نہیں کرتے، یہ کتاب سالانہ انعامات میں طلبا کو تقسیم کی جائے تو بہت بہتر ہوگا، بشرطے کہ قبلہ سید صاحب(۱) بھی اس کتاب کو پسند فرمائیں، خیر! آج کی مجلس میں ''الدرر الکامنۃ'' کی جلد اول سے کچھ اقتباسات ارسال کرنے کا جی چاہتا ہے، بطور تفنن طبع اس کا نام "الاقتباسات الثمینة من الدرر الکامنة" رکھ دیا ہے؛ مگر پہلے ایک نعت شریف نقل کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے شرف

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

درِ نبیؐ کے فقیروں میں نام ہو جائے ۔۔۔ خدا کرے کہ یہ حاصل مقام ہو جائے
تیری نگاہِ تلطف ہو خانۂ دل پر ۔۔۔ قبول میرا بھی آقا، سلام ہو جائے
سرور جس کا قیامت تک رہے باقی ۔۔۔ میرے نصیب میں وہ ایک جام ہو جائے
میرے لبوں پر تیرا نام ہو دمِ آخر ۔۔۔ سفر حیات کا، یونہی تمام ہو جائے
میں حاضری کا سوچوں، حضور بلوائیں ۔۔۔ رہِ سلوک میں، یہ التزام ہو جائے
میں جو بھی ہوں مجھے نسبت ہے آپ سے آقا ۔۔۔ کسی شمار میں یہ بھی غلام ہو جائے
حضور ساقئ کوثر کی مدحت کے طفیل ۔۔۔ میرے کلام کو حاصل دوام ہو جائے
میں اس دیار کی گلیوں کی خاک بن جاؤں ۔۔۔ عطاؔ جو قربتِ شاہِ انام ہو جائے(۲)

(۱) مراد استاذِ گرامی حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نروری نور اللہ مرقدہٗ سابق شیخ الحدیث ومعتمدِ تعلیم دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر سورت گجرات۔ (۲) سید عطاؔ جالندھری۔ نقل کردہ از اخبار جنگ لندن۔ بقلم عبداللہ غفرلہ

۱-احمد بن ابو بکر الحلبی کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وكـان قـوي اليدين جدًا، حتى كان يأخذ الحية فيحملها بذنبها و يـوقـعهـا إلـى فوق و يقصفها إلى أسفل، و يـرميهـا وقد انقطع وسطها وانخلعت فقارات ظهرها.(۱)

جب اس کو پڑھا تو مجھے میرے گاؤں کے ایک شخص کے حال کی تصدیق ہوگئی، میرے بچپن میں ان کے بارے میں یہی سنا کہ وہ سانپ کو دوڑ کر پکڑتے تھے، اوراس کو تیزی سے گردش دے کر پھینک دیتے تھے، ان کا نام بھی احمد بن موسیٰ تھا، احمد حلبی ۷۵۴ھ میں وفات پائے، اور احمد لولات غالباً ۱۳۵۲ھ میں انتقال کر گئے۔ کاپودرا والے حلب والوں سے کم تھوڑے ہیں؟

۲-احمد بن یوسف بن یعقوب الطیبیؒ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے:

”و تـعـانى الآداب ففاق في النظم والنثر، وكتب بخطه من كتب الأدب أشياء نفيسة ...... ومن شعره القصيدة الطنانة التي اقتبس فيها أكثر سورة مريم أولها:

لست أنسى الأحباب ما دُمت حيًّا إذ نـــووا لـــلـنـوى مـكـانًـا قـصيًـا
و تـلـوا آية الـدمـوع فـخـروا خـفية البيـن سـجـدًا و بـكيًـا
و بـذكـراهـم تسح دمـوعي كـلـمـا اشتـقـت بـكـرة وعشيًـا
و أنـا جـي الإلـه مـن فرط حزني كـمـنـاجـاة عبده زكـريًـا

(۱) الدرر الکامنہ: ج۱/ص۱۱۳

واختفى نورهم فناديت ربي   في ظلام الدجى نداء خفيًا
وهن العظم بالعباد فهب لي   رب بالقرب من لدنك وليًا
واستجب في الهوى دعائي فإني   لم أكن بالدعاء منك شقيًا
قد فرى قلبي الفراق و حقًا   كان يوم الفراق شيئا فريًا
ليتني مت قبل هذا و إني   كنت نسيا يوم النوى منسيًا
ليس ذا الهجر باختياري و لكن   كان أمرًا مقدرًا مقضيًا
يا خليلي خلّياني و عشقي   أنا أولى بنار و جِدي صليًا
إن لي في الفراق دمعًا مطيعًا   و فؤادًا صبا و صبرًا عصيًا
أنا في هجرهم وصلت سهادي   فصلاني أو أهجراني مليًا
أنا في عاذلي وحبي وقلبي   حائر أيهم أشد عتيًا
أنا شيخ الغرام من يتبعني   أهده في الهوى صراطًا سويًا
أنا ميت الهوى و يوم أراهم   ذالك اليوم يوم أبعث حيا(۱)

۳– الطنبغا الجاولي الشاعر الظريف كان مملوك ابن ناحل ...... و له نظم حسن سائر:

أنهلَّ مدامعها درا و في فمها   درّ وبينهما قُرب و تمثال
لأن ذا جامد في الثغر منتظم   و ذاك منتشر في الخدِّ سيّال (۲)

(۱) الدررالکامنہ: ج۱/ص۳۴۳

(۲) الدررالکامنہ: ج۱/ص۴۰۸

۴-بددعا کا اثر

أيبك الأشقري عز الدين شاد الدواوين كان من مماليك الشجاعي و ترقى بعده، و كان مهابًا شديد الصولة، ومات هو وابنه و امرأته و تمام عشرة أنفس غيره في يوم واحد في المحرم ۷۰۷ھ، و يقال إن ذالك بسبب دعوة، و ذالك أنهٗ أرسل إلى الصعيد لتجهيز المراكب لغزو اليمن، فأمر بقطع جميزة (۱) لبعض الفقراء، فسأله أن يتركها فامتنع، فقال: اللّٰهم اقطع شجرته كما قطع شجرتنا، فأصبح هو و جميع أهله مرضى، فعاد إلى مصر، فنزل في داره و هو مريض، فأصبح و جميع من عنده موتٰى ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید(۲)

۵-عاشق النبیؐ: ۱۴ باپ دادا کا نام محمد تھا

أيمن أبو البركات بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد، لم يوجد نظير ذالك، و من شعره:

فررتُ من الدنيا إلى ساكن الحمى ۔۔۔ فرار مـحِـبٍّ عائد لحبيبه
لجأت إلى هذا الجناب و إنما ۔۔۔ لجأت إلى سامي العباد رحيبه

(۱) الجمیزۃ: گولر کا درخت (۲) ج۱/ص۴۲۱

مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے تھے، ایک مرتبہ وہاں سے سفر کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے ارشاد فرمایا:

كيف ترضى بفراقنا، فترك الرحيل و أقام بالمدينة إلى أن مات، و سمى نفسه عاشق النبي.

ایک مرتبہ تونس کے امیر نے ان کو وطن واپس آنے کی دعوت دی اور بڑی ترغیبیں دی گئیں تو جواباً فرمایا: "إني لو أعطيت ملكَ المغرب والمشرق لم أرغب عن جوار رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكر أنه رأى النبي صلى الله عليه وسلم تلك الليلة، فأطعمه ثلاث لقم من دشيشة الشعير ...... و قال: إني عنك راض". فأنشد لهٗ:

لقد صدق الباقر المرتضى سليل الإمام عليه السلام
بما قال في بعض ألفاظه سلاح اللئام قبيح الكلام

وله

بلغت بشعري في الصبا وعفته جميع الأماني من جميع المطالب
فلما رأى عيناي سبعين حجة قريبا هجرت الشعر هجر الأجانب (۱)

قینچی کے بارے میں

نحن محبان ما رأينا في الحب أشفى من العناق
فمن يحل بيننا نبادر بقطعه خشية الفراق (۲)

(۱) الدررالكامنہ: ج/۱ص۴۳۱،۴۳۲ (۲) الدررالكامنہ: ج/۱ص۴۳۳

روز تیس اسباق پڑھانے والے مدرس:

أبـو بـكـر بـن يـعـقـوب بـن سالم الديري الرحبي شهاب الدين الشـاغـوري الـحـكـيـم الـنـحوي، كان ماهرًا في العلوم حتى كان يقرئ ثـلاثيـن درسًـا فـي ثـلاثيـن عـلمًا، وصنّف تصانيف مفيدة، وكان ضيق الـعـيـش بـدمشق، حسن الخلق، كثير المروء ة والتواضع، مطرح الكلفة، غير مزاحم على المنا صب. مات بقلعة مصر في المحرم ٧٠٤هـ.

مختلف علوم وفنون کے تیس اسباق کا درس اور وہ بھی تنگئ معیشت کے ساتھ ایک عجوبہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو معاف فرمائیں۔ آمین!(۱)

ایک لاکھ انسانوں کے کفن کا نظم کرنے والا امیر:

بیغاروس الناصری کے تذکرہ میں لکھا ہے:

ثم باشر نيابة السلطنة في ولايته، فشكرت سيرته وأحبه الناس، وكـان الـطـاعـون الـعـام في أيامه، فقام في تكفين من لا أهل له، فيقال: إنهم ضبطوا من كفنهم فزادوا على مأة ألف.(۲)

آٹھویں صدی کے قلیل الاستعداد مدرسین کا نقشہ:

جعفر بن ثعلب الادیب الفقیہ الشافعیؒ نے ان کے دور کے مدرسین کا حال اس طرح اشعار میں بیان فرمایا ہے:

---

(۱) الدرر الکامنہ: ج۱/ص۴۶۸ (۲) الدرر الکامنہ: ج۱/ص۵۱۱

إنّ الـدروس بـمصرنا في عصرنا طبـعـت عـلـى لغط وفرط عياط
و مبــاحــث لاتـنتهـي لـنهــاية جـدلًا ونـقـل ظـاهـر الأغلاط
ومـدرس يبـدي مبـاحـث كلها نشـأت عـن التخليط والأخلاط
ومـحـدث قـد صـار غـاية علمه أجــزاء يــرويهــا عن الدمياطي
و فــلانة تــروي حــديثًا عــاليًا وفــلان يـروي ذاك عـن أسبـاط
والـفـرق بيـن غريرهم وغزيرهم وأفـصـح عـن الـخياط والحناط
والـفــاضـل الـنـحرير فيهم دأبـه قـول أرسـطــاطـاليـس أو بقراط
وعـلـوم ديـن الـلّـه نـادت جهرة هــذا زمــان فيــه طـيّ بســاطي
ولـي زمـانـي و انـقـضت أوقاته و ذهــابــه مـن جـملة الأشـراط

جب آٹھویں صدی کے مدرسین اشراطِ ساعت میں شمار کیے جاتے تھے تو ہم جیسوں کا کیا حال ہے؟ مگر ہر دور میں اچھے برے ساتھ ہی چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمائیں۔(۱)

الدرر الكامنة المجلد الثاني – لابن حجر العسقلانيؒ

۱-ایک رکعت میں پورے قرآن مجید کی تلاوت:

حسـان الأنـصـاري كـان مـمـن يعتـقـده العامة، وتحكى عنه كـرامات، و كان كثير العبادة والمجاهدة في قيام الليل، ويقال: إنه كان يـقـرء القرآن في ركعة بالليل، وكانت له همة في إغاثة الملهوف وقضاء

(۱) الدرر الکامنہ: ج۱/ص۵۳۶

حوائج الناس عند الدولة.(۱)

گویا نرے صوفی نہ تھے، خدمتِ خلق میں بھر پور حصہ لیتے تھے، یہی حقیقی اسلام ہے۔

۲-کھمبات (گجرات) کے عالم دمشق میں:

حسن بن أحمد بن المظفر شرف الدين بن كمال الدين الخطيري ولد ٧٤٠هـ بالهند بكنبات، وقدم دمشق، وسمع من أحمد بن عبد الدائم جزء ابن عرفة، والمأة الفراوية، وانتخاب الطبراني، ومن الرضي بن البرهان وابن أبي اليسر وغيرهم. سمع منه الحفاظ: المزي، والبرزالي، و الذهبي، وابن رافع. وكان صوفيا بخانقاه خاتون، وكان شيخا حسنا عنده فضل، وله نظم، وكتب المنسوب، وحدّث ونسخ بخطه كثيرًا، و مات في سابع عشر شعبان ٧٧٤هـ.(۲)

(گجرات کے علما کا علم حدیث سے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ نئی شہادت ملی ہے۔ فللّه الحمد!، کیسے کیسے مشہور محدثین علما نے ان سے سماعت کی ہے۔فتدبر!)

۳-ایک محدث کی عجیب وصیت:

حسن بن علی الاصبہانی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

و أوصى أن يفرق على من حضر جنازته حلوىٰ صابونية على

(۱) الدررالکامنہ: ج۲/ص۹

(۲) الدررالکامنہ: ج۲/ص۱۳

برزق(۱)، ففعل ذالك، وأكل منها الأغنياء والفقراء ....(۲)

(ہمارے بچپن میں گاؤں میں کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو کفن کے سامان کے ساتھ ''ممرے'' اور ''جلیبی'' بھی لوگ لاتے تھے اور بچوں میں تقسیم ہوتی تھی، ہوسکتا ہے کھمبات، بھروچ میں جو عرب آتے تھے ان کے ذریعہ یہ مٹھائی تقسیم کرنے کی بات گجرات میں بھی آئی ہو۔ واللہ اعلم!)

۴-جیل خانہ میں بحالتِ قید دلائل النبوۃ للبیہقی نقل کرڈالی:

حسن بن عمار کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وكان الناصر حسن مفرطًا في الذكاء، ضابطًا لما يحصل له، و لما خلع وسجن، اشتغل بالعلم كثيرًا حتى نسخ دلائل النبوة للبيهقي بخطه.

(جس کو علم کا شوق ہو اس کے لیے باغ، گھر اور جیل خانہ سب برابر ہے، نہ اس کو تنہائی محسوس ہوتی ہے اور نہ وہ وقت ضائع کرتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں علم الصیغہ جیل میں لکھی گئی، ابوالکلام نے شاہ کار خطوط لکھے، محمد علی جوہر نے پُر درد نظمیں کہیں اور حسرت موہانی نے بھی مشقِ سخن جاری رکھی۔

ہے مشقِ سخن جاری اور چکّی کی مشقت بھی
کیا طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

و هكذا يكون العلماء.(۱)

---

(۱) البرزق حلوى مطبوخة بالجبن

(۲) الدررالکامنہ: ج۲/ص۲۷

(۱) الدررالکامنہ: ج۲/ص۴۰

۵-حسن بن محمد القرطبی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

ویتحرز في ما یکتبه ولا یکتب إلّا ما هو سائغ شرعا

و من عنوان شعره

یوم الوداع بدت شواهد لوعتي   نار الخلیل تشب في الطوفان
و أردت أن اعتنق الحبیب فخفت أن   یغشاه ثم اذّی لظٰی نیبراني (۱)

سبحان اللہ! اس لیے معانقہ کرنے سے گھبرایا کہ کہیں میرے دل کی سوزش اس کو خاک نہ کردے، واقعی عمدہ تعبیر ہے۔

۶-حسن بن مسلم کی کرامت (شیر پال رکھا تھا):

حسن بن مسلم المصري کان رجلاً صالحًا لا یأکل إلا مِن کسب یده، یسافر إلی بلاد المغرب فیجاهد الفرنج، وکانت له کرامات، منها أنه ربٰی أسدًا إلی أن تأنس بالناس، فکان یکون بین الفقراء بغیر سلسلة ولا یوذي أحدًا من الناس....(۲)

(شیخ سعدیؒ نے جو حکایت لکھی ہے، اُسے تازہ کرلیں)

۷-ایک جید الحفظ حافظ جو نابینا تھے:

حمزة الضریر الحنبلي کان قد حفظ القرآن حفظًا قویًا، بحیث أنه کان یقرأ السورة منکوسة من غیر تلعثم ..... ذکره ابن رجب في الطبقات.(۳)   سبحان الخلاق العظیم!!

(۱) الدرر الکامنہ: ج۱/ص۴۵   (۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۴۶   (۳) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۷۸

۸-۳۰/جلدوں میں تاریخ لکھی:

خلیل بن ایبک کے تذکرہ میں ہے کہ:

ثـم أخـذ في التأليف، فجمع تأريخه الكبير الذي سمّاه "الوافي بـالـوفيات" في نحو ثلاثين مجلدة على حروف المعجم، وأفرد منه أهل عـصـره فـي كتـاب سـمّـاه "أعـوان الـنـصـر في أعيان العصر" في ست مجلدات . . . .(۱)

اس کے علاوہ دیگر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں کتنی برکت عطا فرمائی ہوگی۔

۹-موت کی ترغیب میں چند اشعار:

داؤد بن....الشاذلی الاسکندرانی کے تذکرہ میں ہے:

ورأيت له قصيدة يرغب فيها في الموت، أولها:

أرىٰ النفس تخشى من حلول المنية　　وتـطـمـع أن تبـقـى بـدارٍ تولـت
لك الخير ماذا تحذيرين وما الذي　　تـرجيـن مـمـا بـالمكـاره حُفّت
أَمِـن نـقـلـةٍ لـلـموطن الأول الذي　　إليـه نـفـوس الـعـارفيـن تـرقّـت
جـزعـت وتـرضين الدني وتنزعي　　عن الوطن الأعلى إلى دار غربة (۲)

---

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۸۷

(۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۱۰۱

۱۰-ایک جلیل القدر عالم- جو فقیہ اور محدث تھے- کی بے مثال تواضع:

سلیمان بن موسیٰ...الدمشقی کا تذکرہ ہے:

ورَجع مرةً من خطابة 'داريا' على بهيمة، فرأى صعلوكة تحمل حطبًا، فنزل و حمل حطبها على دابته إلى باب الجابية....(۱)

اللہ اللہ! کیسے بے نفس مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے والے علما تھے کہ مفلوک الحال عورت کا بوجھ اٹھانے کے لیے اپنے چوپائے سے اتر گئے اور جابیہ دروازہ تک پہنچا دیا، ہماری موٹریں سرسر گزر جاتی ہیں، جگہ خالی ہوتی ہے؛ مگر کسی غریب کو سوار کرنا گوارا نہیں۔ "ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا"۔

۱۱-ایک دوسرے ہندوستانی عالم:

سنبل بن عبد الله الهندي التاجر السفار عتيق داؤد السلامي، ذكره البرزالي وابن رافع في معجميهما، و وصفه بالخير والديانة، وكان له سماع من الفخر، ومات في سادس المحرم ۷۳۹ھـ.(۲)

تحقیق کرنی چاہیے کہ یہ ہندوستانی عالم کس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے، لفظ تاجر سے تو گجراتی معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم!

۱۲-کتابیں جمع کرنے کا عجیب شوق:

شافع بن علی......الکنانی العسقلانی المصری کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وكان يحب جمع الكتب حتى إنه مات ترك نحو العشرين

(۱) الدرر الکامنہ: ج ۲/ص ۱۶۵ (۲) الدرر الکامنہ: ج ۲/ص ۱۶۹

خزانة ملأى من الكتب النفيسة، مات في شعبان ٧٣٠ھ، وكان من شدة حبه للكتب إذا لمس الكتاب يقول: هذا الكتاب الفلاني ملكتُه في الوقت الفلاني، وإذا طلب منه أي مجلد كان قام إلى الخزانة فتناوله كأنه كما وضعه فيها .... وله ديوان شعر، "شنف الآذان في مماثلة تراجم قلائد العقيان"....(۱)

یہ اُن علما کی مثالیں ہیں جو آٹھویں صدی میں گزر گئے، پھر بھی مسلمانوں کے بارے میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ان کو علم سے لگاؤ نہیں۔

۱۳-یاد رکھنے کے قابل عربی شعر:

شیرزاد بن ممدود.....الرومی کے تذکرہ میں ہے۔

قال البرزالي في تأريخه: كان شيخًا حسن الهيئة وذكره في معجمه، وقال أنشدني لنفسه:

ومن يقصد الأمر الذي ليس ممكنا و يطمع أن يمسي به و هو ظافر
كباحثِ ضجر يبتغي فيه حاجةً أناملـه تدمي و تحفي الأظافر (۲)

گجراتی زبان میں ناقابلِ عمل یا ناممکن الحصول چیز پر محنت کرنے والے کو کہتے ہیں..................۔(۳)

۱۴-ام آنوک کی سخاوت:

طغانی ام انوک زوج الناصر کا تذکرہ:

(۱) الدرر الکامنہ: ج ۲/ ص ۱۸۴ (۲) الدرر الکامنہ: ج ۲/ ص ۱۹۷ (۳) اصل میں اسی طرح بیاض موجود ہے۔

و كانت عفيفة كريمة، معظمة في أيامه .... وبلغت عدة معتقاتها من الجواري ألف نسمة، ومن الخدام ثمانين طواشيا.(۱)

اسلامی تاریخ میں ایسی سخاوت کرنے والی عورتیں بھی گزری ہیں۔

۱۵-بیس سال کھانا نہیں کھایا:

عائشة بنت عبد الله بن عاصم الأندلسية، قال الذهبي: أقامت عشرين سنة وأزيد لا تأكل شيئا البتة، وأمرها في ذالك شائع لا ريب فيه، حدثه به أبو عبد الله بن ربيع المحدث ومحمد بن سعد العاشق وغيرهما، وهي خالة القائد أبي إسحاق، وكانت مقيمة بغرفة لها بأعلى الجامع المعلق بالجزيرة الخضراء بالأندلس ماتت ۷۰۵ھ.(۲)

آج کل کی عورتیں بیس گھنٹے کھانا نہ ملنے پر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔

۱۶-ماہر حساب طبیب:

عبداللہ بن محمد بن عبدالرزاق.....العراقی الحسیوب الطبیب کا تذکرہ ہے:

قال: لما طلبني علاء الدين لتعليم أولاده الحساب، قال لي: كم أربعة في أربعة؟ فقلت: متى أجبته بالعادةِ لم يقع الموقع، فقلت: نصف اثنين وثلاثين، وثلث ثمانية وأربعين، و خمس ثمانين، واستمريت في ذالك، فقال: حسبك بأَنَّ فضلك...... وكان يصلح مزاجه بالمفرحات و المعاجين.(۳)

---

(۱)الدررالکامنہ:ج۲/ص۲۲۱ (۲)الدررالکامنہ:ج۲/ص۲۳۷ (۳)الدررالکامنہ:ج۲/ص۲۹۴

ہمارے سید ذوالفقار احمد صاحب بھی کچھ کم نہیں ہیں، وہ تو مفرحات اور معجون کھا کر ترو تازہ دماغ رکھتا ہوگا؛ مگر سید صاحب تو مطبخ کی دال روٹی کے باوجود ۳۰ر سال سے ترو تازہ ہیں۔ اللّٰھم زد فزد!(۱)

۱۷-حافظِ ہدایہ حنفی عالم:

عبد الرحمٰن بن أبي بكر بن أبي بكر ... البسطامي ثم الحلبي كمال الدين نزيل القاهرة، كان فاضلاً في مذهب الحنفية، يحفظ الهداية، وسمع من النجيب، وحدّث عنه، وناب في الحكم ..... و درس بالفارقانية، وكان عفيفا خيرًا، مات في رجب ۷۲۸ھـ.(۲)

۱۸-ایک دل چسپ شعر:

سدید الدین الکیزانی کو شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کے ساتھ دوستی اور انس تھا، ابن دقیق العید کبھی کبھی ان سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور جب شیخ سدید الدین کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے ؎

بيــن السَّــدِيــدِ والسَّــداد سَــدٌّ كسَــدِّ ذي الـقـرنيـن أو أَشَـدّ(۳)

۱۹-ابن زید کا پُر حقیقت شعر:

كيف نـرجو الإلٰه في كلّ كربٍ ثـم نـنساه عند كشفِ الكروب

(۱) استاذِ گرامی حضرت مولانا سید ذوالفقار احمد صاحب نوریؒ اپنی تینتالیس سالہ تدریسی زندگی میں اپنے اہلِ خانہ کو لے کر ترکیسر تشریف نہیں لائے، بل کہ ہمیشہ تجرد کی زندگی گزاری اور مدرسے کی سوکھی روٹی پر گزارا فرماتے رہے، اسی کی طرف حضرت لطیف اشارہ فرما رہے ہیں۔

(۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۲۶، ۳۲۷ (۳) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۳۰

كيف نـرجـو استجـابة لدعـاءٍ قـد سَـدَدْنَـا طـريـقَـهُ بالذنوب (۱)

(اللهم اغفر ذنوبنا و تجاوز عن خطايانا، فإن مغفرتك أوسع من ذنوبنا. آمين! عبد الله عفا الله عنه)

۲۰-چار لاکھ کتابیں جمع کرنے والا عالم:

عبدالرزاق بن احمد........الشیبانی الغوطی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وباشر كتب خزانة الرصد بمراغة، وهو على ما نقل أربعمأة ألف مصنّف أو مجلد، واطلع على نفائس الكتب، فعمل تاريخًا حافلاً جدًّا، ثم اختصره في آخر سمّاه مجمع الآداب ومعجم الأسماء على الألقاب في خمسين مجلدا .....(۲)

یہ مختصر پچاس جلدوں میں تھی تو مطول کتنی جلدوں میں ہوگی؟ ان کا پورا تذکرہ پڑھنے کے قابل ہے، ان کو لکھنے میں یہ مہارت تھی کہ پشت زمین پر اور لیٹے لیٹے لکھتے جاتے تھے، اور پھر بھی یہ ریمارک کہ "وكان له نظم حسن وخط بديع"-سبحان اللہ!

۲۱-ایک یہودی طبیب کے اسلام لانے پر بڑی دعوت:

عبد السيد بن إسحاق بن يحيى الإسرائيلي .... قال ابن كثير: كان إسلامه يوم الثلاثاء رابع ذي الحجة ۷۰۱هـ، و حضر هو و أولاده إلى دار العدل، فأسلموا جميعًا. فأكرموا إكرامًا زائدًا لأنهم أسلموا

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۴۳ (۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳٦۴

طائعين على بصيرة، وعمل في تلك الليلة في داره ختمة ووليمة عظيمة. حضرها القضاة والعلماء، وأسلم على يده جماعة من اليهود من أقاربه، و خرجوا يوم عيد الأضحى يكبرون مع المسلمين، وفرح الناس بهم فرِحًا زائدًا، و أكرموهم إكرامًا عظيمًا. مات في جمادى الأخرى ٧١٥هـ.(۱)

۲۲- صحیحین، کشاف، جامع المسانید کا حافظ عالم:

عبد العزيز بن عثمان بن يوسف بن المجد التبريزي، قدِم من بلاد العجم، فادعى أنّه يحفظ الصحيحين والمقامات والمفتاح والكشاف وجامع المسانيد، وقرأ من حفظه بجامع دمشق علىٰ ابن كيثر قطعة من أول البخاري، فذكر أنه سردها جيّدًا إلا أنه ربما صحف وقد يلحن ثم كارهه الدماشقة فتوجه إلى الديار المصرية ..(۲)

''دماشقہ'' دمشق کے باشندے، معلوم نہیں ہوسکا اس بے چارے عجمی کی کیا خطا ہوگئی تھی کہ اس کو شام چھوڑ کر مصر جانا پڑا، عربی عصبیت تو کام نہ کر گئی؟ واللہ اعلم!(۳)

۲۳- بڑھاپے کی صدا- کوئی سنے یا نہ سنے:

يا صاحِ قد صاحَ بي مشيبي شمسُك مالت إلى الغروب
أتى نذير الحمام فاعلم وارجع إلى الخير من قريب
يا ربّ قد جئت مستجيرًا بعفوك اليوم من ذنوبي(۴)

آمین!

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۶۶
(۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۷۷
(۳) الدرر الکامنہ: ج۲/۳۷۷
(۴) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۷۶

۲٦-ایک عجیب قصہ:

عبد الغني بن الحسين .... المعروف بابن القلا .... تنقل في البلاد للتجارة، ودخل الهند وغيرها، **ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:**

قال ابن الجزري في تاريخه: وأخبرني أنه خرج إلى 'بانياس' ليشتري حريرًا فأدركه المساء ومعه رفقة عند قرية منها، فبات في مسجد خارج القرية، فجاء هم إمام المسجد ليصلي العشاء، فصلى بهم و حذّرهم من الأسد، و قال: لو علمت بكم منعتكم أن تبيتوا هنا فإنه في كل ليلة يأوي هنا. قال: فأخذنا حطبا نتدفأ به وصِرنا نوقده، وكان معنا حمار فربطناه في حلقة باب المسجد من خارج، فجاء الأسد يهدر، فخاف الحمار منه، فدفع الباب برأسه فانفتح، فدخل المسجد فدخل الأسد خلفه، فخرج الحمار فأغلق الباب لخروجه، وصار الأسد معنا لا يهجم علينا بسبب النار إلى أن أصبح الصبح، فجاء الإمام فدفع الباب فوثب عليه الأسد، فأخذه وانصرف وهو يصيح، فكان ذالك آخر العهد به، وخرجنا سالمين...(۱)

۲۷- شیخ صفی الدین الہندی:

عبدالکریم بن یحیٰ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

و ولي مشيخة الشيوخ ۷۳۰ھ لما تركها الشيخ صفي الدين

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۳۸۸

الهندي في ذي القعدة ......(۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صفی الدین ہندی بھی دمشق میں مقیم تھے، بل کہ شیخ الشیوخ تھے؛ مگر ان کے تفصیلی حالات یہاں نہیں شاید آیندہ جلدوں میں ذکر ہو۔(۲)

۲٦–نصیحت آمیز اشعار:

يموت المرء عضوًا بعد عضوٍ و تذهب بعد ذاك الروح جمله

فلا تفرح بطول العمر يومًا إذا هو مرّ في لهو و غفله

فتب للّٰه والنفس اطرحها تفُزُ واحمل على الشيطان حمله (۳)

۲۷-بھیانک قحط سالی:

عبیداللہ بن محمد الہاشمی.....الفرغانی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وكانت وفاته بتبريز، وفيها كان الغلاء المفرط بخراسان والعراق وفارس وآذربيجان وديار بكر حتى جاوز الوصف، وأكل الرجل ابنه والابن أباه، وبيعت لحوم الآدميين في الأسواق جهرًا، ودام ستة أشهر، وكان أخف البلاد في ذالك أهل تبريز....(۴)

(اللہ اللہ! رونگٹے کھڑے کر دینے والا واقعہ ہے۔ اللّٰهم احفظنا من الآفات والبليات، واٰتنا من جميع الحسنات في الدنيا والآخرة. آمين)

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/۴۰۴ (۲) الدرر الکامنہ میں آپ کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۳) الدرر الکامنہ: ج۲/۴۲۳ (۴) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۴۳۴

۲۸-تیس مرتبہ بخاری شریف پڑھی:

عثمان بن محمد.... المالکی نزیل مکہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

وكـان يقول: إنه قرأ البخاري ثلاثين مرة، و بلغت مشيخته نحو الألف، وحدّث بالكثير، وانقطع بمكة متعبدًا، وله أصول و فهم حسن و محاضرة مليحة، ومات في ربيع الآخر ٧١٣هـ.(۱)

۲۹-امانت داری کی نادر مثال:

عثمان بن ابی المعالی..... التنوخی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

كـان عـدلًا وافر الـمروءة، كثير الأمانة، مواظبًا على الصدقة و التلاوة، اشتهر بالأمانة لرده وديعة عزالدين الخفاجي، وكان خرج في تجريدة فمات فيها، فردّ ما عنده لورثته، وجملته نحو ستين ألف دينار.(۲)

ساٹھ ہزار سونے کی مہروں کو ورثا کو واپس کرنا اس امت کی امانت داری کی نادر مثال ہے، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں یوم الحساب اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا مضبوط تصور ہو۔ رحمه الله تعالى رحمة واسعة!

۳۰-فی البدیہہ شعر کہنے والا شاعر:

عثمان بن أبي النوق المعري الشاعر، كان ذا اقتدار على الارتجال، لايتكلم إلا موزونًا، وقدِم دمشق ثم حلب، وجَالَ في تلك البلاد. ذكر ابن فضل اللّه أنهُ رأى في يده كتابًا له فواتح من ذهب

(۱) الدررالکامنہ: ج۲/ص۴۴۹ (۲) الدررالکامنہ: ج۲/ص۴۵۱

فأنشده كأنّه يتكلم:

أراك تنظر في شيء من الكتب و في أوائله شيء من الذهَب

لوشئت تصرف نقدًا من فواتحه صرفتَ منه دنانير لذي الأدب (۱)

۳۱-ایک عالم کا استغنا:

عضد بن قاضي يزد التاجر الخواجا، كان مشهورا بكثرة البيان و المعرفة، وأرسله أبو سعيد إلى السلطان محمد بن طغلق ملك الهند، فبالغ في إكرامه، ويقال: إنه أدخلهٗ خزانته وأمره بتمكينه من أخذ كل ما يعجبه، فلم يأخذ إلا مصحفًا، فبلغ السلطان فعجب وسأله عن ذالك، فقال: إنّ السلطان أغناني إحسانه ولم يكن لي غنًى عن كلام ربي فاستحسن ذالك ووَهَبه جملةً من المال. (۲)

صحیح ہے جو دنیا کو ٹھوکر مارتا ہے، دنیا اس کے قدموں میں آتی ہے۔

ملاحظة: تم الجزء الثاني من الدرر الكامنة بفضل الله و منه، و نقلنا منه بعض القطعات التي أعجبتنا، و نبتدأ بإذن الله الجزء الثالث(۲)، و ذالك في يوم السبت ۳/ جمادى الأولٰى ۱٤۱۸ هـ، وبالله التوفيق.

عبد الله غفرله ولوالديه

---

(۱) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۴۵۱ (۲) الدرر الکامنہ: ج۲/ص۴۵۴

(۲) حضرت کے ذخیرے میں صرف دو ہی جلدوں کے شذرات موصول ہوئے، معلوم نہیں دوسری جلدوں سے بھی جمع فرمائے تھے یا نہیں۔ واللہ اعلم!

کلماتِ شکر (۱)

محترم اصحابِ فضیلت، علمائے کرام ومفتیانِ عظام/ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ہم اس چھوٹی سی بستی میں آپ جیسے اصحابِ علم وفضل اور اصحابِ تقویٰ و فتویٰ کو خوش آمدید کہتے ہوئے قلبی مسرت محسوس کرتے ہیں، آپ اکابرین نے اپنے مصروف اوقات اور گراں قدر ذمے داریوں کے باوجود، ہماری ناچیز دعوت کو شرفِ قبولیت بخشا اور مجلس الفقہ الاسلامی (صوبۂ گجرات) کی اہمیت کو محسوس فرماتے ہوئے اس پہلے اجلاس میں شرکت کی زحمت فرمائی، جس پر ہم سب آپ فضلا کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ فجزاکم اللہ أحسن الجزاء!

(۲) کاپودرا کی اس بستی کو ہمیشہ اہلِ علم وفضل اور اصحابِ رشد وہدایت کے ساتھ تعلق رہا ہے؛ چناں چہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ، حضرت مفتی مہدی حسنؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، مفتی اسماعیل ڈابھیلیؒ، مولانا مفتی علی محمد تراجویؒ، مولانا مفتی محمد سعید راندیریؒ، مولانا مفتی احمد بزرگ، مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ، مولانا احمد اشرف راندیریؒ، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ جلال آبادیؒ، حضرت مولانا صدیق احمد باندوی مدظلہ، مولانا عبدالجبار

---

(۱) زیرِ نظر کلماتِ شکر حضرت مفکرِ ملت نور اللہ مرقدہٗ نے مجلس الفقہ الاسلامی صوبۂ گجرات کی تشکیل کے لیے منعقد ہونے والے پہلے اجلاس میں پیش فرمائے تھے۔

اعظمیؒ، حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ وغیرہم اکابرین امت کے قدوم میمنت لزوم سے اس قریہ کو استفادہ کا موقع ملا ہے۔

اس غیر معروف قریہ میں مولانا اسماعیل محمود گورا موٹاؒ، مولانا اسماعیل محمود پٹیلؒ، مولانا سلیمان محمد پانڈورؒ، اور منشی محمود قاسم پانڈورؒ (۱) جیسی ذی علم اور پرہیزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں، جن کے علمی فیض سے مخلوقِ خدا کو بہت نفع پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی خدمات کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین! آج اس چھوٹی سی بستی میں آپ ایسے اصحابِ علم وفضل کی تشریف آوری کو ہم سب باعثِ سعادت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ بزرگوں کی آمد کو بستی کے لیے اور پوری امت کے لیے باعثِ خیر وبرکت بنائے۔ آمین!

مجلس الفقہ الاسلامی کی ضرورت واہمیت:

معزز علمائے کرام! فقہی مسائل اور فتاوی کے باب میں آپس کے مشوروں اور ہم عصر اہلِ علم کی آرا سے استفادہ کی اہمیت کو قرآن پاک اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا ہے، جیسا کہ علامہ حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی نے اپنی مشہور کتاب "كتاب الفقيه و المتفقه" میں تحریر فرمایا ہے:

"حدثني عطاء الحلبي، عن بعض مشيخته، قال: كان رجال من ذوي الحكمة يقولون: إذا ترك الحكيم الفكرة قبل المنطق بطلت حكمته، و إن كان مبينا. ثم يذكر المسئلة لمن بحضرته، ممن يصلح

(۱) اِن حضرات کے تعارف کے لیے حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب "گلشن کا پودا" ملاحظہ فرمائیں۔

لـذالك مـن أهل العلم، و يشاورهم في الجواب، ويسأل كل واحد منهم عـمـا عـنـده، فإن في ذالك بركة، واقتداء بالسلف الصالح. وقد قال اللّٰه تبـارك وتـعالى: "وَشَاوِرُهُمْ فِى الْاَمْرِ "(ال عمران:الآية:۱۵۹) و شـاور النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في مواضع و أشياء، و أمر بالمشاورة، وكانت الصحابة تشاور في الفتاوى والأحكام.

عن الزهري قال أبوهريرة (رضي اللّٰه عنه): ما رأيت أحدًا أكثر مشاورة لأصحابه من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وقال الشافعي (رحمه اللّٰه): قال سبحانه تعالٰى "وأمرهم شوریٰ بينهم".

وعن مالك بن أنس، عن يحيٰى بن سعيد، عن سعيد بن المسيب، عن علي بن أبي طالب رضي اللّٰه تعالٰى عنه قال: قلت يا رسول اللّٰه! الأمر ينزل بنا بعدك لم ينزل به قرآن، ولم نسمع منك فيه شيئا، قال: اجمعوا العابدين من المؤمنين فاجعلوها شورى بينكم، ولا تقضوه برأي واحد.....(۱)

"عطاحلبی نے اپنے بعض مشائخ (رحمہم اللہ) سے نقل کیا ہے کہ دانش مند لوگ کہتے تھے کہ عاقل آدمی بولنے سے پہلے اگر سوچنا چھوڑ دے تو اس کی حکمت باطل ہو جاتی ہے اگرچہ واضح بات ہو۔ پھر اس کو چاہیے کہ مجلس میں اہلِ رائے کے سامنے مسئلہ پیش کرے اور جواب میں ان سے مشورہ کرے اور مجلس میں (اصحابِ

(۱) الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادي: ۲/ ۷۲

علم) میں سے ہر فرد سے ان کی رائے معلوم کرے؛ چوں کہ اس طریقۂ کار میں برکت اور سلف صالحین کی اقتدا ہے۔ چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (وشاورهم في الأمر) اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے موقعوں اور بہت سے معاملات میں مشورہ فرمایا ہے اور مشورہ کا صحابہ کو حکم بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم فتاویٰ اور احکام کے باب میں مشورہ کیا کرتے تھے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وأمرهم شورى بينهم)؛ اسی طرح امام مالکؒ، یحییٰ بن سعیدؒ سے اور وہ سعید بن مسیّبؒ سے اور وہ سیدنا علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اگر کوئی ایسا نیا معاملہ پیش آجائے جس میں نہ تو قرآن مجید نازل ہوا ہو اور نہ اس بارے میں آپ سے کچھ سنا ہو (تو ہم کیا کریں) فرمایا، پرہیز گار مؤمنین کو جمع کرو اور شوریٰ بناؤ، کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو''۔

مذکورہ عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرنِ اول ہی سے مسائلِ فقہیہ کے بارے میں اجتماعی غور وفکر اور شورائیت کی اہمیت کو محسوس کیا گیا، جب کہ اس دور میں بہت سی ایسی عبقری شخصیتیں تھیں جو مسائل کے استنباط واستخراج میں معروف اور درجۂ اجتہاد تک پہنچی ہوئی تھیں۔ خود امام اعظم ابو حنیفہؒ نے باوجود اپنے علمی تبحر اور فقہی بصیرت کے علما اور فقہا کی ایک مجلس قائم فرمائی تھی، جس میں مختلف مسائل پر بحث و

مباحثہ ہوتا تھا۔ خود ہمارے ہندوستان میں سلطان صالح فقیہِ وقت اورنگ زیب عالمگیرؒ نے علما کی مجلس قائم فرما کر فقہ اسلامی کی شان دار خدمت انجام دی۔

موجودہ دور میں سائنسی ایجادات اور نئی نئی تحقیقات کے سبب کتنے ہی ایسے مسائل پیدا ہوگئے ہیں جن پر غور وفکر کرنا اور متفقہ طور پر امت کے سامنے شرعی حل پیش کرنا ضروری ہے، اس لیے پہلے زمانے کی بہ نسبت اس دور میں ایسی مجالس کی ضرورت واہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی گراں قدر رائے:

محترم حضرات! حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''موجودہ زمانے کا شرعی حل'' نامی کتاب کے مقدمہ میں ایک بہت جامع اور جچی تلی تحریر پیش فرمائی ہے، اس موقع پر مناسب ہے کہ ایک بار پھر اس پر نظر ڈالی جائے، حضرت مولاناؒ تحریر فرماتے ہیں:

ایک ناقابلِ انکار ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اس امت کے عہدِ اولین ہی سے مشیت وقدرتِ الٰہی اور اس دین وامت کے ساتھ اختصاص واجتہادِ ربانی نے اس کا انتظام کیا کہ اس دین کے کامل ہو جانے اور اس کے دنیا میں لانے والی ذات کی رحلت کے بعد ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس امت میں وہ شخصیتیں پیدا کیں جو ایک طرف اپنی ذہانت وعبقریت میں، دوسری طرف اپنی محنت ومشغولیت میں، تیسری طرف اپنے اخلاص وروحانیت میں نہ صرف اپنے عہد اور معاصر امتوں میں بل کہ علم وذہانت اور قانون سازی اور اپنے عہد کی رہ نمائی میں امتوں اور نسلوں کے ہجوم میں

اور تاریخ کی طویل اور مسلسل صدیوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ اور یہ بات محض عقیدت مندی اور انشا پردازی میں نہیں لکھی جارہی ہے، قانونی دقیقہ سنجی اور علمی وتمدنی باریک بینیوں کے وسیع تقابلی مطالعہ کی روشنی میں کہی جارہی ہے، زیادہ صاف اور واضح الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ دوسری ملتوں اور ادیان کے مذاہب میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور بعد کی صدیوں میں شیخ احمد بن عبدالرحیم معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مثال ملنی مشکل ہے۔

لیکن کوئی دین، کوئی امت، کوئی تمدن اور کوئی نظام زندگی محض ماضی کی کاوشوں اور کمالات اور تاریخی وملی سرمایہ پر زندہ نہیں رہ سکتا، اور نہ زمانے کے نئے نئے مسائل ومشکلات سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے، اس کے لیے ہر عہد اور ہر قطعۂ زمین پر اگر اجتہاد مطلق نہیں تو کم از کم قیاس واستنباط، فہم عمیق، کتاب وسنت پر گہری نظر، اصول فقہ وآثار شریعت سے گہری واقفیت اور ان سے فائدے اٹھانے اور روشنی حاصل کرنے کی صلاحیت کی ضرورت ہے، اور علمائے پیشیں نے ہر دور اور ملک و ماحول میں اس سے کام لیا ہے۔ بے شک حملۂ تاتار کے بعد بعض مصالح کی بنا پر اور بعض اندیشیوں کے پیش نظر اجتہاد میں احتیاط برتی گئی؛ کیوں کہ اس سے غیر اسلامی یا غیر دینی اقتدار کی تائید اور بعض مفاسد کا اندیشہ تھا؛ لیکن جلد وقت کے تقاضوں اور بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر نئے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں علمائے وقت نے رہ نمائی کا فرض انجام دیا جس کا نمونہ علامہ شامیؒ کی ردالمحتار، فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاوی عالمگیری کے مجموعے ہیں۔

جہاں تک برصغیر ہندوستان کا تعلق ہے، جہاں فقہ حنفی کی سیادت و رواج تھا، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان اور بعض چیدہ و برگزیدہ شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے مسائلِ حاضرہ اور وقت کی ضرورتوں پر فقہ اور شریعت کی روشنی میں رہ نمائی فرمائی اور ان کے فتاوے کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

لیکن تمدن، صنعت، تجارت، نفع و انتفاع، درآمد و برآمد، یہاں تک کہ طبی ترقیات و تجربات کے رواں دواں قافلے کو روکا نہیں جاسکتا، پھر مغربی تمدن اور مغربی اقتدار، اقتصادی منافع کی روزافزوں اہمیت نے نئے مسائل پیدا کردیئے ہیں جو اس سے پہلے علمائے پیشیں کے خواب وخیال میں نہیں تھے، اس لیے ضرورت تھی کہ ان مسائل وضروریات کو سامنے رکھ کر شرعی اصول و کتاب وسنت کی رہ نمائی اور فقہ کے ذخیرہ سے (جس میں عرف یا مصالح مرسلہ کو بھی خاص مقام دیا گیا ہے) نئی نسل کی رہ نمائی کا فرض انجام دیا جائے۔

لیکن اس نازک اور اہم کام کے لیے جس میں ذراسی غلطی یا بے جا رعایت و آزادی سے بڑے دینی نقصان پہنچنے کا ہر وقت اندیشہ رہتا ہے اور جواز و اباحت کے حدود سے نکل کر معصیت اور حرمت تک کے ارتکاب کا خطرہ ہے، دین قوی، علم راسخ، عمیق نظر اور احتیاط بلیغ کی ضرورت تھی، نیز اس کی بھی کہ علوم شرع اور فقہ واصولِ فقہ سے سطحی اور ذیلی واقفیت نہ ہو اور ان علوم میں مفتی اور مجیب اور محقق کا درجہ متطفل طفیلی کا نہ ہو؛ بل کہ اس نے باقاعدہ ماہرینِ فن سے اس کی تعلیم پائی ہو اور تعلیم و افتا کے ماحول میں معتد بہ وقت گزارا ہو، پھر وہ ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کی تقلید کے عیب

سے پاک ہو، وہ کتاب وسنت اور فقہ واصولِ فقہ کی روشنی میں اوران کی دی ہوئی گنجائشوں کے مطابق صحیح بے لاگ فیصلہ کرے۔

فقہ اسلامی کے سلسلہ میں علمائے ہند کی خدمات:

اللہ تعالیٰ ہمارے ہندوستان کے علمائے کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس قسم کی مجالس کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کر کے مختلف اوقات میں مجالسِ فقہیہ قائم کیں، جن میں ندوۃ العلما کی مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، جمعیۃ علمائے ہند کا ادارۃ المباحث الفقہیہ اور کل ہند مجلس فقہ اسلامی بہترین خدمات انجام دے رہی ہیں۔

الحمد للہ! ہمارے علاقۂ گجرات میں ۱۴/ دارالعلوم (۱) دورہ تک تعلیم دے رہے ہیں اور ان میں سے بعض اداروں میں باقاعدہ دارالافتا قائم ہیں، جن میں افتا کا کورس مکمل کر دیا جاتا ہے، اس طرح آہستہ آہستہ نوخیز علما میں فقہی ذوق بڑھ رہا ہے۔

اگر "مجلس الفقه الإسلامي" جیسا کوئی ادارہ قائم ہوتا ہے تو ہمارے علاقہ کے ان علما کو بہت زیادہ نفع ہوسکتا ہے، تجربہ کار مفتیانِ کرام کی سرپرستی میں مشکلات کے حل اور مسائلِ جدیدہ کے جوابات میں صحیح نہج اختیار کر سکتے ہیں۔

مجلس الفقہ الاسلامی گجرات کا قیام:

محترم حضرات! انہی اسباب وحالات کے پیش نظر ہم چند خدام نے پچھلے دنوں اسلامی فقہ اکیڈمی کے جلسہ میں مدراس جاتے ہوئے مشورہ کیا کہ گجرات میں بھی "مجلس الفقہ الاسلامی" کا قیام عمل میں لایا جائے اور ہم طالب علموں کے لیے یہ

---

(۱) الحمد للہ! فی الحال تقریباً ۸۰/ دارالعلوم میں دورے تک تعلیم ہو رہی ہے۔

بات باعثِ مسرت واطمینان ہے کہ اس وقت گجرات کی مختلف دینی درس گاہوں میں فاضل پرہیزگاراورتجربہ کارمفتیانِ کرام موجود ہیں،خصوصاً فقیہ گجرات حضرات مولانا مفتی سیدعبدالرحیم صاحب لاج پوری مدظلہٗ (متعنا اللّٰہ بطول حیاته) کی ذات گرامی کی موجودگی اوران کی سرپرستی میں یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا جاسکتا ہے،اگر اس کام میں ہمارے مفتیان کرام ذمے داری سے حصہ لیں گےتو جہاں امتِ مسلمہ کے مسائل کاحل تلاش کیا جاسکے گا، وہاں ہمارے نوخیز مفتیانِ کرام کی تربیت کا بھی کام ہوسکے گا،جس کی ان حالات میں شدیدضرورت ہے۔

ایک قابلِ اطمینان بات:

اس حقیر کو فقہ اسلامی کی مختلف انجمنوں میں مفتیانِ گجرات کے پیش کردہ مسائل اوران کے مقالات دیکھنے کا موقع ملا، نیز اکیڈمی کے جلسوں میں ہمارے فاضل مفتیانِ کرام نے جس خالص تحقیق اورعلمی انداز میں حصہ لیااس سے قلبی مسرت ہوتی ہےاور مجھے پوری امید ہے کہ ہمارے یہ مفتیانِ کرام مسائلِ حاضرہ کے باب میں آیندہ بھی بہترین خدمات انجام دیں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ!

آج کی مجلس کے اہم امور:

آج کی اس مبارک اورمؤقرمجلس میں یہ طے کرنا ہے کہ ”مجلس الفقه الإسلامي“ گجرات کا دائمی دفتر کہاں ہو؟ نیز مجلس شوری کا دستوراوراس کا طریقۂ کارمقررکردیا جائے؛ تاکہ یہ اہم علمی کام صحیح نہج اورٹھیک طرز پر ہوتا رہے،امید کرتے ہیں کہ آپ کے قیمتی مشورہ سے یہ کام طے ہوجائے گا۔

نوجوان مفتیانِ کرام سے درخواست:

اس موقع پر میں ہمارے نوجوان مفتیان کرام سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اساتذۂ کرام کی رہنمائی اوران کے مشورہ کے بغیر فتوے ارسال نہ کریں۔

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود علمی رسوخ اور غیر معمولی ذہنی صلاحیت اور ہر فن کی مکمل قابلیت کے، استاذ الکل حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پانچ سال تک جوابات پر دستخط کرواتے رہے اور ان کے بعد ابوحنیفۂ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں مراجعت و استفادہ فرماتے رہے۔ ۱۲۹۶ھ سے ۱۳۰۱ھ تک آپ کے کل فتاوی حضرت گنگوہی کی اصلاح وتصدیق سے مزین ہیں اور ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۲۳ھ تک اکثر مہمات فتاویٰ میں حضرت موصوف کے مشورے اور اصلاحات شامل ہیں، اس کے ساتھ کمالِ تقویٰ وتواضع جس کے آثار آپ کے تمام فتاویٰ اور تحقیقاتِ عالیہ میں مشاہد ہیں۔ (مقدمۂ امداد الفتاوی از مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

ایک گزارش:

ہمیں اس کام کو خالص علمی اور فقہی خدمت کے نقطۂ نظر سے کرنا ہے، اس مجلس کے قیام میں اور اس کے طریقۂ کار میں سیاسی رجحانات اور جماعتی میلانات کا دخل نہ ہو، اور جو مسائل مطروحہ مفتی صاحبان کی خدمت میں ارسال کیے جائیں اس کے جوابات میں پوری محنت وجاں فشانی سے کام لیا جائے تو ان شاء اللہ بہت ہی نفع کی امید ہے۔

مکررشکریہ:

میں دوبارہ آپ بزرگوں ، علمائے کرام کا خصوصاً اور جن دوستوں اور نوجوانوں نے اس مجلس کے انعقاداور انتظام میں تعاون فرمایا ہے ان کا عموماً تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، نیز ہمارے دو محترم رفیق مولانا یعقوب قاسمی صاحب (ڈیوزبری، یوکے) اور مولانا یعقوب شیخ (پریسٹن، یوکے) کے بھی شکرگزار ہیں کہ ان دونوں نے مجلس کے ابتدائی اخراجات کے لیے مبلغ دو ہزار کا عطیہ پیش فرمایا ہے اور اگر کام شروع ہوگیا تو آیندہ بھی تعاون کا وعدہ فرمایا ہے۔ فجزاهم الله خير الجزاء!

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نشست کو قبول فرما کر ہم سے اپنے دینِ متین کی اپنی رضامندی کے مطابق خدمت لے اور اس کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم،
و تب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

کامیابی تو کام سے ہوگی ــــــ نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
فکر کے التزام سے ہوگی ــــــ ذکر کے اہتمام سے ہوگی

کلماتِ استقبالہ(۱)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذي أنزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا، والصلاۃ والسلام علی حبیبہ المصطفی، الذي أنزل علیہ: "إنا أنزلنا علیک الکتاب لتقرئہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا"، وعلی آلہ وأصحابہ وأتباعہ إلی یوم الحساب. أما بعد!

حضرات علمائے کرام وفضلائے عظام اور شائقینِ علم! آج ہم جس پُر مسرت تقریب کے لیے جمع ہوئے ہیں، وہ ایک علمی اکیڈمی اور کتب خانہ کی شان دار عمارت کے افتتاح کی تقریب ہے (اس مبارک موقع پر آپ احبابِ علم وفضل کی تشریف آوری کو ہم باعث خیر وسعادت سمجھتے ہیں اور آپ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس زحمت فرمائی پر آپ سب حضرت کو بہترین بدلہ عطا فرمائے) ہم سب سے پہلے رب ذوالجلال والاکرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس "علمی تاج محل" کی عمارت کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے۔

فلہ الحمد والشکر ألف ألف مرۃ!

---

(۱) جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڑ گجرات کے احاطے میں "شیخ عبداللہ کاپودروی اکیڈمی" کی باقاعدہ عمارت جب بن کر تیار ہوگئی تو مؤرخہ ۲۵/نومبر ۲۰۱۷ء کو اس کی تقریبِ افتتاح منعقد ہوئی، جس میں حضرت مفکرِ ملتؒ نے زیرِ نظر کلماتِ استقبالیہ پیش فرمائے تھے۔

پھر میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ ''جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ'' کے علم دوست اراکین کا شکریہ ادا کروں جنھوں نے بہت خوش دلی کے ساتھ زمین کا یہ قطعہ عنایت فرمایا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء! اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں خطیبِ ملت شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا صمیمِ قلب سے شکریہ ادا نہ کروں کہ جنھوں نے اس خزانۂ علمی کی عمارت کے لیے خطیر رقم کا انتظام فرمایا اور اس طرح اہلِ علم اور طلبۂ عزیز کے لیے ایک قیمتی تحفہ پیش فرمایا۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور امت کے لیے خصوصاً طلبۂ عزیز اور شائقین علم کے لیے استفادہ کی توفیق ارزاں فرمائے۔

محترم حضرات! اس مختصر کتب خانہ میں جو علمی خزانہ ہے، اس حقیر کا بہت محنت وشوق سے سالہا سال کا جمع کردہ سرمایہ ہے، جس کو اہلِ علم وفضل کے لیے پیش کر دیا ہے؛ کیوں کہ بندہ نے بہت سے علما وفضلا کے کتب خانوں کو ان کے ورثہ اور جانشینوں کی غفلت سے برباد ہوتے ہوئے دیکھا ہے، گجرات کے کئی مقامات پر قیمتی کتابوں کے صندوق دیمک کے چاٹ جانے کے سبب ندی اور دریا میں پھینک دیئے گئے اور قوم اس کے استفادے سے محروم ہوگئی۔ فإلى الله المشتكى!

حضرات! اسلام جیسا علم دوست دین – جس کی پہلی وحی میں علم کا تذکرہ ہے – کتاب کی اہمیت سے کیسے انکار کرسکتا ہے، اس لیے کہ انسان کے فکر وشعور اور اخلاق وکردار کی تعمیر میں کتاب بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔ معروف ادیب ومصنف جاحظ نے کتاب کی اہمیت کو کچھ یوں اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''تمام چیزوں کے مقابلہ میں کتاب کا حصول آسان اور کم خرچ ہے، اس میں تاریخ اور سائنس کے عجائبات دیکھے جاسکتے ہیں، یہ دانش وروں کے علم و تجربے کا خزانہ ہے، اور سابقہ نسلوں اور دور دراز علاقوں کی معلومات بہم پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ بھلا کون ایسا مہمان ہوسکتا ہے جو آپ کے سایہ کی طرح ساتھ بھی رہے اور الگ بھی ہو جائے۔ جب تک آپ کو خاموشی پسند ہوگی کتاب خاموش رہے گی اور جس وقت آپ گفتگو کرنا چاہیں گے وہ ایک شیریں کلام ہم نشیں بن جائے گی، آپ کی مصروفیت کے دوران یہ انوکھا مہمان کبھی مداخلت نہیں کرتا؛ لیکن جب آپ خود کو تنہا محسوس کرنے لگیں تو وہ ایک اچھا رفیق ثابت ہوگا۔ کتاب ہماری دوست ہے، ایسا دوست جو نہ تو کبھی فریب دیتا ہے نہ خوشامد کرتا ہے، ایک ایسا رفیق جو ہم سے کبھی بھی بے زار نہیں ہوتا''۔(۱)

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر (پیرزادہ رفیق کیرانوی)

نیز ایک اور عالم کا قول ہے:

''کتاب ایک ایسا چمن زار ہے جسے ہم اپنی آستین میں رکھتے ہیں، ایسا مرغ زار ہے جو ہمارے ساتھ چلتا ہے۔ کتاب مُردوں کی زبان اور زندوں کی ترجمان ہے، کتاب ہمارے لیے ایک ایسا رفیقِ شامِ تنہائی ہے جسے ہم سے پہلے نیند نہیں آتی، یہ دانائے راز، رفیقِ شام نہ تو ہمارے راز کو افشا کرتا ہے نہ ہی ہماری خوش

(۱) مسلمانوں کا نظامِ تعلیم: ص۴۷

حالی پر حسد کرتا ہے۔ یہ ایک انتہائی وفا شعار ہم سایہ، اچھا دوست، خدمت گزار ساتھی، منکسر مزاج استاد، ماہر فن اور خردمند رفیق ہے۔(۱)

أعز مكان في الدنٰى سرج سابح
و خير جليس في الزمان كتاب
(متنبّی)

اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں کتاب کی اس اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا گیا؛ چناں چہ شائقینِ علم وفن اور شیدائیانِ کتب کے ذوق کی تسکین کرنے والے عظیم الشان کتب خانوں کا وجود اسلام کی علمی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

مؤرخین نے ان کتب خانوں کے تعارف پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کے سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب خانوں کو بنیادی طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) عام کتب خانے (۲) نیم عام نیم خاص کتب خانے (۳) خاص کتب خانے۔

(۱) عام کتب خانے:

عموماً مسجدوں اور تعلیمی اداروں میں ہوا کرتے تھے اور بلا کسی تفریق سب کے استفادے کے لیے ان کے دروازے کھلے رہتے تھے، جن میں کچھ اہم کتب خانے یہ تھے: (۱) بیت الحکمۃ - بغداد (۲) نجف کا حیدری کتب خانہ (۳) بصرہ میں ابن سوّار کا کتب خانہ (۴) خزانۃ السابور - بغداد (۵) الشریف الرضی کا دار العلم - بغداد (۶) مسجد الزیدی کا کتب خانہ - بغداد (۷) دار العلم قاہرہ۔

(۱) مسلمانوں کا نظامِ تعلیم: ص ۷۵

(۲) دوسری قسم نیم عام، نیم خاص کتب خانے:

یہ وہ کتب خانے تھے جن میں ہر طبقے کے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی؛ بل کہ صرف اجازت یافتہ ممتاز شخصیتیں ہی ان سے استفادہ کرسکتی تھیں۔

اس نوعیت کے کتب خانوں کی بھی خاصی تعداد تھی، جن میں (۱) الناصر لدین اللہ کا کتب خانہ (۲) مستعصم باللہ کا کتب خانہ (۳) فاطمی خلفا کے کتب خانے بطورخاص قابلِ ذکر ہیں۔

تیسری قسم ذاتی کتب خانے:

یہ وہ کتب خانے ہیں جو عالم اورادیب اپنے استعمال کے لیے رکھتے اوران کی تعداد بے شمار تھی۔

مذکورہ تینوں قسم کے کتب خانوں میں حسبِ ضرورت خازنِ مکتبہ، مترجمین، نسّاخین، مجلدین اورمناولین کا عملہ بھی رہا کرتا تھا۔

حضرات! ظاہر ہے کہ علوم اسلامیہ کی حفاظت وبقا، نشو ونما، تشریح وتنقیح اور نشرواشاعت میں ان کتب خانوں کا کردارنا قابلِ فراموش رہا ہے۔

ان دانش کدوں کے ذریعہ علوم وفنون کا سرمایہ نسل درنسل منتقل ہوتا رہا اور کاروانِ علم ہردورمیں اسی وادی سے گزرکر بحث وتحقیق کی نئی منزلوں کو سرکرتا رہا اور یوں علمائے اسلام کا علمی سفرزندگی کے رواں دواں قافلے کے ساتھ جاری رہا۔

اس وقت جس کتب خانے کی تقریبِ افتتاح انجام پارہی ہے، وہ بھی اسی امیداورنیک نیتی کے ساتھ شائقینِ علم کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے کہ مختلف علوم و

فنون کی قیمتی کتابوں پر مشتمل اس خزینۂ علم میں صاحبانِ ذوق اوراہلِ نظر کے لیے تسکین کا کافی کچھ سامان موجود ہے۔انشاءاللہ! شائقینِ علم وفن اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گےاورخوداس اکیڈمی سے بحث وتحقیق اورتصنیف وتالیف کا سلسلہ مشیتِ الٰہی سے تاقیامت جاری رہے گااوراس حقیر کی روح اس سے تسکین پاتی رہے گی۔(۱)

اخیر میں بندہ پھرایک بارجمیع حاضرین کاشکرگزارہےاوردعاگوہے کہ باری تعالیٰ آپ کی آمدکواس کتب خانے کی مقبولیت وافادیت کاذریعہ بنائے اوراس سبیل علم کوتاقیامت جاری وساری رکھے۔آمین یارب العالمین!

(۱)اے بسا آرزوکہ خاک شدہ۔

یورپ اور امریکہ میں
مقیم مسلمانوں کی مشکلات اوران کا حل

محترم حضرات! سب سے پہلے ہم مفکرِ ملت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی مدظلہٗ (۱) اور اربابِ ندوۃ العلما کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے علما وفضلا اور مفکرینِ ملت کا یہ عظیم الشان اجتماع منعقد فرمایا۔ امتِ اسلامیہ اس وقت مختلف جہات اور مختلف اسالیب وطرق سے جس طرح کے چیلنجوں کا سامنا کررہی ہے، اور اسلام کی ترقی اورنوجوانوں کی دینی بیداری سے خوف زدہ قومیں جس طرح اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائعِ ابلاغ کو استعمال کرکے محاذ آرائی کے لیے میدان میں آگئی ہیں، اس کا تقاضا تھا کہ علمائے امت اور دردمندانِ ملت جمع ہوکر ان حالات کا جائزہ لیں اوراس کے تدارک کی فکر کریں، یقیناً اجتماعی غوروفکر کے بعد جو حل تلاش کیے جائیں گے وہ امت کے لیے مفید ہوں گے۔

ایسے عظیم کام کی ذمے داری اٹھانے پر اربابِ ندوۃ العلما اور خصوصاً حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ پوری امتِ اسلامیہ کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ فجزاهم الله تعالیٰ أحسن الجزاء!

---

(۱) ۲۲/رمضان ۱۴۲۱ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۱۹۹۹ء، بروز جمعہ، عالمِ اسلام کا یہ مایۂ نازسپوت اپنے پیچھے امت کو یتیم چھوڑ گیا۔

هيهات لا يأتي الزمان بمثله ☆ إن الزمان بمثله لبخيل

مکرم حضرات! ناچیز اس مختصر تحریر میں یورپ اور شمالی امریکہ میں مقیم مسلمانوں کے دینی حالات اور مشکلات کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کرر ہا ہے۔ احقر کو پچھلے دس سالوں میں کئی بار برطانیہ، کینیڈا، امریکہ اور جزیرۂ غرب الہند کے سفر کا اتفاق ہوا ہے، اور وہاں کے مسلمانوں سے ملنے اور حالات کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق ہوئی ہے؛ اس لیے اختصاراً چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

بعض مخصوص سیاسی اور اقتصادی حالات سے مجبور ہوکر پچھلے پچاس سالوں میں دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد فرانس، برطانیہ ، جرمنی ،کینیڈا اور امریکہ میں آباد ہوچکی ہے اور ان کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ مغرب کے مخصوص ماحول اور وہاں کی قوموں سے اختلاط کے سبب مسلمانوں کا متاثر ہونا یقینی بات ہے۔ اور دینی علم اور مذہب سے کمزور تعلق کے سبب اس اختلاط کے منفی اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔ جو لوگ عمر کا ایک حصہ مشرقی ممالک میں گزار کر وہاں پہنچے ہیں، وہ تو ابھی کسی نہ کسی طرح اپنے دین اور اپنی تہذیب کو بچائے ہوئے ہیں؛ مگر بڑا مسئلہ ان بچوں کا ہے جو وہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہاں کے تعلیمی ماحول میں پرورش پارہے ہیں۔

مغرب کا تعلیمی نظام:

ایک عرب محقق نے وہاں کے تعلیمی نظام کے بارے میں جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بہت جامع اور مکمل ہے۔ فرماتے ہیں:

"الـمـدرسة الغربية اليوم لا تنشئ إلَّا إنسانا ماديا، نفعيا، لا يؤمن بـالـلّـه ولا بـاليـوم الآخـر، و لا يؤمن إلا بالحياة الدنيا فقط. ويتعلم كيف يستـمتـع بـحيـاته إلى النهاية، و كيف يشرب كأسه إلى الثمالة، و كيف يـكسـب مـا يـقدر عليه باذلًا غاية الجهد و الكدح، و ينفق ما كسبه في هـذه الـحيـاة استمتاعا، ورفاهية، و رضا بالحياة الدنيا. هذا إلى استباحة كـل حـرام يستبيـحـه الـمـجتـمع، و يتعارف عليه الناس، واستعظامه أن تتـدخـل شـريـعة الـلّـه فـي شـئـونه الخاصة، أو يكون للرسل والمعلمين والمربين توجيههم العلوي، و رسالتهم التربوية، فالفلسفة المادية الغربية اليـوم تـقـوم عـلـى أنّ الإنسـان سيد نفسه ومصدر قراره، ومنبع أخلاقه، والـحـاكـم عـلـى تـصـرفاته. و ما ارتضاه الناس فهو الشرعة، وما رفضه الأغـلبية فـممنوع. و لا حدّ للتشريع ينتهي إليه، ولا غاية يقف عندها. و ليـس هـنـاك ثـوابت في الأخلاق والقيم، إنما الثابت الوحيد هو الحياة و المتعة والنفع.(۱)

ظاہر ہے ایسے تعلیمی نظام میں منسلک بچے اپنے عقائد' اخلاق اور اپنی تہذیب وثقافت کو کبھی باقی نہیں رکھ سکتے۔ مسلم معاشرے میں پرانی اور نئی نسلوں میں جو تضاد ابھر رہا ہے، وہ ایسے تعلیمی نظام کی دَین ہے۔ اس لیے سب سے بڑی ضرورت مسلمان بچوں کی تعلیم اسلامی ماحول میں رکھ کر دینے کی ہے؛ تا کہ اُن خرابیوں سے

(۱) عبد الرحمٰن عبد الخالق، بحث مقدم للمؤتمر الإسلامي الثاني، ۱۹/ ستمبر ۱۹۹۳ء

محفوظ رہ کر مسلمان بچے تعلیم میں پیش قدمی کر سکیں؛ خصوصاً مسلمان بچیوں کی الگ تعلیمی درس گاہیں وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۲۔ ان مغربی ممالک میں عیسائی مشنریاں اور بعض دیگر ادارے مختلف زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالے طبع کرتے ہیں اور گھر گھر جا کر ان کو تقسیم کرتے ہیں، بعض مرتبہ ناواقف مسلمان ان سے متاثر ہو جاتے ہیں، خصوصاً جن کی دینی معلومات محدود ہے وہ بہت جلد شکار ہو جاتے ہیں۔

اس لیے ایسے اداروں کے قیام کی ہمیں ضرورت ہے جو صحیح اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابیں، رسائل طبع کر کے مسلمانوں کو پہنچائے؛ تاکہ وہ غلط کتابوں کے اثرات سے محفوظ رہیں۔

۳۔ ان ممالک میں قادیانی، اسماعیلی وغیرہ فِرَق باطلہ کی آج کل خصوصی مدد کی جارہی ہے، ان کو اپنے دفاتر اور مراکز قائم کرنے کے لیے خاصی رعایت دی جاتی ہے۔ اکثر یونی ورسٹیوں کی لائبریریوں میں شعبۂ اسلامیات میں اِن فرقِ باطلہ کی کتابیں نظر آئیں۔ علمائے حق کی بہت کم کتابیں وہاں پائی جاتی ہیں۔

اس لیے اس کی بھی ضرورت ہے کہ صحیح العقیدہ علما کی کتابیں وہاں کی تعلیمی درس گاہوں اور پبلک لائبریریوں میں پہنچائی جائیں؛ تاکہ اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کو صحیح بات جاننے کا موقع مل سکے۔ اگر یونی ورسٹی، کالج میں پڑھنے والے طلبا سے ربط پیدا کر کے صحیح لٹریچر پہنچا سکیں تو ان فرقِ باطلہ کی کتابوں کے برے اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

۴۔ ایک خاص ضرورت یہ ہے کہ جدید الاسلام اشخاص کی تعلیم وتربیت کے لیے ادارے قائم ہوں جن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے؛ مگران کی تعلیم وتربیت نہ ہونے کی شکل میں صحیح نتیجہ نہیں نکل رہا، اور یہ بھی بڑا خسارہ ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے فروعی اختلافات کے سبب بھی جدید الاسلام لوگ کشمکش میں پڑ جاتے ہیں۔ مقلدین اور سلفی نوجوانوں کی کشمکش بہت نقصان دہ ثابت ہورہی ہے۔ امریکہ میں ایک جدید الاسلام اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ تبلیغی جماعت والے ہم کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیتے ہیں؛ مگر میرے یہ عرب دوست مجھے سختی سے روکتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح اسلام پر نہیں ہیں، اب میں پریشان ہوں کہ کس طرف جاؤں۔ اس لیے عرب علما کے ذریعہ اس کی کوشش کی جائے کہ مغرب میں رہنے والے عرب نوجوانوں کو سمجھائیں کہ فروعی اختلافات پر اتنا زور نہ دیں ورنہ لوگ مطلق دین سے بےزار ہوجائیں گے۔

۶۔ مسلمانوں میں عائلی مسائل میں بھی انتشار کی کیفیت ہے۔ مغربی معاشرے کے اثرات اور وہاں کے مخصوص قوانین سے غلط فائدہ اٹھا کر کثرت سے طلاق اور طلاق کے بعد شوہر کے نصف مال اور بچے ہونے کی حالت میں اس سے بھی زائد مال اور مکان کی عورتیں دعوے دار بن جاتی ہیں۔ اور حکومت عموماً عورتوں کے حق میں فیصلہ کرتی ہے؛ اس لیے مسلم معاشرہ بہت ہی انتشار کا شکار ہورہا ہے۔ 'مونٹریال' میں ایک دیندار مسلمان جو کئی سال سے نکاح پڑھانے کی خدمت انجام دے رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ پچھلے ۴۰ رسال میں ساڑھے تین ہزار نکاح میرے پاس رجسٹرڈ ہوئے ہیں؛ مگر اس میں ۷۰ رفیصد سے زیادہ عورتوں کی طلاق ہوگئی یا شوہر کو چھوڑ کر چلی

گئی ہیں؛ اس لیے اس کے تدارک کی بھی ضرورت ہے۔ خصوصاً کتابیات سے نکاح کرنے کے بارے میں محتاط رہنے اور اس کے نقصانات اور آیندہ نسلوں کی ایمانی زندگی کے بقا اور عدم بقا کے بارے میں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

۷۔ تجارتی مراکز اور اسٹورس میں ملازمت چاہنے والے مسلمان لڑکوں کو اسلامی لباس ترک کرنے، ڈاڑھی اور ٹوپی پہننے سے منع کیا جاتا ہے، یا حسنِ اسلوب سے اسلامی تہذیب کو ترک کرنے کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔ بعض کمزور مسلمان پریشان ہو کر وضع قطع تبدیل کر لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی طرز رہائش و بود و باش اختیار کر لیتے ہیں۔ مسلمان اس حالت میں نہیں ہیں کہ اپنے تجارتی مراکز یا صنعتی ادارے قائم کریں اور مسلمان لڑکوں کے لیے کام کے مواقع فراہم کر سکیں۔

۸۔ ایک مشکل یہ ہے کہ پاک و ہند سے جو علما ان ممالک میں پہنچے ہیں، ان میں اکثر انگریزی زبان سے ناواقف ہیں؛ اس لیے نئی نسل کے نوجوانوں کے ساتھ ربط پیدا کرنے میں ان کو کامیابی نہیں ملتی، اور مسلمانوں کی بڑی تعداد صحیح علم سے محروم ہو جاتی ہے۔ اس لیے انگریزی دان اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے علما کو خدمت کرنے کے لیے منتخب کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسے علما کی ضرورت ہے جو علمی استعداد اور اخلاق و دیانت میں ممتاز ہوں اور اسلامی زندگی کی صحیح نمائندگی کرتے ہوں۔

۹۔ ان ممالک میں بعض علما اور دردمندان نے دینی مدارس شروع کیے ہیں؛ مگر ان میں بھی عموماً درسِ نظامی ہی رکھا گیا حتی کہ بعض فارسی کی کتابیں بھی نصاب میں شامل ہیں، اور انگریزی زبان جس کی وہاں کے فضلا کے لیے اہمیت ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اس لیے ایسی درس گاہوں کا قیام ضروری ہے جو وہاں کے طلبا

کے مناسب نصاب پڑھائے اور مسلمانوں کو وہاں پیش آنے والے مسائل کا حل کرسکیں؛ نیز مسلم اداروں کے آپسی ربط کی بھی ضرورت ہے۔

۱۰۔ ایک قابلِ فکر مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی وغیرہ بعض باطل جماعتیں ٹی وی کی لائنیں خرید کران کے ذریعہ بھرپور طریقے سے اپنے مذہب کی اشاعت کررہے ہیں اور علمائے حق ٹی وی کے استعمال کے جواز وعدمِ جواز کی بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ انٹرنیٹ اورٹی وی سے لاکھوں انسان گمراہ ہورہے ہیں۔ ہمارے کتابچے، رسائل وکتب اتنے وسیع حلقے میں کس طرح پھیلائے جائیں؛ یہ قابل غور مسئلہ ہے۔ علمائے کرام کواس مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اثرات کا خیال کرنا ضروری ہے۔

۱۱۔ اسلام مخالف طاقتوں کی ان تمام کوششوں اور ذرائع ابلاغ کے مکروہ پروپیگنڈوں کے باوجود الحمدللہ بہت سی سعید روحیں حلقہ بگوشِ اسلام ہورہی ہیں؛ مگر خود مسلمانوں کی غلط زندگیاں اور غیراسلامی طرز حیات رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اگر مسلمان خود صحیح اسلامی زندگی گزارنے والے بن جاتے اور عملی طور پر اسلام کا نمونہ پیش کرتے تو شاید یورپ وامریکہ کا نقشہ بدل گیا ہوتا؛ مگر بدقسمتی سے معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، اس لیے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے مخلصانہ جدوجہد کی شدید ضرورت ہے۔

۱۲۔ فرقِ باطلہ کے مقابلے کے لیے کانفرنسیں منعقد کرنا بھی دشوار ہورہا ہے کہ نقضِ امن اور ملک میں مذہبی اختلافات کو روکنے کے بہانے سے کینیڈا جیسے ملک میں

ردقادیانیت کے جلسوں پر پابندی لگادی گئی ہے،جس میں قادیانی شاطروں کی مساعی کا بڑادخل ہے؛ اس لیے کتابوں،مجلسی مذاکروں اورطلبہ کی مجلسوں کے ذریعہ خاموشی سے کوشش کرنے سے ہی اس کا علاج ہوسکتا ہے۔

۱۳۔ مسلمان حکومتوں کے بعض ادارے تھوڑابہت کام کررہے ہیں؛ مگراس میں مزید پھیلاؤاوردیگرمسلم تنظیموں کے ساتھ تعاون کرکے متحدہ لائحۂ عمل بنانے سے بہتر کام ہوسکتے ہیں۔

۱۴۔ امریکہ میں اکثر جگہوں پرتعلیم یافتہ مسلمان ہیں،مگراُن میں خودرائی کا ایسا خطرناک مرض پیدا ہوگیا ہے کہ ہرمسئلہ میں اپنی ذاتی رائے اوررسوخ کواہمیت دی جاتی ہے اورعلمائے دین سے وابستگی کم ہوگئی ہے؛ بلکہ اس کوزیادہ پسند بھی نہیں کیا جاتا،اس طرح نئے نئے فتنوں اوربحثوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔اس رجحان کوبدلنےاوراس کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۵۔ مذکورہ بعض نُقاط کاتعلق صرف یورپ وامریکہ ہی سے نہیں؛ بلکہ پاک وہند میں بھی ایسے ہی معاملات ہیں۔اس لیے جب تک دینی کام کرنے والوں کامتحداور مضبوط نظامِ عمل نہ ہوگا،یہ اسلام دشمن قوتیں اپنا کام کرتی رہیں گی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوفکرِصحیح کے ساتھ اختلافات سے بالاتر ہوکر دینِ مبین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

و قل اعملوا فسیری اللہ عملکم، ونسأل اللہ التوفیق إلی خیر العمل

والسلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہٗ

دلِ دردمند کے دو اہم پیغام

۲۵/ستمبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار کینیڈا (ٹورنٹو) کے ایک اسلامک سینٹر نے حضرت رئیس الجامعہ دار العلوم فلاح دارین ترکیسر فخرِ گجرات حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ کو طویل دینی خدمات کے اعزاز میں (مع دیگر چند معزز شخصیات) اعزازی ایوارڈ دینا چاہا، اس موقع پر حضرت نے نوجوان فضلا اور علما کو دو اہم پیغام دیئے جو واقعتاً آپ کے دلِ دردمند اور فکر ارجمند کے ترجمان تھے، ان پیغامات کی آج کے حالات میں شدید ضرورت ہے، اس لیے احقر نے فوری طور پر اُسے نقل کر کے اس پیغام کو عام کرنا چاہا، شاید کہ اتر جائے دل میں ترے بات ان کی۔ حضرت مولانا محمد ایوب سورتی مدظلہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد المرسلين سيدنا و مولانا محمد، و على اٰله وأصحابه و تابعيه إلىٰ يوم الدين.

أما بعد!

قابلِ احترام علمائے کرام بزرگو اور بھائیو! آج کا یہ اجلاس آپ حضرات نے ہمارے کچھ علما کی تکریم اور اعزاز کے لیے منعقد کیا ہے، ہم تو اس قابل نہیں: مگر دوسرے جن حضرات کا نام سنا، مرحوم حضرت مولانا خلیل احمد لاجپوری صوفی

صاحب (۱) جن کی بڑی طویل خدمات یہاں رہی ہیں، اسی طرح ہمارے محترم شیخ احمد کُتّی (۲) اور شیخ عبداللہ ادریس حفظہ اللہ جو اس وقت جلسے میں موجود نہیں ہیں۔ میں تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ اچھی روایت ہے کہ علما کی خدمات کو سامنے لایا جائے، علما کا اکرام جب ہم کریں گے تو ہماری اولاد بھی اس چیز کو محسوس کرے گی کہ علما کی خدمات کا کیا صلہ ہونا چاہیے، کس طرح ہونا چاہیے۔ میرے دوستو! میں آپ حضرات کا شکر

---

(۱) **حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صوفیؒ:** لاجپور ضلع سورت کے باشندے ہیں، آپ کی ولادت ۱۰/صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۶/اپریل ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں داخلہ لیا، یہاں ۱۹۵۸ء تک تعلیم حاصل فرماتے رہے، پھر ۱۹۵۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں قیام فرمایا، بعدہٗ ایک سال جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تعلیم حاصل فرمائی۔ ۱۳۸۰ھ میں آپ نے سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کے پاس بخاری شریف پڑھی اور ڈابھیل میں حضرت مولانا شریف حسن صاحبؒ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل فرمائی، یوں آپ نے دو مرتبہ دورہ پڑھا۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں کچھ مدت خدمت انجام دینے کے بعد مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں کچھ مدت تدریس فرمائی، پھر وہاں سے مستعفی ہو کر واپس لاجپور میں خدمت انجام دینے لگے۔ ۱۹۷۲ء میں برطانیہ تشریف لے گئے اور وہاں سے کینیڈا جا کر مقیم ہو گئے، وہیں ٹورنٹو کی مدینہ مسجد میں امام اور خطیب کی حیثیت سے ذمے داری نبھاتے رہے، اس کے علاوہ جمعیۃ المسلمین ٹورنٹو میں قضا اور رؤیتِ ہلال کمیٹی کی صدارت بھی سنبھالی۔ آپ کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ سے بیعت کی اجازت حاصل تھی۔

(۲) شیخ احمد کتّی مشہور عالم ہیں، ۱۹۴۶ء میں والنچیری کیرالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ دنیا کے پانچ سو سب سے زیادہ بااثر مسلمانوں میں سے ایک ہیں۔ آپ نے جنوبی ہند کے ایک ممتاز ادارہ اسلامیہ کالج سانتاپورم سے گریجویشن کی تعلیم مکمل کر کے فقیہ فی الدین کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اول پوزیشن سے کلیۃ اصول الدین سے کامیابی حاصل فرمائی۔ ۱۹۷۲ء میں کینیڈا پہنچے اور ''میک گل یونی ورسٹی'' سے پی ایچ ڈی کی۔ شیخ ٹورنٹو اسلامی مرکز کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر، اسلامی مرکز ٹورنٹو کے امام، اسلامی انسٹی ٹیوٹ آف ٹورنٹو کے سینئر لکچرر اور کئی مسجد کے امام اور مبلغ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنی فکروں اور خدمات کے اعتبار سے کافی مشہور ہیں۔

گزارہوں کہ آپ نے ان بزرگوں کے ساتھ ساتھ مجھ جیسے خادم علم اور طالب علم کو یہ اعزاز بخشا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین!

اس موقع پر میں اپنے دوستوں سے ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اور علما کی جو ذمے داری ہے، وہ یہ کہ آپس کے اختلافات کو کم سے کم کریں، جہاں تک ہوسکے جتنا بھی ہوسکے آپس میں جوڑ کر ایک دوسرے کی رعایت کرتے ہوئے، ایک دوسرے کی رائے کا احترام کرکے ہم چلیں۔ ہمارے اندر ایک قسم کی خرابی در کرآئی ہے کہ معمولی سی قسم کی فطری یا کسی رائے کے اختلاف کی کوئی بات ہوتی ہے تو ہم اس کو اپنے حلقہ سے بالکل باہر کردیتے ہیں، ہماری سمجھ میں یہ بات بالکل نہیں آتی ہے۔

ایک مرتبہ ترکیسر دارالعلوم فلاح دارین میں علی گڑھ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر سید حامد صاحب کو دعوت دی گئی، بہت بڑے آدمی تھے، اتفاق سے ہم بیٹھے تھے، عبدالخالق صاحب اسکول کے پرنسپل اور ہمارے مدرسہ کے مدرس جو حدیث شریف پڑھاتے تھے، کسی مسئلہ میں ان دونوں میں بحث ہوئی تو دونوں کی آوازیں بہت تیز ہوگئیں۔ عبدالخالق صاحب بھی بہت تیز تیز بولنے لگے اور ہمارے مدرسہ کے مدرس صاحب بھی، سید حامد صاحب بھی ان کو دیکھ رہے تھے، میں بھی دیکھ رہا تھا۔ حامد صاحب تھوڑی دیر صبر کرکے بیٹھے رہے اور اس کے بعد بہت بہترین الفاظ میں فرمانے لگے کہ مولانا صاحب! آپ لوگوں کو اپنے حلقہ سے الگ کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں، حلقہ کے اندر لوگوں کو رہنے دیجیے، تھوڑی سی بات ہوتی ہے، اپنے

حلقہ سے بالکل باہر نکال دیتے ہیں، یہ سوچ ٹھیک نہیں ہے، ہمارے اندر وسعتِ ذہنی کا اس دور میں ہونا بہت ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا مسئلہ ''الغزو الفکری'' کا ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے تھے کہ اس وقت سب سے بڑے حملے جو ہمارے اوپر ہورہے ہیں، وہ فکری حملے ہیں، فکری طور پر ہمارے دین پر، ہمارے مذہب پر، ہماری ثقافت پر جو حملے ہورہے ہیں، انہیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے جو نوجوان علما مدرسوں سے فارغ ہوتے ہیں، وہ بہت محدود پیمانے پر کام کرتے رہتے ہیں، ہم ان کی خدمت کی قدر کرتے ہیں، وہ مدرسوں میں پڑھاتے ہیں، امامت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب عطا فرمائے؛ لیکن مجھے اس سے بڑی بات کرنی ہے کہ ہمیں اسلاف کے ان کارناموں پر نظر کرنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے کس طرح مشکل حالات میں کام کیا۔ ہماری یہ حالت ہوگئی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے نام اور ان کے کارناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ایک طالب علم سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند کون تھے؟ تو کہا کہ حضرت مدنیؒ کے والد صاحب تھے۔ ہمیں اتنا افسوس ہوا کہ یہ اوپر کے درجہ کا طالب علم ہے اور اُسے شیخ الہند کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ وہ کون تھے۔ ۴۰؍سال جس نے دارالعلوم دیوبند کی مسند درس پر حدیث پڑھائی اور پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے سلسلہ کی خدمات کیں، مالٹا کی جیل میں گئے اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے اپنی ہڈیاں گھلادیں، اس شخص کے بارے میں ہمارا حلقہ ناواقف ہے تو یہ

بڑی کمزوری کی بات ہے۔ میں ہمارے ان فضلا سے خاص طور سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اکابر کے حالات سے پوری طرح واقف رہیں کہ کون تھے یہ لوگ؟ کیسے کام کرگیے؟ کون تھے حضرت شاہ ولی اللہؒ؟ کون تھے مجدد الف ثانیؒ؟ کون تھے سید احمد شہیدؒ؟ اور کون تھے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ؟ جن کی کوششوں سے آج دنیا کے کونہ کونہ میں علم کی باغ وبہار ہے، آج ہم بچے ہوئے ہیں، یہ حضرت نانوتوی کی دعائیں ہیں، حضرت نانوتویؒ کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ کون تھے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ؟ کون تھے مولانا سید سلیمان ندویؒ؟ یہ ہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ کس طرح انہوں نے اپنی زندگی گزاری۔ محمد علی جوہر کے بارے میں لوگ نہیں جانتے کہ کون تھے؟ ہندوستان میں چار مولانا ایسے ہیں جنہوں نے ملتِ اسلامیہ ہندیہ کو بیدار کیا، جب لوگ انگریزوں کے ظلم سے دبے ہوئے تھے، چار علما پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے قلم سے، اپنی تقریروں سے پوری امت کو بیدار کیا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا حسرت موہانیؒ اور شیخ الہندؒ۔ مولانا آزاد نے ''الہلال'' رسالہ نکالا تو قوم بیدار ہوگئی۔

میرا دو سال پہلے قطر کا سفر ہوا تھا تو شیخ یوسف قرضاوی کے پاس ہم بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے بہت پیارا جملہ کہا: یا شیخ! فرد ذو همة يُحيي الأمة، ایک ہمت والا شخص پوری امت کو بیدار کرسکتا ہے۔ ہمارے اندر ایسے افراد پیدا ہونے چاہییے، ایسے افراد تیار ہونے ضروری ہیں جن کی ہمتوں کی وجہ سے، جن کی بلندیٔ فکری کی وجہ سے، جن کی عزیمت کی وجہ سے پوری قوم بیدار ہوجائے۔ ہم اس وقت موجودہ دور میں بہت کڑے حالات سے گزر رہے ہیں، پوری دنیا میں ہم جس ابتلا میں

ہیں، اسلام پر جس طرح کے حالات پیش ہیں، جس طرح امت کو رگڑا جا رہا ہے، ایسے وقت میں بڑی ہمت اور بڑی بصیرت کی ضرورت ہے، بہت ہی وسعت ذہن کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

میں یہی بات عرض کرنا چاہتا ہوں، ہم نے اپنی زندگی میں اس کی کوشش کی ہے، مدرسوں میں یہی کوشش کی۔ ہم طلبہ میں یہ بات کرتے ہیں کہ تحزب (پارٹی بندی) کو چھوڑو، میں نے دیکھا کہ ہمارے یہاں ایک مدرسہ والا دوسرے مدرسے کو پسند نہیں کرتا ہے۔ مجھے کوئی بھی آدمی پوچھتا ہے کہ مولانا! ہم اپنے بچے کو کون سے مدرسہ میں داخل کریں، گجرات میں بہت سے مدرسے ہیں، جامعہ ڈابھیل، اشرفیہ راندیر، کنتھاریہ، فلاح دارین وغیرہ اور میں تو دارالعلوم فلاح دارین میں تھا، میں ان سے کہتا کہ بہت سے ادارے ہیں، سب ہمارے مدرسے ہیں، آپ جائیے دو دو چار دن ہر مدرسہ میں رہیے اور جہاں آپ کے بچہ کی طبیعت لگے، وہاں داخل کرئیے، اگر آپ کا ضمیر کہتا ہے کہ فلاں مدرسہ بہت اچھا ہے تو وہاں داخل کیجیے، ہم ایک دوسرے کا احترام کریں۔ جو کام ہم کر رہے ہیں وہی کام وہ لوگ بھی کر رہے ہیں، پھر ہم اس طرح کیوں کر رہے ہیں کہ یہ کیوں ہے؟ یہ اتنے طلبہ کو کیوں لے رہے ہیں؟ یہ چھوٹی ذہنیت کو اپنے سے دور رکھیے۔ فکری اعتبار سے بھی یہ کوئی ضروری نہیں کہ سارے مسائل میں سارے لوگ ہم سے متفق ہوں، یہ بالکل ضروی نہیں۔ پہلے بھی لوگ گزرے ہیں، امام ابوحنیفہؒ بڑے عجیب امام گزرے ہیں، ان کی مجلس میں ان کے شاگردان کی رائے سے اختلاف کرتے تھے، مدرسوں میں ہدایہ وغیرہ پڑھتے ہیں،

اس میں آتا ہے ”قال أبو حنیفة کذا، وخالفه محمد، وخالفه أبو یوسف“، امام صاحب ان سے ناراض نہیں ہوتے کہ تم میرے شاگرد ہو، تم نے کیوں میری مخالفت کی۔ کتنے مسائل ہیں جن میں لیث بن سعدؒ نے مخالفت کی؛ لیکن ان کے یہاں وسعت تھی، ہر ایک کی ایک رائے ہوتی ہے تو وہ وسعت قلبی ہمیں اس وقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بہت بہتر جزا عطا فرمائے کہ آپ حضرات نے ہماری تکریم کی، اللہ آپ کی عزت بڑھائے، یہ آپ حضرات کی خوش اخلاقی کی بات ہے کہ ان علما کی تکریم کے لیے مجلس منعقد کی، اللہ اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین!

ہمارے اکابرین کے اقوالِ زریں

ٹوٹے ہوئے تاروں کے بکھرے ہوئے ذرّے

منقول از ''ٹوٹے ہوئے تارے''

(۱) اصل چیز عہدہ نہیں بل کہ انسان کی صلاحیتیں ہیں، جن کے ذریعہ انسان دوسرں سے اپنا اعتراف کرالیتا ہے۔

(۲) اصل مسئلہ تاریخ ساز افراد تیار کرنے کا ہے، جس کے بغیر ہر منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔

(۳) انسان کو اپنی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا چاہیے اور میدانِ کار کا صحیح انتخاب کرنا چاہیے۔

(۴) اپنی مدافعت ہر شخص کا حق بھی ہے اور ذمے داری بھی، اگر فسادات ہوتے رہتے ہیں تو اپنی مدافعت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

(۵) اگر ملک میں عوامی فضا منافرت کی ہو تو مظالم کو روکنا ایک یا دو آدمی کے بس کی بات نہیں۔

(۶) مریض ذہن دوسروں کے عیوب تلاش کرتا ہے جو لوگ ذہنی طور پر صحت مند ہوتے ہیں وہ دوسروں کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۷) انسان کی شخصیت اس کے ارادوں سے بنتی ہے۔

(۸) انسان کو اپنے رشتے داروں کے خلاف فیصلہ دینا پڑے اور وہ اس آزمائش میں پورا اترے، یہ اس کی بڑائی کی دلیل ہے۔

(۹) مسلمانوں میں خدمتی ادارے کثرت سے قائم کیے جائیں، خدمت کرنے سے ہی ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

(۱۰) اصل چیز دعوت کا جذبہ ہے، اگر جذبہ نہ ہو تو انسان بہترین مواقع کے باوجود دعوتی کام نہیں کرسکتا۔

(۱۱) انسان اگر باشعور ہو تو اس کے نزدیک اصل قوت دلیل کی ہوتی ہے، انسان اگر بےشعور ہو تو بے معنی خطابت اور شاعری بھی دلیل کے قائم مقام بن جاتی ہے۔

(۱۲) ہندوستان کے طول وعرض میں مسلمان جس طرح منتشر ہیں، ہندو مسلم منافرت پیدا کر کے مسلمانوں کا بھلا نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۳) جو شخصیت علم، ذہانت اور اخلاص کا پیکر بن جاتی ہے اس کی مثال پھول کی سی ہوتی ہے، جو اپنی حسن افروزی اور عطر بیزی سے ہر طبقہ کو متاثر کرتا ہے۔

(۱۴) خلوص، محبت، بے لوث خدمت اور ایثار کے ذریعہ آج بھی ایک مسلمان ہندوؤں کے درمیان مقبول اور معزز بن سکتا ہے اور اسی میں بےشمار مسائل کا حل پوشیدہ ہے، جنہیں مسلمانوں کی جماعتیں حل کرنے سے قاصر ہیں۔

(۱۵) جن کی نظریں وسیع نہیں ہیں وہ ملکوں اور قوموں کی تقسیم کرنے میں ہی مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔

(۱۶) دوسروں کی خیر خواہی اور خدمت میں دلوں کو جیتنے کی بڑی قوت ہے۔

(۱۷) کسی مشن میں شریک ہونے کے لیے شریک زندگی کا بھی ہم فکر اور ہم خیال ہونا ضروری ہے۔

(۱۸) بعض طلبہ شروع میں غبی ہوتے ہیں اور آگے چل کر ذہین اور تیز ثابت ہوتے ہیں، کچھ شروع سے تیز رہتے ہیں، اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعض طلبہ میٹرک تک غبی ثابت ہوں اور کالج پہنچ کر ان کا ذہن کھل جائے۔

(۱۹) جب قوم میں ضد پیدا ہو جائے اور وہ علما کو چھوڑ دے تو علما کو چاہیے کہ اپنی سطح سے نیچے اتریں اور قوم کو ساتھ کرلیں۔

(۲۰) باخبر عالمِ دین بے خبر علما سے زیادہ بہتر ہے۔

(۲۱) تعلق باللہ پیدا کرنے سے انسان کی اخلاقی حالت زیادہ آسانی سے سدھر سکتی ہے اور سماج کا بہترین اور مفید کارکن بن سکتا ہے۔

(۲۲) رضائے الٰہی کے حصول اور قربتِ الٰہی کے ارادہ کا نام مرید ہونا ہے اور اس ارادہ کے ساتھ دنیوی عز وجاہ اور اس کی ثقافتوں کو نہ چھوڑا تو مقصد حل نہ ہوگا۔

(۲۳) قول جب ہی کارآمد ہے کہ قدم عمل میں بہت آگے بڑھا ہوا ہو۔

(۲۴) بہت سے اداروں میں برائی، اکابر پرستی میں غلو کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲۵) ہندوستان کے مسلمانوں میں دینی مزاج پیدا کرنے میں ان مدرسوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

(۲۶) ضرورت سے زیادہ سونا وقت کی ناقدری ہے اور وقت کی ناقدری کر کے کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔

(۲۷) فرقہ پرستی کو ختم کرنا ہے تو غیر فرقہ پرست اپنی جان دینے کے لیے قربان ہوجائیں۔

(۲۸) یہاں (ہندوستان میں) خدمت کا صلہ گالیوں سے ملتا ہے، پھولوں کا جواب پتھر سے دیا جاتا ہے۔

یادداشت